www.KitaboSunnat.com

چھٹی صدی ہجری کے مجاہدِ اعظم

سلطان نور الدین محمود زنگیؒ

طالب الہاشمی

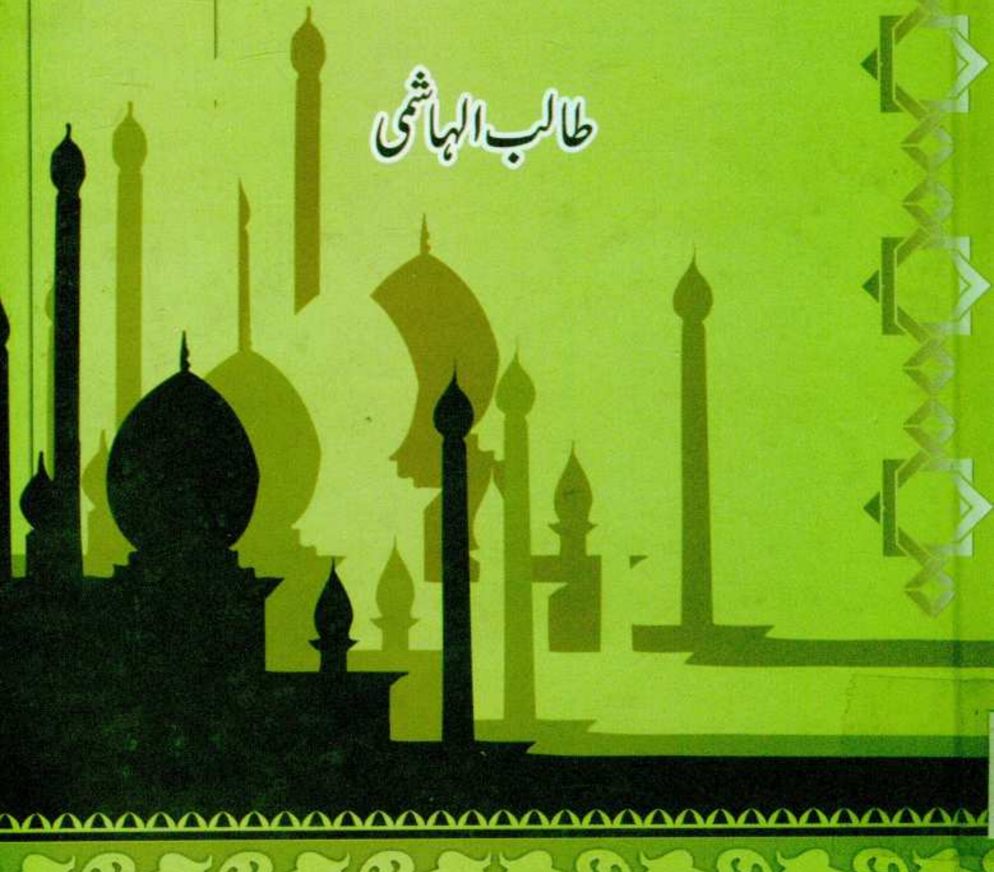

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نور الدین محمود زنگی رح

طالب الہاشمی

www.KitaboSunnat.com

طٰہٰ پبلی کیشنز

۲۲-اے۔ ملک جلال الدین (وقف) بلڈنگ، چوک اُردو بازار لاہور

Ph: 7231391 Mob: 0333-4470509

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ الْعَزِیْزُ

جلالِ کبریائی در قیامش   جمالِ بندگی اندر سجودش

المَلِکُ العَادِل

سُلطانؒ نورُالدّین محمُود زنگیؒ

طالب الہاشمی

طٰہٰ پبلی کیشنز

۲۲۔اے۔ملک جلال الدین (وقف) بلڈنگ، چوک اُردو بازار لاہور

۱۹۔ملک جلال الدین (وقف) بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور

Ph: 042-6120422, Mob: 0333-4470509

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ طٰہٰ پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا' اگر اس قسم کی کوئی بھی صورت حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

ناشر	:	محمد عفیف طہٰ
طبع جدید (دوم)	:	جولائی 2008
حروف چینی	:	محمد لبیب جمیل
قیمت	:	200 روپے
بیرون ملک	:	7 امریکی ڈالر
پرنٹر	:	ریحان بلال پرنٹرز لاہور

ISBN 969-8810-05-06

نمبر ....17037.....

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نورالدین محمودؒ

عَقَدَتْ بِنَصْرِكَ رَايَةُ الْإِيمَانِ
وَبَدَتْ بِعَصْرِكَ آيَةُ الْإِحْسَانِ

تیری مدد سے ایمان کا پرچم بلند ہوا!
اور تیرے زمانہ سے احسان کا نشان ظاہر ہوا۔

مومن از عزم و توکّل قاہر است — گر ندارد ایں دو جوہر کافر است
خیر را او باز می داند زِ شر — از نگاہش عالمے زیر و زبر
کوہسار از ضربتِ او ریز ریز
در گریبانش ہزاراں رستخیز

(اقبالؒ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

مضمون	صفحہ
دیباچہ	15
پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے	23
محارباتِ صلیبی	36
پہلی صلیبی جنگ کے اہم واقعات	42
پیٹر دی ہرمٹ کی فتنہ انگیزی	43
کلیر مانٹ کا تاریخی اجتماع	44
مجنونانہ جوش کی انتہا	45
جنگ کا پہلا دور	47
پہلا صلیبی لشکر	47
دوسرا صلیبی لشکر	47
قلیج ارسلان کی ضربِ اَسَدُ اللّٰہی	50
تیسرا صلیبی لشکر	50
چوتھا صلیبی لشکر	51
جنگ کا دوسرا دَور	52
یورپ میں زبردست ہیجان	52
مشرق پر یلغار کا آغاز	52
سقوطِ نیقیہ	53
صلیبیوں کی پہلی ریاست	55

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انطاکیہ کا محاصرہ	55
سقوطِ انطاکیہ	56
معرۃ النعمان کی تباہی	59
یروشلم کی طرف پیش قدمی	59
یروشلم (صلیبیوں کی منزلِ مقصود)	61
یروشلم کا محاصرہ	66
سقوطِ یروشلم	67
عالمِ اسلام میں ماتم	68
سقوطِ طرابلس	68
گھٹا ٹوپ اندھیرا	71
عماد الدین زنگی	79
خاندان	80
ابتدائی زندگی	85
شہرت کا آغاز	87
آقسنقر برسقی کی رفاقت	88
مختلف عہدوں پر تقرر	89
امارتِ موصل	90
فتح قلعہ اثارب (العسارب)	92
قلعۂ حارم کی فتح	93
خانگی تنازعات	93
صلیبیوں کی یلغار	94
فتح عرقہ وبعرین	95
فتح معرۃ النعمان وکفرطاب	96
حلب پر صلیبیوں کا ناکام حملہ	96

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح ایڈیسہ	96
شہادت	98
اوصاف وخصائل	99
رعب ودبدبہ	99
حمیتِ دینی اور شجاعت	100
عدل وانصاف	101
حوصلہ مندی	102
سخاوت	102
امنِ عامہ	102
زراعت وآبادی	103
صیغۂ رفاہِ عام	103
سلطنت کی نگہداشت	104
احکامِ شرع کی پابندی	105
عمادالدین زنگی کی اولاد	105
سلطان نورالدین محمود زنگیؒ	107
شجرۂ نسب	109
ولادت	109
تعلیم وتربیت	110
آغازِ حکومت	110
موصل کی حکومت کا قضیہ	111
نورالدین محمود اور سیف الدین غازی	113
معرکۂ ایڈیسہ	115
دوسری صلیبی جنگ	117
یورپ میں زبردست اضطراب	117

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سینٹ برنارڈ کی فتنہ انگیزی	118
ویزلی کا پُرخروش اجتماع	118
کروسیڈروں کا سیلِ بے پناہ	120
صلیبی لشکر قسطنطنیہ میں	120
شیر کی کچھار میں	121
فرانسیسی لشکر کی تباہی	121
صلیبی لشکر کا انطاکیہ میں وُرُود	122
یروشلم میں صلیبیوں کا اجتماع	123
دمشق پر صلیبیوں کی یلغار اور پسپائی	124
حصنِ عریمہ کی فتح	127
عیسائیوں کی عام بغاوت	128
حکومتِ موصل کی سیادت	129
معرکۂ انیب	130
دمشق پر پہلا حملہ	132
جنگِ افامیہ	133
نورالدین محمود اور جوسلین ثانی	135
فتوحات کا سیلاب	137
فتح تلِ باشر	138
دمشق پر دوسرا حملہ	139
امن کے آٹھ مہینے	141
فتح انطرطوس	142
فتح دمشق	143
فتح بعلبک	146
قلیج ارسلان ثانی سے کشمکش	147

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلعۂ حارم کی مہم	148
سالِ حوادث	150
صلیبی دہشت پسندوں کا استیصال	151
فتحِ بانیاس	153
سلطان کی شدید علالت	155
فتحِ شیزر	156
مہماتِ حارم وصیدا	156
معرکۂ حبیش	158
نصرت الدین امیرِ امیران کی بغاوت	161
دمشق پر عیسائیوں کا حملہ	163
نور الدین کی عالی ظرفی	164
اہلِ حارم کی سرکوبی	165
ایک عظیم سعادت	166
سانحۂ حصن الاکراد	170
مصر کی پکار	171
شاور کی فریاد	177
مصر کی پہلی مہم	179
شاور کی غداری	180
فتحِ حارم	181
فتحِ طبریہ	183
مصر سے شیرکوہ کی واپسی	184
فتحِ منیطرہ	185
مصر کی دوسری مہم	187

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتحِ حصن الاکراد و ہونین 192
قلعۂ جعبر پر قبضہ 194
مصر پر صلیبیوں کی ہولناک یلغار 196
بلبیس کے مسلمانوں کا قتلِ عام 197
قاہرہ کا محاصرہ اور فسطاط کی تباہی 197
مصر کی تیسری مہم 199
شاور کا قتل 201
شیرکوہ کی وزارت اور وفات 202
وزارتِ صلاح الدین 203
مکتوب نور الدین محمودؒ بنام امام شرف الدینؒ بن ابی عصرون 205
سوڈانیوں کی بغاوت 209
دمیاط پر صلیبیوں کی یلغار 210
نجم الدین ایوب کا وُرودِ مصر 212
محاصرۂ کرک 214
صلیبی طالع آزماؤں کا تعاقب 214
ہولناک زلزلہ 214
قضیۂ موصل 215

مصر پر اقتدارِ کامل 218

قضاۃ کی تبدیلی 218
فاطمی خلافت کا خاتمہ 219
فتحِ عرقہ 224
مصر میں محصول چونگی کی معافی 225
قلعۂ شوبک پر حملہ 225
کرک کا ناتمام محاصرہ 227

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجم الدین ایوب کی وفات	227
قلیج ارسلان سے جنگ	228
عیسائیوں سے آخری جنگ	229
مصر میں حبشیوں کی بغاوت	230
عمارہ یمنی کی سازش	231
فتحِ یمن	232
صلاح الدین سے حساب طلبی	233
سفرِ آخرت	234
تجہیز و تکفین	236
حلیہ	239
عائلی زندگی	240
اولاد	240
ذاتی اوصاف و محاسن	242
شوقِ جہاد اور سخت کوشی	242
قناعت	245
اِنکسار	246
غیبت سے نفرت	247
اللہ تعالیٰ پر بھروسا	247
فیاضی اور سیر چشمی	248
اِتباعِ سنت اور احکامِ دینی کی مواظبت	249
شرافتِ نفس	252
خشیتِ الٰہی	252
مریضوں کی عیادت	253
سادگی اور تکلفات سے اجتناب	253

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شجاعت	254
عدل وانصاف	255
علم وفضل	255
فقراء سے عقیدت	255
ملکی نظم ونسق	257
عدل وانصاف ۔ (عدلیہ)	257
اشاعتِ تعلیم اور اہلِ علم کی قدر دانی	262
صیغۂ رفاہِ عام	266
تعمیرات	272
فوج	274
بیت المال	276
محاصل کی اصلاح	280
محکمۂ احتساب ومواخذہ	282
محکمۂ وقائع نویسی	284
نامہ بر کبوتر	286
ڈاک کا انتظام	289
دولتِ نوریہ کی ہیئت انتظامیہ	293
کتابیات	295

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم حواشی

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
1-	آلِ بویہ	27
2-	سلاجقۂ عظام	31
3-	ملاحدۂ باطنیہ	32
4-	خواجہ نظام الملک	33
6-	قلیج ارسلان اوّل	48
6-	یروشلم کے مختلف نام	61
7-	فتح یروشلم (بعہد حضرت عمر فاروقؓ)	62
8-	حاکم بامر اللہ	69
9-	ٹمپلرز	71
10-	ہاسپٹلرز	71
11-	علامہ شہاب الدین مقدسیؒ	77
12-	ابنِ اثیرؒ	82
13-	ملک شاہ کی اولاد	83
14-	سلطان سنجر اور سلطان محمود سلجوقی	88

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

90	اتابک	-15
94	سلطان مسعود سلجوقی	-16
103	ابنِ خلّکان	-17
124	بوریئین	-18
165	امیر اُسامہ	-19
170	قلعہ اکراد	-20
175	آمر باحکام اللہ	-21
175	حافظ الدین اللہ	-22
175	ظافر بامر اللہ	-23
231	عمارہ یمنی	-24
235	ابنِ شداد	-25
236	عماد الدین محمد کاتب	-26
238	ابنِ جبیر	-27
242	جہاد	-28
263	درسِ نظامی	-29
268	مارستان	-30
282	ورق الطیر	-31
287	نامہ بر کبوتر کی رفتار	-32
289	مسلمانوں کا محکمۂ ڈاک	-33

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خلفائے راشدینؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد جن مسلمان حکمرانوں کی عظمتِ کردار نے ہفت افلاک کی رفعتوں کو چھو لیا ان میں ملک العادل سلطان نورالدین محمود زنگی انار اللہ برہانہٗ کا نام نامی امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ ہر دور کے مُورّخ' دوست اور دشمن سبھی نے اس کو شہرتِ عام اور بقائے دوام" کے دربار میں نمایاں جگہ دی ہے۔ بعض مُورّخین نے خلفائے راشدینؓ کے بعد تمام فرمانروایانِ اسلام میں اس کو سب سے بہتر قرار دیا ہے۔ اس کی سیرت پر ایک سرسری نگاہ بھی ڈالی جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بلاشبہ وہ ''رائل ہیروز آف اسلام" (نامور فرمانروایانِ اسلام) کی سلکِ مروارید کا ایک دُرِّ بے بہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بے مثل اوصاف و محاسن سے نوازا تھا۔ وہ ہمیشہ کتاب و سنّت پر عمل کرنے اور خلفائے راشدینؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس کی سیرت میں ان عظیم المرتبت نفوسِ قدسی کی زندگی کی جھلک نظر آتی ہے جو براہِ راست فخرِ موجودات سرورِ کائنات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے فیضان سے متمتع ہوئے اور صحابہ کرامؓ کے عظیم الشان لقب سے مُشرّف ہوئے۔ اس کا ظہور ایسے پُرآشوب دور میں ہوا جب عزیمتیں کمزور اور ہمتیں پست ہو گئی تھیں اور تشتت و افتراق نے مسلمانوں کی حیاتِ ملّی کو گھن کی طرح کھا لیا تھا' قریب تھا کہ وہ صفحۂ ہستی سے یکسر مٹ جاتے کہ یکایک رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سلطان نورالدین محمود زنگیؒ کو اسلام کی شمشیرِ برہنہ بنا کر میدانِ عمل میں لا ڈالا۔ اس مردِ مجاہد کا ظہور اس شعر کا مصداق تھا۔ ؎

برقِ سوزاں تیغِ بے زنہارِ اُو　　　دشت و در لرزندہ از یلغارِ اُو

(اقبالؒ)

اس نے فرزندانِ توحید پر پرستارانِ باطل کی ہولناک یلغار کو اپنی بلند ہمت اور قوی بازوؤں سے روکا' مصر کی کمزور فاطمی خلافت کا خاتمہ کر کے اُس پراگندگی کو دُور کیا جو وادی نیل کی عظمت کو دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی اور پھر ایک ایسی عظیم اسلامی قوت کی بنا ڈالی جس سے تمام یورپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس مردِ مجاہد کی شخصیت علم و عمل کا ایک حسین امتزاج تھا اور وہ اس شعر کا صحیح مصداق تھا۔

جَمَعَ الشَّجَاعَةُ وَالْخُشُوْعُ لِرَبِّهٖ
مَا اَحْسَنَ الْمِحْرَابُ فِی الْمِحْرَابِ

یعنی اس کی راتیں اپنے رَبّ کے حضور عبادت و مناجات میں اور دن میدانِ جہاد میں گزرتے تھے اس نے محراب (گوشۂ عبادت) کو محراب (میدانِ حرب) کے ساتھ جمع کر رکھا تھا۔

ایک فاضل مُورّخ نے کیا خوب لکھا ہے:

''سلطان نورالدینؒ مسلمان بادشاہوں میں اپنے اوصاف کے واسطے آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ اس کی نیکی' اس کی پاکبازی' اس کا تقویٰ اس کا انصاف' اس کے مذہبی اوصاف' اس کی عقل مندی' اس کی سیاست' اس کی شجاعت' اس کی علم و ہنر کی قدر دانی' علما کی خدمت' صلحا کی عزت' علم کی ترقی کی کوششیں اس کو ایک اسلامی بزرگ ہیرو (نامور فرمانروا) ٹھہراتے ہیں۔ اس کے کسی ایک بزرگ وصف کی طرف چند الفاظ میں اشارہ کرنا اس کی بزرگی اور اس کی شان کی بے ادبی کرنا ہے''۔

(حیاتِ صلاح الدّین مؤلفہ منشی سراج الدین احمد مرحوم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے دَور کی ایک عہد آفریں شخصیّت مولانا ظفر علی خانؒ نے اپنے ایک مضمون میں سلطان نور الدّین محمودؒ کی عظمتِ کردار کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"سلطان نور الدّین شہید محمود بن زنگیؒ کا شمار ان چند نفوسِ قدسی میں ہے جو ایک عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہونے کے باوجود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے' جن کی نظروں میں تواناؤں اور ناتوانوں کی ایک حیثیت تھی۔ جن کا عدل اپنے اور بیگانے مسلم اور مسیحی میں کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھتا تھا جن کو دیکھ کر خیر القرون کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی تھی"۔

(جواہرات۔ایک تاریخی معجزہ)

اپنے تو خیر اپنے ہیں بیگانے بھی اسلام کے اس بطلِ جلیل کی عظمت کے معترف ہیں۔مشہور عیسائی مُورّخ ایڈورڈ گبن نے "تاریخ زوال وہبوط دولت روما جلد ششم" میں سلطان نور الدینؒ کے بارے میں جو بے لاگ رائے ظاہر کی ہے وہ بھی مولانا ظفر علی خانؒ ہی کے الفاظ میں سنیے۔

"زنگی کے نامور بیٹے نور الدین کی سپہ گرانہ قابلیت نے دمشق کی حکومت کو حلب کے ساتھ ملا کر شام کی صلیبی طاقتوں کا سالہا سال تک کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور ہر معرکہ میں اپنے حریفوں کو زک دے کر اس نے بتدریج اپنی قلمرو کی حدود کو دجلہ سے لے کر نیل کے ساحلوں تک وسیع کر دیا۔خود لاطینی مسیحی بھی نہ صرف اپنے اس دشمنِ جاں ستاں کی دانشمندی اور شجاعت بلکہ اس کے عدل و انصاف اور زہد واِتّقا کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔ اپنی روزمرہ کی زندگی اور اپنی سلطنت کے نظم ونسق میں اس مجاہدِ اعظم نے خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اسلامی جوش اور سادگی کو تازہ کر دیا۔اس کے محل میں سیم وزر اور دیباؤ حریر کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔اس کی مملکت کے طول وعرض میں بادہ کش شراب کی ایک بوند تک کو ترستے تھے۔شاہی خزانہ رعایا کی ضروریات کے لیے وقف تھا۔اس کے گھر کا غریبانہ خرچ مالِ غنیمت کے اس حصے سے پورا ہوتا تھا جو اسلامی فوج کے دوسرے سپاہیوں کی طرح جائز مقدار میں اسے ہاتھ لگتا تھا۔ایک دفعہ اس کی چہیتی ملکہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ٹھنڈی سانس لے کر تنگی خرچ کی شکایت کی۔ نورالدین نے جواب دیا "بانو! افسوس ہے تمہاری خواہش پوری نہیں ہو سکتی' خدا کا خوف بیت المال کی طرف میرا ہاتھ بڑھنے نہیں دیتا' یہ مسلمانوں کا مال ہے' میں صرف اس کا امین ہوں اور اس میں سے ایک درہم کا بھی مستحق نہیں البتہ حمص میں میری تین دکانیں موجود ہیں' ان میں تمہیں اختیار ہے۔ انہیں بیچ ڈالو یا ان کے کرایہ سے اپنی ضرورت پوری کر لو۔" نورالدین کا ایوانِ عدالت زبردستوں کے لیے ہیبت گاہ اور زیردستوں کی جائے پناہ تھا۔ سلطان کی وفات کے بعد یہ نقشہ بدل گیا اور دمشق کی گلیوں میں ایک مظلوم رو رو کر پکارتا ہوا سنا گیا کہ اے نورالدین تو کہاں ہے۔ خاک سے اٹھ اور ہم ستم زدوں کی فریاد سن"۔

ایک اور مشہور عیسائی مؤرخ آرچر اپنی کتاب "کارزار صلیبیہ" میں نورالدینؒ کے متعلق یوں رقمطراز ہے "نورالدین ان عظیم الشان بادشاہوں میں تھا جو شاہان شام میں مشہور گزرے ہیں عیسائیوں نے خود اس کی بہادری اور کامیابی کا اقرار کیا ہے۔ آئندہ اور موجودہ صدی کے مسلمانوں کے لیے وہ قابلِ تقلید تھا"۔ طائر کا پادری ولیم لکھتا ہے "گو کہ وہ مسیحیوں کی جان کا خواہاں رہتا تھا لیکن اپنی قوم کے رسم و رواج کے اعتبار سے وہ حاکم منصف' عاقل و دیندار تھا۔ سب سے بڑھ کر اس کی عدالت تھی جس کے باعث رعایا اس سے محبت کرتی تھی۔ اپنی وسیع سلطنت میں کوئی ناجائز ٹیکس نہ لیتا اور عامیوں کی طرح زندگی بسر کرتا تھا۔ اس کے انصاف کی وجہ سے غیر ملک والے اس کی عملداری میں آ آ کے بستے تھے۔ نورالدین گو خود ایک ہنرمند نبرد آزما اور اپنے باپ کے مانند سپاہیوں کے حقوق کا نگران تھا لیکن وہ لوٹ مار کی اجازت کبھی نہ دیتا تھا تو بھی اس کے تابعین اس سے محبت کرتے اور لڑائی میں پائے استقلال جمائے رکھتے کیونکہ ان کو وثوق تھا کہ اگر کام آئے تو ہمارا مالک ہمارے بال بچوں کی خبر لیتا رہے گا' کھانے پینے اور پہننے میں نورالدین شریعت کا جتنا خود پابند تھا اتنا ہی اسلاف کے خلاف اپنی رعایا سے بھی پابندی کراتا۔ وغیرہ وغیرہ۔" (کارزار صلیبیہ ٹی اے آرچر مترجمہ اثر لکھنوی)

اسی طرح دوسرے متعدد عیسائی مؤرخین نے بھی نورالدین محمود کو شاندار الفاظ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خراجِ تحسین پیش کیا ہے گو ایسا کرتے ہوئے وہ اپنے خُبثِ باطن کے اظہار سے بھی نہیں چوکے اور اس کو مکار اور حریص تک کہہ ڈالا ہے لیکن صداقت بہر حال صداقت ہے' ہزار پردوں سے بھی چھن کر باہر آ جاتی ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب "یہ تو" حدیثِ دیگراں' تھی اپنوں میں عرب مُؤرّخین نے سلطان نورالدّینؒ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور اس سے عربی دان حضرات بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں لیکن حیرت ہے کہ اسلام کے اس بطلِ جلیل کی سیرت پر اردو زبان میں آج تک کوئی جامع اور مربوط کام نہیں ہوا۔ اگر ماضی میں کسی بزرگ نے اس سلسلہ میں کوئی کام کیا ہے تو وہ بھی آج کل نظروں سے اوجھل ہے۔ آج سے قریباً ایک صدی پہلے علاّمہ شبلی نعمانیؒ نے رائل ہیروز آف اسلام (نامور فرمانروایانِ اسلام) کا ایک سلسلہ لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے جن نامور مسلم فرمانرواؤں کو منتخب کیا ان کے نام یہ ہیں:

حضرت عُمرِ فاروقؓ' ولید بن عبدالملک' مامون الرشید' عبدالرحمٰن ناصر' سیف الدولہ' ملک شاہ سلجوقی' نورالدّین محمود' صلاح الدّین ایّوبی فاتحِ بیت المقدس' یعقوب بن یوسف' سلیمانِ اعظم

الفاروق (سیرت خلیفہ دوم حضرت عُمرِ فاروقؓ) اور المامون (حیاتِ مامون الرشید عباسی) اسی سلسلہ کی دو کڑیاں تھیں۔ افسوس کہ دوسری مصروفیات نے علاّمہ موصوفؒ کو اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اس سلسلہ کو مکمّل کر سکتے۔ آخر عمر میں تو وہ یکسر "سیرۃ النّبی ﷺ" کے لیے وقف ہو کر رہ گئے تھے۔ سیرت نگاری ایک مشکل فن ہے اور سلطان نورالدّین محمود جیسی عظیم شخصیت کی سیرت نگاری کا حق علاّمہ شبلیؒ جیسا سحر طراز ادیب اور بے مثل محقق ہی ادا کر سکتا تھا لیکن قدرت کو ایسا منظور نہ تھا۔ اب بھی ملک میں ایسے اہلِ قلم بزرگ موجود ہیں جنہیں مبداءِ فیض نے اس فرض سے عہدہ برآ ہونے کی قابلیّت عطا فرمائی ہے لیکن معلوم نہیں وہ آج تک اس طرف کیوں متوجّہ نہیں ہوئے۔ اس کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نورالدّین محمودؒ کو تیسری صلیبی جنگ کے آغاز سے پہلے ہی معبودِ حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا اور یورپ کی مُتّحدہ طاغوتی قوتوں کو پاش پاش کرنے اور بیت المقدس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرعَلمِ اسلام نصب کرنے کی سعادت اس کے لائق جانشین سلطان صلاح الدّین ایوبیؒ کے حصے میں آئی۔ اس کارنامۂ عظیم کی بدولت سلطان صلاح الدّینؒ کو جو ہمہ گیر شہرت نصیب ہوئی اس نے سلطان نورالدّین محمودؒ کے نام اور کام کو پس منظر میں ڈال دیا حالانکہ سلطان صلاح الدّینؒ نے سلطان نورالدّینؒ ہی کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی تھی اور اسی کے شروع کیے ہوئے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ سلطان صلاح الدّین ایوبیؒ کی عظمت اور مجاہدانہ کارنامے اپنی جگہ پر مسَلّم لیکن اس حقیقت سے انکار کرنا بھی ممکن نہیں کہ وہ نورالدّین محمودؒ ہی کی سونتی ہوئی تلوار تھا۔ اس کے عظیم مُربّی کو یکسر گوشۂ گمنامی میں ڈال دینا انصاف سے بعید ہے۔ نورالدّین محمودؒ کی عظیم شخصیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ عرب مُورّخین کو سلطان صلاح الدّینؒ کے لیے ''نورالدّین ثانی'' سے بڑھ کر کوئی موزوں لقب نہیں ملا۔ حق تو یہ ہے کہ ان دونوں درویش صفت مجاہدوں کو نامورانِ اسلام کی صف میں برابر کی جگہ ملنی چاہیے۔ الحمدُللہ کہ سلطان صلاح الدّینؒ پر اردو زبان میں کافی کام ہو چکا ہے۔ البتہ سلطان نورالدّینؒ سے بے اعتنائی برتی گئی ہے اور اسی بے اعتنائی نے مجھ جیسے ہیچمدان کو مجبور کیا ہے کہ وہ اپنی قوم کو قدرے تفصیل کے ساتھ اس ''جامع سیف و تسبیح'' مثالی حکمران سے متعارف کرائے جس پر وہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے لیکن بے جا نہ ہوگا کہ یہاں سر سیّد احمد خان مرحوم کے ان الفاظ کا اعادہ کر دیا جائے جو انہوں نے ۱۸۸۹ء میں المامون (مصنّفہ علاّمہ شبلی نعمانیؒ) کے دیباچہ میں لکھے تھے۔

> ''یہ نہایت سچا مقولہ ہے کہ وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے ان کاموں کو جو یاد رکھنے کے قابل ہیں' بُھلا دے یا ان کو نہ جانے۔ بزرگوں کے قابلِ یادگار کاموں کو یاد رکھنا اچھا اور برا دونوں طرح کا پھل دیتا ہے اگر خود کچھ نہ ہوں اور نہ کچھ کریں اور صرف بزرگوں کے کاموں پر شیخی کیا کریں تو استخوانِ جَد فروش کے سوا کچھ نہیں اگر اپنے میں ویسا ہونے کا چسکا ہو تو وہ امرت ہے''

سلطان نورالدّین محمودؒ بلاشبہ ہمارے ان بزرگوں میں ہے جن کے مُہتم بالشّان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارناموں سے تاریخ کے صفحات گرانبارِ احسان ہو رہے ہیں اور یہ کارنامے فی الحقیقت ایک زندہ قوم کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ مسلمان مؤرخین میں سے اکثر کی رائے یہ ہے کہ سلطان نورالدین اپنے بینظیر ذاتی محاسن' خشیتِ الٰہی' زہد و تقویٰ' جود و سخا' شوقِ جہاد' علم و فضل' عدل و انصاف' خدمتِ خلق' تبلیغِ حق اور اشاعتِ تعلیم کی بدولت اولیاء اللہ کی صف میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ سلطان کی سیرت کا مطالعہ کر کے معلوم ہوتا ہے کہ ان مورخین کی رائے بالکل درست ہے اور اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں۔ فی الواقع سلطانؒ کا وجود مسلمانوں کے لیے اللہ کی رحمت ثابت ہوا۔ اسلام کا یہ فرزند جلیل ایسے عدیم المثال کردار کا حامل تھا کہ اس پر قلم اٹھانے والا لامحالہ یہ شعر پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

کارِ ملّت مُحکم از تدبیرِ اُو
حافظِ دینِ مُبیں شمشیرِ اُو
عہدِ صِدّیقؓ از جمالش تازہ شُد
عہدِ فاروقؓ از جلالش تازہ شُد (اقبالؒ)

ظاہر ہے کہ ایسے جامع صفات رجل عظیم کی سیرت نگاری بڑا ہی مشکل کام ہے اس کے لیے بڑے وسیع علم' دقّتِ نظر' محنت اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ راقم الحروف کو اعتراف ہے کہ وہ کسی صورت میں بھی اس کام کا اہل نہیں۔ یہ مختصر سی تالیف تو محض اہلِ قلم اور اہل علم بزرگوں کو اس کام کی طرف متوجہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ آج ہمارے نوجوان ناولوں کے رسیا ہیں اور آئے دن شائع ہونے والے ''اسلامی تاریخی'' ناولوں نے انہیں کہیں کا نہیں رکھا۔ ان ناولوں میں ''عشق و عاشقی'' کی جگہ پیدا کرنے کے لیے تاریخ کو بُری طرح مسخ کیا گیا ہے۔ نوجوان ذہنوں پر اس کا جو اثر پڑ سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ نوجوانانِ قوم میں ٹھوس علمی و ادبی اور تاریخی کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے کیونکہ اسی سے ان کے موجودہ ذہنی رجحان اور فکر و نظر میں صحت مند انقلاب پیدا ہو سکتا ہے ایسی کتابوں سے سہ گونہ مقاصد حاصل ہوں گے ایک تو اردو زبان کا دامن مالا مال ہو گا' دوسرے اسلاف کو بقائے دوام کی زندگی ملے گی اور تیسرے قوم میں حمیّت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کی اعلیٰ اقدار کو اپنانے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ اس ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل وہ الفاظ یہاں نقل کر دیں جو نامور مؤرخ مولانا عبدالرزاق کانپوریؒ نے اپنی عظیم الشان تصنیف "نظام الملک طوسی" کے دیباچہ میں لکھے ہیں۔

"دنیا کی تمام مہذّب اقوام کی طرح ہمارا بھی فرض ہونا چاہیے کہ ان اسلاف کو جو صفات خاص سے اپنے زمانہ مین ضرب المثل تھے بقائے دوام کی زندگی سے محروم نہ رکھیں اور یہ زندگی ان کو اس طرح میّسر آ سکتی ہے کہ انہوں نے اپنی حیاتِ مستعار میں جو معرکتہ الآرا کام کیے ہیں ہم ان کو منظرِ عام پر لائیں اور گمنامی کے ساتھ صفحۂ ہستی سے نہ مٹنے دیں کیونکہ معمولی مرنا تو وہ مر چکے لیکن اصلی موت کا وہ دن ہوگا جس دن ان کے کارنامے ہماری غفلت سے مٹ جائیں گے"۔

سچ پوچھیے تو یہی الفاظ زیرِ نظر کتاب کی تالیف کے مُحرّک ہوئے ہیں اور برا بھلا جو کچھ بھی مجھ سے بن پڑا ہے لکھ کر حاضر کر دیا ہے۔

ع برگِ سبز است تحفۂ درویش

آخر بالکل کچھ نہ کرنے سے کچھ تو کرنا بہتر ہے۔ قارئینِ کرام نے اس جذبہ کی قدر کی تو میری خوش قسمتی ہوگی ورنہ من آنم کہ من دانم۔ مجھے امید ہے کہ اہلِ علم بزرگ میری حقیر علمی استعداد کے پیشِ نظر اس کتاب کو سیرت نگاری کے اعلیٰ بلکہ ادنیٰ معیار پر بھی نہیں جانچیں گے اور اس کے اسقام کا سختی سے محاسبہ نہیں فرمائیں گے ہاں ناشرین اور مؤلف کو ان سے مُطلّع فرمائیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔ بشرطِ زندگی آیندہ اشاعت میں ان اسقام کے دور کرنے کی مقدور بھر سعی کی جائے گی۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

راجیِ غفران وشفاعت

طالب الہاشمی

طبع جدید جنوری 2005ء

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

(۱)

تاریخِ عَالَم کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو دنیا کی مختلف قوموں کے اسبابِ عروج وزوال کا آسانی سے تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ قانونِ قدرت سب قوموں کے لیے یکساں ہے۔ جب کسی قوم نے چند خاص اصولوں کو مضبوطی سے اپنا لیا وہ برابر ترقی کی منزلیں طے کرتی گئی جب اس نے ان اصولوں کو ترک کر دیا تو کوئی تدبیر اس کو قعرِ مذلّت میں گرنے سے نہ بچا سکی۔ اقوام وملل کو اوجِ کمال تک پہنچانے کے لیے جو عوامل کارفرما رہے ہیں۔ ان میں اتحاد، بے غرضی اور جفا کوشی کو ہمیشہ نمایاں اہمیّت حاصل رہی ہے جب کوئی قوم باہمی تشتت وافتراق میں مبتلا ہو گئی اور جادۂ اعتدال سے ہٹ کر اسراف وتبذیر اور عیش پرستیوں میں مشغول ہو گئی تو اس پر تنزّل اور ادبار کے دروازے کھل گئے اور ذلت ومسکنت کے مہیب عفریت نے آناً فاناً اسے اپنے جبڑوں میں دبوچ لیا۔ قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ سرِدست ہمارے مبحث سے خارج ہے۔ ہم یہاں صرف ان حقائق پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے جو پانچویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام کو سیاسی زوال اور قومی تنزّل کی آخری حد تک پہنچانے پر منتج ہوئے۔ خلافتِ راشدہ کے بابرکت دَور کے بعد عَالَمِ اسلام کی زمامِ اقتدار بنوامیّہ کے ہاتھ آئی۔ اُمویوں کی شخصی حکومت کی ہزار خرابیوں کے باوجود ان کے دَور میں اسلامی دنیا کی مرکزیت قائم رہی اور دینی سیاسی اور نسلی یک جہتی کے لحاظ سے مسلمانوں کا شیرازہ بندھا رہا۔[1] اسی مرکزیت اور یک جہتی کی

[1] نسلی یک جہتی سے ہماری مراد نسلی تفوق نہیں ہے بلکہ غرضِ مُدّعا یہ ہے کہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدولت انہوں نے اسلامی فتوحات کو وسعت دے کر مشرق و مغرب میں دُور دُور تک پھیلا دیا۔ دوسری صدی ہجری میں جب گردشِ زمانہ نے بنو امیّہ کے قصرِ اقتدار کو منہدم کر دیا تو بنو عبّاس نے اس کے کھنڈروں پر اپنی شوکت و سطوت کی عمارت تعمیر کی۔ عباسیوں کے اقبال کی بہار حقیقی معنوں میں صرف ایک صدی تک رہی اور اس زمانہ میں ہارون الرشید اور مامون الرشید جیسے فرمانرواؤں نے دَولتِ عبّاسیہ کو انتہائی عروج پر پہنچا دیا تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ خلافتِ عبّاسیہ کے آغاز ہی میں مسلمانوں کی مرکزیت اور یک جہتی کا شیرازہ بتدریج بکھرنا شروع ہو گیا تھا۔[1]

عبّاسیوں نے حصُولِ سلطنت کے لیے عربوں کے خلاف عجمیوں کو استعمال کیا تھا اور اس طرح مِلّتِ اسلامیہ کے جسد میں نسلی عصبیّت کا زہر گھول دیا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا' عربی اور عجمی عناصر میں عصبیّت کا جذبہ شدید ہوتا گیا اور امین الرشید اور مامون الرشید کے عہد تک پہنچتے پہنچتے انہوں نے دو متحارب فریقوں کی صورت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ معتصم باللہ کے عہد میں ان کے جوڑ توڑ نے عبّاسی سلطنت کو نمایاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

بنو اُمیّہ میں حکمران اور مالدار طبقوں سے قطعِ نظر عام لوگوں کا طرزِ حیات زیادہ سے زیادہ سادہ اور تکلّفات سے دور تھا اور اس پر عربوں کے سادہ بدوی تمدّن اور معاشرت کی چھاپ لگی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ان کا عمودِ مذہب اور مدارِ استدلال کتاب و سُنّت کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ عوام النّاس کا رجحانِ طبع ہی تھا کہ اگر ذی ثروت طبقہ ترَفّہ اور تنعّم کی چیزوں کو اختیار بھی کرنا چاہتا تھا تو اس کو ان میں عربی ذوق اور میلان کے مطابق مناسب تبدیلیاں کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا تھا کیونکہ بصورتِ دیگر رائے عامہ کی زبردست قوت ان کو اور کچھ نہیں تو رُسوا ضرور کر سکتی تھی۔

[1] دُنیائے اسلام کی مرکزیت پر پہلی ضرب اس وقت لگی جب دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے عہد میں عبدالرحمٰن الداخل (اُموی) نے ہسپانیہ میں ایک خودمختار حکومت کی بنیاد ڈالی جس نے بعد میں ایک الگ خلافت کی صورت اختیار کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطرے سے دوچار کر دیا۔ عباسی حکمران اگر دانش مندی اور سوجھ بوجھ سے کام لیتے اور عصبیت جاہلیہ کے اس خطرناک مسئلہ کو اسلام کے غیر متبدل اصولوں کی بنیاد پر حل کرنے کی سعی کرتے تو فی الواقع وہ ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیتے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتا اور ملّتِ اِسلامیہ کے لیے عظیم کامرانیوں اور سعادتوں کا باعث بنتا[1] لیکن بدقسمتی سے ان حکمرانوں کے ذہنی اور عقلی قوا مفلوج ہو چکے تھے۔ انہوں نے اس مسئلہ کو حل کرتے کرتے اور مسائل کھڑے کر دیے اور پھر مسائل در مسائل کا ایسا چکر چلا کہ دنیائے اسلام اپنے شاندار ماضی کی روایات کا ماتم کدہ بن گئی۔[2]

آٹھویں عبّاسی خلیفہ المعتصم باللہ (۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ) نے عربوں اور عجمیوں کے متضاد عناصر کے خلاف ایک تیسرے (یعنی ترکی) عنصر کو ابھارا۔ اس نے نہ صرف خود ترکی وضع اختیار کر لی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ترکی کی ایک زبردست فوج مُرتّب کی اور ہزروں ترک غلاموں کو حکومت کے مختلف عہدوں پر فائز کر دیا۔ یہ لوگ شاہانہ خلعت پہنے اور سونے کی پٹیاں باندھے بازاروں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے اور لوگوں کو دِق کرتے تھے' ان کی چیرہ دستیوں سے اہلِ بغداد اس قدر تنگ ہوئے کہ آخر خلیفہ کو ترکوں کے لیے بغداد سے کئی میل دور ایک نیا شہر سامرا یا "سُرَّمَنْ رَائ" بسانا پڑا اور وہ خود بھی

---

[1] اسلام میں نسلی اور گروہی عصبیت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں فضیلت کا صرف ایک معیار ہے اور وہ ہے تقویٰ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات: ۱۳)
"تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو زیادہ پرہیزگار ہیں۔"
اسی طرح رسولِ اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر امت مسلمہ کو جو انقلاب انگیز پیغام دیا۔ اس میں فرمایا: یَآاَیُّھَا النَّاسُ' اَلَااِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ لَافَضْلَ لِعَرَبِیِّ عَلٰی عَجَمِیِّ وَلَا لِعَجَمِیِّ عَلٰی عَرَبِیِّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی (لوگوں سن لو' تمہارا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ کے لحاظ سے)

[2] اس کا سبب عیش و آرام کی زندگی اور عجمی تہذیب کا اثر و نفوذ تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وہاں جا کر مقیم ہو گیا۔[1]

(۴)

معتصم کا جانشین الواثق باللہ (۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ) اپنے باپ کی وضع کی ہوئی حکمت عملی پر سختی سے کاربند رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبارِ حکومت میں ترکوں کا عمل دخل بتدریج بڑھتا گیا یہاں تک کہ اس کے انتقال پر دوسرے تمام عمائدِ سلطنت کی رائے کے خلاف ترکوں نے المتوکل علی اللہ کو مسندِ خلافت پر بٹھایا۔ اس کے بعد پوری ایک صدی تک ترک غلام خلافتِ عباسیہ کی قسمت سے کھیلتے رہے اور خلفاء کو کٹھ پتلیوں کی طرح اٹھاتے اور گراتے رہے۔ ۲۴۷ھ میں انہوں نے المتوکل علی اللہ کو اس کے اپنے بیٹے المستنصر باللہ کے ہاتھوں مروا دیا۔ چھ ماہ بعد ایک طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار دینار رشوت دے کر زہر آلود نشتر سے مستنصر کی فصد لینے پر آمادہ کیا اور اسی کے نتیجہ میں وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد المستعین باللہ (۲۴۸ھ تا ۲۵۲ھ) کو انہوں نے اس قدر ستایا کہ اس نے سامرا سے بھاگ کر بغداد میں پناہ لی۔ جب وہ ترکوں کے بلانے پر واپس نہ آیا تو اس کو معتز باللہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیا۔ معتز نے پہلے اس کو نظر بند کر دیا اور چند ماہ بعد ترکوں کے ایما پر قتل کرا دیا۔ تین ہی برس گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے معتز کو نہایت ذلّت کے ساتھ معزول کر دیا اور پھر بڑی سفاکی کے ساتھ اس کو مار ڈالا۔[2]

۱؎ یہ اس قوم کی حالت تھی جس کے فرزندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ (الحجرات:۱۰۵)

مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

۲؎ معتز ترکوں کے نزدیک لاکھ برا سہی بہرصورت وہ خلیفۂ وقت (Head of State) تھا۔ ان ظالموں نے اس کے ساتھ ایسا ہولناک برتاؤ کیا کہ تہذیبِ انسانی نے سر پیٹ لیا۔ وہ قصرِ خلافت میں زبردستی گھس گئے اور خلیفہ کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔ پہلے اس کو ڈنڈوں سے پیٹا گالیاں دیں اور اس کے کپڑے تار تار کر ڈالے پھر اسے برہنہ سر دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ وہ بے چارہ تپتی ہوئی زمین پر ایک پاؤں رکھتا اور ایک اٹھاتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ جو ترک آتا تھا اس کے منہ پر طمانچہ مارتا تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہتدی باللہ (۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ) نے خلافت کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کی اور ترکوں کا زور توڑنا چاہا تو انہوں نے اس سے جنگ کی اور گرفتار کر کے بڑی بیدردی سے قتل کر ڈالا۔ اٹھارویں[۱۸] عباسی خلیفہ مقتدر باللہ (۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ) کے قتل کے بعد انہوں نے قاہر باللہ کو ۳۲۲ھ میں معزول کر کے اندھا کر دیا۔ پھر مُتقی باللہ (۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ) کو اندھا کر کے معزول کر دیا۔

اس طویل مدت میں بغداد پر عملاً ترک غلاموں کی حکمرانی تھی اور خلفاء کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔ ترکوں کا سردار امیر الامراء کہلانے لگا تھا اور خطبہ میں اس کا نام خلیفہ کے نام کے ساتھ لیا جاتا تھا۔

۳۳۴ھ/۹۴۵ء میں ترکوں کی جگہ آلِ بُویہ (شاہانِ دَیلم)[۱] نے لی اور تقریباً ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

جب اس کی حالت ابتر ہوگئی تو مارتے ہوئے لے گئے اور تین دن تک بے آب و دانہ قید رکھا پھر ایک تہ خانے میں بند کر کے اس کا دروازہ چن دیا اور وہیں انتہائی بیکسی کے عالم میں اس کا دم نکل گیا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَاأُولِي الْأَبْصَار

۱۔ اس خاندان کا بانی ایک گمنام ماہی گیر ابوشجاع بُویہ تھا۔ اس کا تعلق بحیرہ خزز کے جنوب مغربی ساحل پر آباد ایک جنگجو قبیلہ سے تھا۔ جو دیلمی کہلاتا تھا۔ چوتھی صدی ہجری کی ہنگامہ پرور فضا میں ابوشجاع بُویہ کو بھی حکومت کا شوق چرایا اور اس نے علویوں اور سامانیوں کی باہمی جنگوں میں حصہ لے کر اپنی قوت مضبوط کر لی پھر اس کے تین بیٹوں علی احمد اور حسن نے رفتہ رفتہ رَے طبرستان جرُجان اور فارس پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ فارس کی حکومت علی بن بُویہ کے ہاتھ آئی۔ جب بغداد میں ترکوں کا ظلم وستم حد سے بڑھ گیا تو خلیفہ مستکفی باللہ نے علی بن بویہ سے امداد کی درخواست کی۔ علی نے اپنے بھائی احمد کو ایک زبردست فوج دے کر بغداد روانہ کیا۔ ترک اس کی آمد کی خبر سن کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ خلیفہ نے احمد کو معزّالدّولہ اور رکن الدّولہ کے خطاب دے کر فارس اور الجبال کی حکومت کا پروانہ عطا کیا۔ معزّالدّولہ نے کچھ عرصہ بعد خلیفہ مستکفی کو اندھا کر کے قید کر دیا اور مطیع اللہ کو خلیفہ بنا دیا۔ اسی معزّالدّولہ نے بغداد میں عید غدیر اور تعزیہ داری کی رسوم جاری کیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی تک وہ خلافتِ عباسیہ پر چھائے رہے۔ خلیفہ کی حیثیت محض ان کے وظیفہ خوار کی تھی اور اس کو اپنے اخراجات کے لیے پانچ ہزار دینار روزانہ مل جاتے تھے۔ دیلمیوں کے دور اقتدار میں شیعہ سُنّی فسادات نے وہ زور باندھ کہ آئے دن بغداد کے بازاروں میں خون کی ندیاں بہہ جاتی تھیں لیکن بات صرف شیعہ سُنّی جھگڑوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ اور بھی بے شمار فرقوں اور سیاسی و مذہبی فتنوں نے مِلّتِ اسلامیہ کو ہولناک خلفشار میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس دوران میں خلافتِ عباسیہ کے ضُعف اور ابتری کی یہ حالت ہوئی کہ بغداد اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو چھوڑ کر باقی صوبوں میں خود مختار حکومتیں قائم ہو گئیں جن میں سے ہر ایک اَنَا وَلَا غَیْرِی کا کوس بجا رہی تھی۔[1] ستم بالائے ستم یہ کہ ان خود مختار حکومتوں کے فرمانروا بھی آپس میں لڑنے بھڑنے میں مصروف رہتے تھے اور ایک مرکز پر جمع ہو جانے کی بجائے ہر وقت ایک دوسرے کے علاقے ہتھیانے کی فکر میں رہتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ ان چھوٹے چھوٹے حکمران خاندانوں میں سے بعض ایسے اولوالعزم فرمانروا اٹھے جنہوں نے چار دانگِ عالَم میں اپنی ناموری کے جھنڈے گاڑ دیے لیکن وہ عالَمِ اسلام کو ایک مرکز پر اکٹھا نہ کر سکے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمان قوم نے مِن حَیْثُ الْمَجْمُوع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

اس کے بعد عزّ الدّولہ' عضد الدّولہ' شرف الدّولہ' بہاؤ الدّولہ' سلطان الدّولہ' مشرف الدّولہ' جلال الدّولہ' ملک العزیز محی الدین ابو کالیجار اور ملک الرّحیم یکے بعد دیگرے برسرِ اقتدار رہے۔ ملک رحیم کے عہد میں آلِ سلجوق نے ان کے اقتدار اور حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

[1] ان خود مختار حکومتوں میں طاہریہ (خراسان) طولونیہ (مصر) صفاریہ (خراسان' فارس' کردستان و سیستان) سامانیہ (ماوراء النہر خراسان وغیرہ) زیاریہ (طبرستان' جرجان' اصفہان' ہمدان' حلوان) ساجیہ (آرمینیا' آذربائیجان) اخشیدیہ (مصر' شام و حجاز) غزنویہ (خراسان' غزنی' پنجاب' افغانستان' ماوراء النہر' خراسان' رے و اصفہان وغیرہ) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان حکومتوں نے اپنے اپنے وقت پر عروج حاصل کیا اور پھر ایک دوسرے کے ہاتھوں مٹ گئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ متحد ہو جاؤ اور فرقہ بندی نہ کرو) کے فرمانِ الٰہی کو یکسر فراموش کر ڈالا تھا۔

(۶)

ان متفرق خود مختار حکومتوں کے علاوہ دو اور خلافتیں بھی معرضِ وجود میں آ چکی تھیں۔ ہسپانیہ میں اُموی خلافت ترقی کرتے کرتے ۳۵۰ھ تک انتہائی عروج پر پہنچ گئی اس کے بعد اس کا دَورِ زوال شروع ہو گیا اور ۴۲۲ھ میں وہ طوائف الملوکی کا شکار ہو گئی۔ اس کا فائدہ اٹھا کر پہلے مرابطین اور پھر مُوَحِّدِین نے ہسپانیہ پر اپنا تسلّط جما لیا۔ فاطمی خلافت کا آغاز شمالی افریقہ سے ہوا پھر اس نے مصر پر قبضہ کر کے پہلے فسطاط اور پھر قاہرہ کے نوتعمیر شہر کو اپنا مرکز حکومت بنایا۔ یہ خلافت ترقی کرتے کرتے شام حجاز بلکہ عراق کے ایک حصے پر بھی متصرّف ہو گئی اور مکّہ معظمہ اور مدینہ منورہ تک میں اس کا خطبہ جاری ہو گیا۔

بغداد میں جب آلِ بُوَیہ کا آفتاب اقبال ڈھل گیا تو ۴۴۷ھ میں خلیفہ قائم بامر اللہ کے ایک امیر بساسیری نے قوت حاصل کر کے عباسی خلافت کے عین مرکز (بغداد) میں فاطمی خلیفہ المستنصر باللہ (۴۲۷ھ تا ۴۸۷ھ) کا خطبہ جاری کر دیا اور قصر خلافت پر سیاہ عباسی علم کی جگہ سفید فاطمی پرچم نصب کر دیا۔ اس کی تقلید واسط کوفہ اور دوسرے شہروں میں بھی کی گئی۔ عبّاسی سلطنت میں کامل ایک سال تک فاطمی خلافت کا خطبہ پڑھا جاتا رہا لیکن عبّاسی خلیفہ کو دَم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔[1]

(۷)

اس پُر آشوب دَور میں عبّاسی خلافت اور دوسری مسلمان حکومتوں کی کمزوری اور دینی

---

[1] ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ساری دنیائے اسلام میں ایک ہی خلافت ہوتی اور مسلمانوں کا ایک ہی مرکز ہوتا لیکن بیک وقت تین حریف خلافتوں نے "اسلامی خلافت" کو بازیچۂ اطفال بنا کر رکھ دیا۔ ان تینوں خلافتوں کو ایک دوسرے کی بد اندیشی کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ اپنے اپنے دوائر میں اگر انہوں نے کوئی قابلِ قدر کام کیا بھی تو بالآخر ان کے باہمی مناقشات نے اس پر بھی پانی پھیر دیا اور اس طرح ملّتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھر گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمیت کے فقدان کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ ۳۱۸ھ میں اسمٰعیلیوں کی ایک شاخ قرامطہ نے اپنے سردار ابو طاہر کی قیادت میں عین حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ پر حملہ کیا اور ہزاروں حاجیوں کو طواف کی حالت میں شہید کر ڈالا اور شہیدوں کی لاشیں چاہِ زمزم میں ڈال دیں۔ بدبخت قرامطیوں نے جو مسلمان کہلاتے تھے اسی پر بس نہیں کی بلکہ خانۂ کعبہ کے دروازے اور حجرِ اسود تک کو توڑ ڈالا اور گیارہ دن تک اہل مکہ کو دل کھول کر لوٹا پھر حجرِ اسود اور کعبہ کے قیمتی سامانِ آرائش کو اونٹوں پر لاد کر چلتے بنے [1]۔

(۸)

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے ۴۴۷ھ/۱۰۵۵ء میں عباسی خلافت پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی اور خاص اس کے دارالخلافہ بغداد میں فاطمیوں کا خطبہ پڑھا جا رہا تھا۔ عین اس وقت سلجوقی ترکوں نے ترکستان سے اٹھ کر عباسی خلافت کو مٹنے سے بچا لیا۔ سلجوقیوں کے نامور سردار طغرل بیگ کو جونہی عباسی خلیفہ کی حالتِ زار کا علم ہوا وہ فاتحانہ یلغار کرتا ہوا بغداد پہنچا اور بساسیری کا اقتدار ختم کر کے خلیفہ کو تختِ خلافت پر بٹھایا اور خود ملکی اختیارات سنبھال کر اپنی تلوار اور ارادے کے زور سے حکومت کرنے لگا۔ اس طرح بُویہ خاندان کے سرداروں کی جگہ سلجوقی حکمران بغداد کی قسمت کے مالک بن گئے۔ تاہم سلجوقیوں نے خلیفہ کی ظاہری شان و شوکت اور جلال و احترام کو برقرار رکھا۔

۴۴۷ھ/۱۰۵۵ء سے ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء تک عباسی خلافت کی زِمامِ اقتدار یکے بعد دیگرے تین نامور سلجوقی سلطانوں کے ہاتھوں میں رہی۔ ان کے عہد میں عباسی حکومت کی بگڑی ہوئی ساکھ پھر بن گئی اور اس کی کمزوری کے دن پلٹ گئے۔ اگرچہ ہسپانیہ (اندلس) اور مصر کی حریف حکومتوں کی طرف سلجوقیوں نے زیادہ توجہ نہیں کی تاہم انہوں نے دوسری چھوٹی بڑی تمام خودمختار اور سرکش حکومتوں کو مٹا کر عباسی سلطنت کو پھر متحد کر دیا۔ سلجوقیوں

---

[1] حجرِ اسود بیس برس تک قرامطہ کے قبضے میں رہا اور کہیں ۳۳۹ھ میں (بعہدِ خلافت) مطیع اللہ عباسی دوبارہ مکہ میں واپس لایا گیا اور اپنی جگہ پر نصب کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا یہ دور اقبال ان کی فتوحات' عظیم الشان علمی سیاسی و رفاہی کارناموں اور وسعت سلطنت کے لحاظ سے تاریخِ اسلام کے بہترین زمانوں میں شمار ہوتا ہے[1]

---

[1] سلاجقہ کے دَورِ اقبال کے تین نامور سلاطین طغرل بیگ الپ ارسلان اور ملک شاہ تھے۔

۱-طغرل بیگ کا زمانۂ حکومت ۴۲۹ھ/۱۰۳۷ء تا ۴۵۵ھ/۱۰۶۳ء ہے۔طغرل بڑا بہادر اور اولوالعزم شخص تھا' اس نے چھبیس سال کی مسلسل تیغ آزمائی کے بعد ایک وسیع سلطنت قائم کی جس میں ایران' عراق' شام اور فلسطین کے کئی علاقے اور مرد نیشاپور اور ہرات وغیرہ شامل تھے۔ اس کا عَلَمِ اقتدار جلد سے جیحوں تک لہراتا تھا۔ایک دفعہ روم پر چڑھائی کی اور رومیوں کو پے در پے کئی شکستیں دے کر واپس گیا۔ ۴۵۵ھ میں رَے کے مقام پر ستّر سال کی عمر میں وفات پائی۔طغرل غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا۔خلیفۂ بغداد کی خدمت و حفاظت کا ذِمّہ لے کر اس نے عبّاسی خلافت کو مٹنے سے بچالیا۔ یہ اسی کا کام تھا کہ غزنویوں کی عظیم الشّان سلطنت کو چند سال کے اندر بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا۔وفات کے وقت اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔

۲-الپ ارسلان طغرل بیگ کا بھتیجا تھا۔اس کا زمانۂ حکومت ۴۵۵ھ/۱۰۶۳ء تا ۴۶۵ھ/۱۰۷۳ء ہے۔ اس نے اپنے عہدِ حکومت میں حجاز اور حلب فاطمیوں سے چھین لیے اور گرجستان و آرمینیا کو فتح کر کے قدیم مسیحی ریاست (Bagartids) کا خاتمہ کر دیا۔ ۴۵۷ھ/ ۱۰۶۵ء میں اس نے اپنے آبائی وطن ماوراء النّہر اور ترکستان پر قبضہ کرلیا۔ ۴۶۳ھ/ ۱۰۷۱ء میں اس نے ملاذ گرد کے مقام پر رومی شہنشاہ رومانوس کو ذِلّت انگیز شکست دی اور کروڑوں دینار کا مالِ غنیمت حاصل کیا۔ ۴۶۵ھ/۱۰۷۳ء میں یوسف خوارزمی نامی ایک قلعہ دار نے اس کی شاندار زندگی کا خاتمہ کر ڈالا۔

۳-ملک شاہ بن الپ ارسلان کا زمانۂ حکومت ۴۶۵ھ/۱۰۷۳ء تا ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء ہے۔ حدودِ چین سے انتہائے شام تک اور ماوراء النّہر سے یمن تک اس کی سلطنت کا جھنڈا لہراتا تھا یہاں تک کہ قیصرِ روم بھی اس کا باجگزار تھا۔اس کے عہد میں دولتِ سلجوقیہ نے عروج و اقبال اور عظمت و جلال کی آخری حدوں کو چھولیا۔ وہ نہایت راسخ العقیدہ مسلمان اور علماء و فضلاء کا بے حد قدر دان تھا۔اس کی سخاوت' حُسنِ اخلاق اور عدل و انصاف نے ہر کہ و مہ کے دل میں گھر کرلیا تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلجوقیوں کے سب سے زیادہ با اقبال بادشاہ ملک شاہ (۴۶۵ھ ۱۰۷۳ء تا ۴۸۵ھ ۱۰۹۲ء) کے آخری زمانے میں باطنیوں کی خفیہ تحریک نے سیاست کے میدان میں قدم رکھا اور عالم اسلام کی نامور شخصیتوں کو قتل کرنے کی ایک منظم سازش تیار کی[1]۔ چند سال کے اندر اندر باطنیوں کی سرگرمیوں نے عالم اسلام کو اتنا شدید نقصان پہنچایا کہ کوئی بڑے سے بڑا غیر مسلم دشمن بھی نہیں پہنچا سکتا تھا۔ انہوں نے اپنا سب سے پہلا شکار ملک شاہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

وہ مسلمانوں کا جس قدر بہی خواہ تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اس کے بھائی تکش نے ۴۷۳ھ میں عَلَمِ بغاوت بلند کیا تو وہ اپنے وزیر نظام الملک کے ہمراہ امام علی بن موسیٰ رضاؒ کے روضہ کی زیارت کو گیا۔ روضہ سے باہر نکل کر اس نے نظام الملک سے پوچھا: بِاَیِّ شَیْءٍ دَعَوْتَ" تو نے کس چیز کی دعا مانگی) اس نے جواب دیا۔ "دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ یَّنْصُرَكَ" (میں نے اللہ سے آپ کی فتح و نصرت کی دعا مانگی)۔ سلطان نے کہا کہ یہ دعا تو مناسب نہ تھی۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کی ہے۔ "اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ اَصْلَحْنَا لِلْمُسْلِمِیْنَ وَانْفَعْنَا لِلرَّعِیَّةِ" (الٰہی ہم میں سے تو اس کی مدد کر جو کہ مسلمانوں کے حق میں بہتر اور رعیت کے لیے زیادہ نفع بخش ہو) ملک شاہ نے پندرہ شوال ۴۸۵ھ (۱۸ نومبر ۱۰۹۲ء) کو وفات پائی۔

۱۔ باطنیوں کو "ملاحدہ باطنیہ" یا "حشیشین" بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا بانی رُے (یا قم) کا ایک شخص حسن بن صباح الحمیری تھا۔ وہ شروع شروع میں مذہب اسماعیلیہ کا پُرجوش داعی تھا لیکن بعد میں خود ایک مستقل فرقے کی بنیاد ڈالی اور ۴۸۳ھ میں شہر قزوین اور بحیرہ خزر کے مابین ایک قلعہ "قلعہ الموت" (آشیانہ عقاب) پر قبضہ کر کے اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی اور ایران کے متعدد کوہستانی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پیرو اس کو شیخ الجبال کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس نے اپنی جماعت کے کئی درجے بنا دیے جن کو داعی الدعاۃ' داعی الکبیر' داعی' رفیق' فدائی' لصیق اور عوام کا نام دیا۔ ان میں سے فدائی وہ لوگ تھے جو آنکھ بند کر کے بلا حیل و حجت "شیخ الجبال" کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ ان کا طریق کار یہ تھا کہ اپنے مخالفوں کو کسی نہ کسی طرح قتل کر دیتے تھے۔ چنانچہ ان کی چھریوں سے عالِم اسلام کی کئی نامور شخصیتیں قتل ہو گئیں۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلجوقی کے نامور وزیر خواجہ بزرگ نظام الملک طوسی کو چنا۱ اور ایک باطنی فدائی ابوطاہر حارث نے ۱۰ رمضان المبارک ۴۸۵ھ (مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۰۹۲ء) کو عالمِ اسلام کی اس عظیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

بعض مورخین کا بیان ہے کہ حسن بن صباح نے پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک سرسبز اور شاداب وادی میں مصنوعی جنّت بنا رکھی تھی وہ اپنے مریدوں کو بھنگ (حشیش) پلا کر اس جنت میں پہنچا دیتا اور پھر چند دن کے بعد اسی طریقہ سے ان کو باہر نکال دیتا۔ یہ لوگ دوبارہ جنت میں جانے کی آرزو میں اپنی زندگیاں "شیخ الجبال" کے تمام جائز و ناجائز احکام بجا لانے کے لیے وقف کر دیتے تھے۔ یہی "فدائی" دولت باطنیہ (یا دولت اسماعیلیہ مشرقیہ) کے بازوئے شمشیرزن تھے۔ حسن بن صباح نے ۲۸ ربیع الآخر ۵۱۸ھ کو نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے بعد قلعہ الموت کے تختِ حکومت پر کیّا بزرگ امید، محمد اول، حسن بن محمد، محمد ثانی، حسن ثالث، علاءالدّین محمد اور رکن الدّین خورشاہ یکے بعد دیگرے بیٹھے۔ موخرالذکر کے عہدِ حکومت (۶۵۳ھ تا ۶۵۴ھ) میں ہلاکو خاں نے قلعہ الموت پر قبضہ کرلیا اور ہزاروں باطنیوں کو قتل کر کے ان کی قوت ہمیشہ کے لیے توڑ دی۔ (شام اور مصر کے باطنی سلطان صلاح الدّین ایوبیؒ اور ملک الظاہر بیبرس کے ہاتھوں برباد ہوئے۔) اس کے بعد باطنیوں کو کبھی تختِ حکمرانی پر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔

۱- اس کا نام حسن کنیت ابوعلی اور لقب نظام الملک قوام الدین تھا۔ وزرائے اسلام میں سے اس بڑا مدبر اور علم دوست وزیر آج تک پیدا نہیں ہوا۔ ملک شاہ کی عظمت و شوکت اور رعایا کی خوشحالی فی الحقیقت اس کی کوششوں کی مرہون منت تھی۔ نظام الملک گیارہ ذیقعدہ ۴۰۸ھ کو نوقان (طوس) میں پیدا ہوا اور علومِ متداولہ کی تحصیل و تکمیل کے بعد داؤد بن میکائیل سلجوقی کے پاس چلا گیا۔ اس نے اس کو اپنے فرزند الپ ارسلان کا اتالیق مقرر کر دیا۔ طغرل بیگ (برادرِ داؤد) کی وفات پر الپ ارسلان مَسندِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے نظام الملک کو اپنا وزیر بنالیا۔ دس برس کے بعد جب الپ ارسلان شہید ہوا تو نظام الملک کی تائید و حمایت سے اس کا فرزند ملک شاہ تختِ حکومت پر بیٹھا۔ ملک شاہ نے اپنی سلطنت کا تمام کاروبار نظام الملک کے سپرد کر دیا اور وہ دولتِ سلجوقیہ کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیت کو شہید کر ڈالا۔ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد سلطان ملک شاہ نے بھی داعیِ اجل کو لبیک کہا اور اس کے ساتھ ہی سلجوقیوں کے شجرِ اقبال پر خزاں آ گئی۔ سلجوقی شہزادوں میں ہولناک خانہ جنگی شروع ہو گئی اور چند سال کے اندر اندر ان کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خود مختار حکومتوں میں بٹ گئی۔ سلجوقیوں کے زوال نے عباسی خلافت کو بھی پھر ضعف و انحطاط میں مبتلا کر دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ سے)

اس اپنے حُسنِ انتظام سے سلجوقی سلطنت کو ایک مثالی حکومت بنا دیا۔ وہ نہایت مُتَدَیِّن' نیک طینت اور علم دوست انسان تھا۔ شریعت کی پابندی کا یہ عَالَم تھا کہ جس وقت اذان کی آواز اس کے کانوں میں آتی' خواہ کیسے ہی اہم کام میں مشغول ہوتا اس کو چھوڑ کر نماز کی طرف لپکتا تھا۔ اس نے تمام عملداری میں بیشمار مکتب اور مدرسے قائم کیے اور ان کے اخراجات کے لیے نہ صرف شاہی خزانہ سے چھ لاکھ دینار کی رقم مقرر کی بلکہ خاص اپنی جاگیروں کی آمدنی کا دسواں حصہ بھی ان کے لیے وقف کر دیا۔ نیشاپور کا مدرسۂ نظامیہ اس کی علمی فیاضی کا پہلا دیباچہ تھا۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اسی مدرسہ کے ایک ذہین طالب علم تھے۔ ۴۵۹ھ میں اس نے بغداد میں ایک عظیم الشان دارالعلم (یونیورسٹی) کی بنیاد ڈالی اور اس میں دور دراز ملکوں سے علمائے عصر کو بلا کر گراں قدر مشاہروں پر تعلیم و تدریس کے لیے مامور کیا۔ یہ دارالعلم مدرسۂ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوا اور اس کا نصاب تعلیم "درسِ نظامی" سینکڑوں سال تک تمام دنیائے اسلام میں مُرَوَّج رہا۔ اس دارالعلم کی شاخیں ہرات' موصل' اصفہان اور کئی دوسرے شہروں میں بھی قائم ہو گئیں۔ نظام الملک کا دنیائے اسلام پر یہ اتنا بڑا علمی احسان ہے کہ وہ کبھی اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ نظام الملک نے "سیاست نامہ" کے نام سے "قانونِ سلطنت" مرتب کیا۔ یہ قانونِ سلطنت اتنا جامع اور مکمل ہے کہ اسے دیکھ کر سر بے اختیار نظام الملک کے بے مثال تدبّر اور دانش کے سامنے جُھک جاتا ہے۔ پاکستان اور بھارت کے دینی مدارس میں جو درسِ نظامی رائج ہے' اس کے بانی مُلّا نظام الدین (المتوفی ۱۱۶۱ھ) ہیں۔ اس کا نظام الملک کے مدرسۂ نظامیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)

دوسری طرف فاطمی خلافت کا شیرازہ بھی چند سال سے بکھرنا شروع ہو گیا تھا۔ پانچویں فاطمی خلیفہ العزیز باللہ (۳۶۵ھ تا ۳۸۶ھ) نے بھی عباسی خلیفہ معتصم کی طرح ترکوں اور دیلمیوں کی ایک بڑی تعداد فوج میں بھرتی کر لی تھی' ان لوگوں نے رفتہ رفتہ اتنا عروج حاصل کیا کہ عزیز کے کمزور جانشین ان کے رحم و کرم پر ہو گئے۔ جو ترک سردار طاقتور ہوتا' وزارتِ مصر پر قبضہ کر لیتا اور خلیفہ کو اپنی انگلیوں پر نچاتا۔ اس وزارت گردی نے فاطمی خلافت کو اس قدر ضعیف کر دیا کہ چھٹی ہجری کے وسط تک ان کی وسیع سلطنت' مصر اور اس کے آس پاس کے تھوڑے سے علاقے تک محدود ہو کر رہ گئی۔ غرض اس زمانے میں عالمِ اسلام ایک ہمہ گیر انتشار میں مبتلا ہو چکا تھا اور باہمی تشتت و افتراق نے مسلمانوں کے تمدن' معاشرت اور سیاست کے سارے نظام کو تہ و بالا کر ڈالا تھا۔ اسلام دشمن فرنگی اقوام مدت سے مسلمانوں کی خانہ جنگیوں اور ان کے ضعف و انحطاط کا تماشا دیکھ رہی تھیں۔ مسلمانوں کا رعب ان کے دلوں سے اٹھ گیا تھا اور وہ عالمِ اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لیے موقع کی منتظر تھیں ان کے نزدیک اب فصل پک چکی تھی اور اس کے کاٹنے کا وقت آ گیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محارباتِ صلیبی

(THE CRUSADES)

مسلمان حکمرانوں کی باہمی رقابتیں اور خانہ جنگیاں بالآخر رنگ لا کر رہیں۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا کے فرمان خداوندی کو فراموش کر دینے کا جو ہولناک انجام ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ عین اس زمانے میں جب مسلمانانِ عالَم میں اِتحادِ عمل یکسر مفقود ہو چکا تھا' ان کی مرکزیت فنا ہو چکی تھی اور تشتت و افتراق نے ان کے شجرِ اقبال کو گھن کی طرح چاٹ لیا تھا' یورپ کی عیسائی اقوام نے مُتّحِد ہو کر سرزمینِ اسلام (ایشیائے کوچک' شام اور فلسطین) پر یلغار کر دی۔ یہ وحشیانہ یلغار ان صلیبی جنگوں کی تمہید تھی جن میں پوری دو صدیوں تک دنیا کی دو سب سے بڑی قومیں (عیسائی اور مسلمان) ایک دوسرے کے سامنے کھڑی نظر آتی ہیں۔ تاریخ عالَم میں حروبِ صلیبیہ (Crusades) بڑی اہمیّت رکھتی ہیں۔ یورپ میں آج تک ان جنگوں کے بارے میں ہر زبان میں بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن تعجب ہے کہ مشرقی مُؤرِّخین نے اس موضوع پر (مقابلتًا) بہت کم خامہ فرسائی کی ہے حالانکہ یہ جنگیں حقیقی معنوں میں مشرق اور مغرب کے تصادم کی مظہر تھیں اور ان کی اہمیّت یقیناً اس بات کی متقاضی تھی کہ مشرقی مُؤرِّخین ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ لکھتے کیونکہ یہی ایک صورت تھی جس سے آج کی اقوامِ مشرق اور بالخصوص دورِ حاضر کے مسلمان ان جنگوں کے پس منظر میں مغربی ذہنیت کے خدوخال کا بخوبی مشاہدہ کر سکتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

صلیبی لڑائیاں جہاں یورپ کی آیندہ ترقیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں وہاں انہوں نے ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمانوں کے قومی تنزّل کا ایک نیا باب کھولا۔ مسلمان اور عیسائی دونوں بڑی قومیں ہیں۔ ظہورِ اسلام کے بعد خلیفۂ ثانی حضرت عُمرِ فاروقؓ کے عہد خلافت میں جب مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب شام کی عیسائی سلطنت کی طرف بڑھا تو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان کشمکش کا آغاز اسی وقت سے ہو گیا تھا۔ لیکن ان دونوں قوموں کا موازنہ کرنے کے لیے صلیبی جنگوں کے زمانہ سے بہتر اور کوئی زمانہ تاریخ میں نہیں مل سکتا۔ پوری دو صدیوں تک یہ دونوں قومیں ایک دوسرے سے برسرِ جنگ رہیں۔ اس دوران میں ان کے تمام عیوب و اوصاف، عادات طبائع، خصائص انسانیت، انصاف، رحم اور شجاعت وغیرہ کھل کر سامنے آ گئے اور تاریخ کا ایک طالبِ علم بغیر کسی دِقّت کے ان کا موازنہ کر سکتا ہے۔

(۳)

اکثر عیسائی مُوَرِّخین نے ان لڑائیوں کا زمانہ گیارھویں صدی عیسوی کے اختتام سے سولہویں صدی عیسوی کے اختتام تک شمار کیا ہے لیکن بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں عیسائی مُوَرِّخین نے ہر اس لڑائی کو شامل کر لیا ہے جو عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایشیا یا یورپ میں کسی جگہ بھی ہوئی لیکن دراصل صرف انہی لڑائیوں کو "صلیبی لڑائیوں" کا نام دیا جا سکتا ہے جو ارضِ شام و فلسطین (اور ان کے نواحی علاقوں) میں یروشلم (Jerusalem) یعنی "بیت المقدس" کو حاصل کرنے یا اس سرزمین سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے لڑی گئیں۔ ان کا زمانہ زیادہ سے زیادہ دو سو برس (۱۰۹۵ء سے ۱۲۹۱ء تک) متعیّن کیا جا سکتا ہے۔ اس عرصہ میں مندرجہ ذیل نو جنگیں ہوئیں۔

پہلی صلیبی جنگ ۱۰۹۵ء سے ۱۱۴۲ء تک

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صلیبی جنگ	۱۱۴۲ء سے ۱۱۴۸ء تک
تیسری صلیبی جنگ	۱۱۸۷ء سے ۱۱۹۲ء تک
چوتھی صلیبی جنگ	۱۱۹۵ء سے ۱۱۹۸ء تک
پانچویں صلیبی جنگ	۱۲۰۴ء
چھٹی صلیبی جنگ	۱۲۱۵ء
ساتویں صلیبی جنگ	۱۲۴۲ء سے ۱۲۴۵ء تک
آٹھویں صلیبی جنگ	۱۲۵۵ء سے ۱۲۷۰ء تک
نویں صلیبی جنگ	۱۲۹۰ء سے ۱۲۹۶ء تک

ان لڑائیوں میں پہلی تین لڑائیاں خصوصیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ پہلی صلیبی جنگ کا طویل دَور مجموعی طور پر صلیبیوں کی فتوحات کا دَور تھا۔ دوسری صلیبی جنگ کا زمانہ مسلمانوں کے رَدِّعمل (Reaction) کا دور تھا۔ عمادالدّین زنگی شہیدؒ اور اس کے نامور فرزند نورالدّین محمودؒ نے اسی دور میں عَالَمِ اسلام کے دفاع کی قیادت کی۔ تیسری صلیبی جنگ میں سلطان صلاح الدّین ایوبیؒ نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا جس کا آغاز عمادالدّین زنگی اور نورالدّین محمودؒ نے کیا تھا۔ اس کے بعد کی صلیبی جنگوں میں سلطان صلاح الدّین ایوبیؒ کے جانشینوں اور سلاطینِ مملوک نے صلیبی جنونیوں سے پنجہ آزمائی کی اور بالآخر ان سے سرزمینِ اسلام کا ایک ایک چپہ خالی کرا لیا۔ ان جنگوں کے حالات بے حد عبرتناک ہیں۔ عیسائی مُؤرِّخین کے اندازے کے مطابق ان لڑائیوں میں ساٹھ لاکھ کے قریب انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ گیارھویں صدی عیسوی کے آخر میں مسلمانوں کے خلاف تعصب، جہالت اور ہوس ملک گیری کا جو طوفان یورپ میں برپا ہوا اس نے جب ایشیا کا رخ کیا تو انسانیت اور شرافت نے اپنا سر پیٹ لیا۔ کہنے کو تو ان لوگوں کی جنگ آزمائیوں کو مقدس لڑائیوں (Holy Wars) کا نام دیا جاتا ہے لیکن "صلیبی مجاہدوں" (Crusaders) سے ایسے ایسے افعال شنیعہ سرزد ہوئے کہ مغربی مُؤرِّخین بھی نہایت ندامت کے ساتھ ان کا اعتراف کرتے ہیں۔ صلیبی لڑائیاں صحیح معنوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ یورپ کی جہالت و وحشت کا نقشہ کھینچتی ہیں۔ ان لڑائیوں میں شامل ہونے والے صلیبیوں کو پوپ اور دوسرے مذہبی رہنماؤں نے گناہوں کی معافی عطا کی اور عیش پسندوں کو مشرقی عورتوں کے دلفریب حسن کی ترغیب اور مشرق کی سرور انگیز شرابوں کی تحریص دے کر یہ یقین دلایا کہ مسیحیت کا خدا ان کے ساتھ ہے۔ صلیب کے جھنڈے تلے ان لوگوں نے ایسے ایسے گناہوں کا ارتکاب کیا کہ ارض و سما کانپ اٹھے۔ بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل کیا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالے۔ بوڑھوں اور اپاہجوں تک کے بند بند کاٹ کر ہوا میں بکھیر دیے۔ اگر مسلمان نہ ملے تو بے گناہ یہودیوں پر اپنی چھریاں تیز کیں۔ جوش جنوں میں یہ لوگ اس قدر بدمست ہو گئے کہ انسانی گوشت کھانا شروع کر دیا۔ عیسائی مؤرّخ ملز (Mills) اور وان سبل (Von Sybel) اعتراف کرتے ہیں کہ عیسائی افواج کے کیمپوں میں مسلمانوں کا گوشت دن دہاڑے بکتا تھا لیکن ان سب باتوں کے باوجود یورپی تاریخوں میں (بقول سر سیّد امیر علی مرحوم) ان لڑائیوں کے گرد رومان کا ایک ہالہ کھینچ دیا گیا ہے۔ ہر اُس سپاہی کو یا امیر کو جس نے ان لڑائیوں میں حصہ لیا، رستم زماں بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔[1]

(۴)

صلیبی لڑائیوں کے نتائج کیا ہوئے؟ ایشیا کے حصے میں تو ہولناک خونریزی اور مخلوق خدا کی بربادی کے سوا کچھ نہ آیا البتہ یورپ کو ان نقصانات کے علاوہ کئی عظیم فوائد بھی حاصل ہوئے، ان فوائد کا اندازہ درج ذیل حقائق سے بخوبی ہو سکے گا۔

۱۔ صلیبی جنگوں سے پہلے یورپین اقوام کی اکثریت محض جاہل اور وحشی تھی۔ متعصب اور مکار پادریوں نے جاہل عوام کو اپنے پنجے میں جکڑ رکھا تھا۔ وہ جنت اور دوزخ کے مالک بنے بیٹھے تھے۔ جب صلیبی جنگوں کا خاتمہ ہوا تو عوام کی آنکھیں کھل گئیں۔ ان کی ملکی، مذہبی، تمدّنی اور معاشرتی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ مکّار مذہبی رہنماؤں کی طاقت ٹوٹ گئی اور تو اور پوپ جیسی عظیم شخصیت کے خلاف ایک طوفان

---

[1] تاریخِ اسلام مصنّفہ سر سیّد امیر علی مرحوم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بپا ہو گیا۔ فیوڈل سسٹم (نظام جاگیرداری) کے بندھن ڈھیلے ہو گئے اور اہل یورپ میں مسلمانوں کی شاندار تہذیب اور تمدن سے مسابقت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

۲- اہلِ اٹلی جن کے بحری جہازوں نے صلیبی جنگوں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا نہ صرف خود تجارت میں مشغول ہو گئے بلکہ دوسری یورپین اقوام کو بھی اس کی طرف راغب کر دیا۔ ایشیا کے مسالے' عطریات' خوشبوئیں' قالین ریشمی اور سوتی پارچات نہ صرف اہلِ یورپ کا معیار زندگی بلند کرنے کا باعث ہوئے بلکہ ان کی توجہ صنعت وحرفت کے میدان میں ترقی کرنے کی طرف بھی منعطف کرا دی۔ غرض ان دو صدیوں میں یورپ نے ایشیا کے اسلامی تمدّن سے بہت کچھ سیکھ لیا۔

۳- شام اور مصر کے میدان عیسائیوں کے لیے دو سَو برس تک جنگی درسگاہوں کا کام دیتے رہے اور انہوں نے نہایت اعلیٰ قسم کے آلاتِ حرب کا بنانا اور استعمال کرنا سیکھ لیا۔

۴- تاریخ' جغرافیہ' سائنس' حکمت' فلسفہ' ریاضی غرض کوئی علم اور فن ایسا نہیں تھا جس میں یورپی عیسائیوں نے مسلمانوں کے رفیع الشّان تمدّن اور معاشرت سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا۔ فی الحقیقت یورپ میں ان سب علوم وفنون میں ترقّی کا آغاز حروبِ صلیبیہ کے بعد ہی ہوا۔

ان لڑائیوں میں ایک بات بڑی نمایاں ہے۔ وہ یہ کہ عیسائیوں نے جب بھی مسلمانوں پر حملہ کیا' پوری طاقت اور تیاری کے ساتھ کیا۔ ساری دنیائے عیسائیت نے ہمیشہ مُتّحِد ہو کر مسلمانوں پر یلغار کی لیکن اس کے برعکس مسلمان طاقتیں اس نازک صورت حال میں بھی متحد نہ ہو سکیں اور وہ بالعموم ہر لڑائی میں اکیلی اکیلی ہی عیسائی سیلاب کا مقابلہ کرتی نظر آتی ہیں۔ اگر کسی ایک ہی موقع پر دنیائے اسلام کے مختلف حکمران' شمالی افریقہ کے زیارئین' حمادئیں اور موحدین' اندلس کے بنو ہوذ' بغداد اور مصر کے عبّاسی اور فاطمی خلفاء' یمن کے نجاحئین اور ہمدانیئن' کرمان' شام وارض روم کے سلجوقی مُتّحِد ہو کر صلیبی جنگ آزماؤں کے مقابلہ پر آ جاتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ آناً فاناً ان دشمنانِ اسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پرخچے نہ اڑ جاتے اور ایشیا و یورپ (بلکہ تمام دنیا) کی تاریخ کسی اور انداز ے سے نہ لکھی جاتی۔ یہ قرنِ اول کے مسلمانوں کا زبردست اتحاد اور ان کی قوّتِ ایمانی ہی تھی جس کے بَل پر انہوں نے صحرائے عرب سے اٹھ کر ایک قلیل عرصہ میں قیصر و کسریٰ کی زبردست سلطنتوں کے تخت الٹ کر رکھ دیے تھے۔ بعد کے مسلمانوں کی مقامی چپقلش؛ باہمی رقابتیں اور مَسند نشینی کی جنگیں ان کی تاریخ کا ایک افسوسناک باب ہیں۔ تاہم اس تباہ کُن تشتت و افتراق کے عَلیَ الرّغم جو مسلمان حکمران اپنے ہمعصر مسلم فرمانرداؤں کی حمایت سے بے نیاز ہو کر محض اللہ کے بھروسے پر مہیب طاغوتی قوتوں سے بھڑ گئے اور ان کو لوہے کے چنے چبوا دیے۔ ان کی عالی حوصلگی اور عظمتِ کردار کا لامحالہ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ شہید عماد الدّین زنگیؒ نور الدّین محمودؒ اور صلاح الدّین ایوبیؒ ایسے ہی عظیم مردان کار تھے۔ اُن کے کارناموں کو مختلف زاویوں سے جانچنے اور ان کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ناگزیر ہے کہ یہاں پہلی صلیبی جنگ کے اہم واقعات کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی صلیبی جنگ کے اہم واقعات

پیٹر دی ہرمٹ کی فتنہ انگیزی

مسلمان اور صلیبی طالع آزماؤں کے درمیان سیاسی کشمکش تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت ہی سے چلی آ رہی تھی لیکن جب سلجوقیوں نے اپنے دور عروج میں آرمینیا اور گرجستان کے ساتھ ایشیائے کوچک کو بھی فتح کر لیا تو یہ کشمکش نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ سطان ملک شاہ سلجوقی کی زندگی تک تو صلیبیوں کو بلادِ اسلامیہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی البتہ اس کی وفات ۴۸۵ھ/۱۰۹۲ء کے بعد جب سلجوقی سلطنت چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئی اور ان کے حکمران ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگے تو یورپ کے صلیبی جنگجوؤں نے مسلمانوں سے اپنے مقدس مقامات اور دوسرے علاقے واپس لینے کے لیے اسے بہترین موقع سمجھا۔ اس سیاسی پس منظر میں سرزمین یورپ میں ایک عجیب و غریب شخصیت نمودار ہوئی جس نے اپنی شعلہ بیانیوں سے سارے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت اور عناد کی آگ بھڑکا دی۔ یہ شخص فرانس کا ایک راہب پیٹر دی ہرمٹ (Peter The Hermit) تھا۔ لمبی سفید داڑھی والا یہ پست قد نحیف الجُثّہ سیاہ فام راہب' عیسائیوں میں انتہائی عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ ایک خچر پر سوار قریہ بہ قریہ اور ملک بہ ملک مجنونانہ انداز میں گھومتا پھرتا تھا اور عیسائیوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ کے شعلے بھڑکاتا جاتا تھا۔ وہ تقریر کرتے ہوئے بار بار سینہ کوبی کرتا تھا' اپنے بال نوچتا تھا اور اس درد سے روتا تھا کہ سخت سے سخت دل بھی پگھل جاتے تھے۔ وہ ارضِ مقدس کے عیسائیوں کے مصائب ایسے دلدوز

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے بیان کرتا تھا کہ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ اس کے سامنے یہ حلف اٹھانے کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے کہ ہم ارضِ مقدس کو "کافروں[1]" کے پنجہ سے چھڑانے کے لیے اپنی جانوں کی بازی لگا دیں گے۔ سادہ لوح عیسائی عوام پیٹر کو خدا کا فرستادہ سمجھتے تھے اور اس کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے تھے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پیٹر ایک سحر البیان واعظ تھا۔ اس کو اپنے مقصد سے سچی لگن تھی اور اس نے اس کے حصول کے لیے اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کر دیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نے

ع بڑھا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستاں کے لیے

کے مصداق عیسائیوں پر مسلمانوں کے فرضی مظالم کو اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا جس کی ایک تارکُ الدّنیا راہب سے توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ عیسائیوں کو مشتعل کرنے کے لیے اس نے یہ اعلان کرنے سے بھی گریز نہ کیا کہ خود مسیح نے مجھے حکم دیا ہے کہ میرے نام لیواؤں کے لیے "کافروں" کے پنجے سے مقدّس مقامات کو چھڑانے کا وقت آ گیا ہے۔ اٹھو اور اپنا تن من دھن اس راہ میں قربان کر دو۔ مختصر یہ کہ ۹۶-۱۰۹۵ء میں تمام دنیائے عیسائیت میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی اور وہ پیٹر دی ہرمٹ (راہب پطرس) کی آواز تھی کہ خداوند کے حکم کی تعمیل کرو اور بیت المقدس پر صلیب کا جھنڈا گاڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پہلی صلیبی جنگ کا بانی حقیقت میں یہی شخص تھا اس نے مسلمانوں کے خلاف اپنی نفرت انگیزی کی مہم کو کامیاب بنانے کے لیے سب سے پہلے پوپ کی طرف رجوع کیا۔ اس زمانہ میں عیسائی دنیا کے قوائے ذہنی کو "پاپائیت" نے پیرِ تسمہ پا کی طرح جکڑ رکھا تھا۔ پوپ کی شخصیّت دنیا بھر کے عیسائیوں کے لیے مرکزی نقطہ کی حیثیت رکھتی تھی اور اس کی تائید اور منظوری (Sanction) کے بغیر کسی مہم کا کامیاب ہونا ممکن نہیں تھا۔ ۹۶-۱۰۹۵ء میں "تختِ پاپائیت" پر پوپ اربن[2] ثانی مسند نشین تھا۔ جب پیٹر چھاتی پیٹتا اور بال نوچتا اس کے پاس پہنچا اور عیسائی زائرین کی حالتِ زار کا نقشہ کھینچا تو پوپ بے

---

1. صلیبی، مسلمانوں کو کافر کہتے تھے۔
2. (Pope urban ii)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار رو دیا۔ اس نے پیٹر کو سینے سے لگا لیا اور اس کو اپنی مکمل تائید و حمایت کا یقین دلایا۔

کلیر مانٹ کا تاریخی اجتماع

مارچ ۱۰۹۵ء میں پوپ اربن ثانی[1] نے پلاسٹیا کے مقام پر عیسائی اکابر کا ایک اجلاس بلایا جس میں ان کو ''مسیح کے دشمن کافروں'' (مسلمانوں) کے خلاف خوب بھڑکایا اور ''مقدس جنگ'' کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا۔ اس اجلاس کے بعد اس نے اسی سال نومبر میں فرانس کے شہر کلیر مانٹ فیرنڈ (Clermont-Ferrand) میں ایک بہت بڑی مجلس منعقد کی۔ عیسائی دنیا کے اس اجتماعِ عظیم کو تاریخ میں بڑی شہرت اور اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس میں بڑے اہم اور دُور رس فیصلے کیے گئے اور پوپ نے اپنا وہ تاریخی فتویٰ صادر کیا جس نے لاکھوں بندگانِ خدا کو سالہا سال تک بے پناہ آلام و مصائب میں مبتلا کیے رکھا۔ اس اجتماع میں عیسائی حکمرانوں اور امیروں، نوابوں، راہبوں، پادریوں اور عام لوگوں نے اتنی کثیر تعداد میں شرکت کی کہ شہر میں کہیں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اجتماع کے دس اجلاس ہوئے اور ہر اجلاس میں مقرّرین نے اپنی ہنگامہ خیز تقریروں میں بیت المقدس کے عیسائی باشندوں اور زائرین کے ساتھ مسلمانوں کی بدسلوکی کی مبالغہ آمیز داستانیں اس طرح بیان کیں کہ حاضرین جوش کے مارے اپنی نشستوں سے اچھل اچھل پڑتے تھے۔ آخری اجلاس میں پہلے پیٹر نے ایک دل ہلا دینے والی تقریر کی اور پھر پوپ نے ایک انتہائی اشتعال انگیز تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ ''خداوند یسوع مسیح کے ہر پیرو کا اوّلین فرض ہے کہ وہ خداوند کی تخت گاہ (بیت المقدس) کو ''کافروں'' کے غاصبانہ قبضے سے آزاد کرانے کے لیے جان کی بازی لگا دے۔ اے میرے فرزندو تم صرف بیت المقدس پر ہی اکتفا نہ کرو بلکہ تمام ایشیا کو اس کی بے شمار دولت اور خزانوں سمیت اپنے قبضہ میں لاؤ، یہ سرزمین دودھ اور شہد بہاتی ہے اور خدا کی مرضی یہی ہے کہ یہ تمہارے تصرّف میں دی جائے۔ اگر تم دشمن پر غالب آ گئے تو تمام مشرقی ممالک تمہاری میراث ہوں گے۔

---

[1] (Pope urban ii)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر شکست کھائی تو وہ موت مرو گے جو خداوند یسوع مسیح کو آئی تھی۔ جو شخص اس مقدس جنگ میں شریک ہوگا۔ میں اس کے اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کا اعلان کرتا ہوں اوراس کی نجات کی ضمانت لیتا ہوں''۔

پھر پوپ نے لوگوں کو ایک صلیب دکھائی اور کہا کہ ''خداوند یسوع مسیح خود اپنی قبر سے یہ صلیب تمہارے سینوں پر آویزاں کرنے کے لیے نکلا ہے۔ یہی تمہاری نجات کا نشان ہے۔ یہی تمہاری فتح کی ضامن ہے۔ مسیح نے تمہاری خاطر جان دی تھی، اب وہ تمہاری جانیں اپنے لیے مانگتا ہے۔

مجنونانہ جوش کی انتہا

پوپ کی تقریر سن کر لوگوں میں ہیجان برپا ہو گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے سینے پیٹنے لگے اور اپنی آہ و بکا سے آسمان سر پر اٹھالیا۔ پھر سب کے سب سجدے میں گر گئے اور حلف اٹھایا کہ ہم خدا کے حکم کی تعمیل میں اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

کلیر مونٹ کے اجتماع کے فیصلوں کی خبر چند دن کے اندر اندر یورپ کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ یورپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے فرانس، اٹلی، جرمنی اور دوسرے ممالک سے عیسائی انبوہ در انبوہ ''مقدس جنگ'' (Holy War) میں شامل ہونے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ پوپ کا فتویٰ حاصل کر کے پیٹر دی ہرمٹ نے اپنی فتنہ انگیزی کی مہم اور تیز کر دی اور یہ اسی کی مجنونانہ سرگرمیوں کا نتیجہ تھا کہ کروسیڈروں کا جوش تھمنے ہی میں نہ آتا تھا۔ پوپ کے فتوے اور پیٹر کے وعظوں کی جادو اثری کا یہ عالم تھا کہ تارک الدنیا راہب اپنی خانقاہوں اور صومعوں سے نکل آئے۔ تاجروں اور سوداگروں نے اپنا کاروبار سمیٹ دیا۔ رہزنوں نے اپنی کمین گاہیں چھوڑ دیں۔ کسانوں نے کھیتی باڑی ترک کر دی جنگجو امراء اور نوابوں نے اپنے باہمی تنازعات کو خیر باد کہہ دیا۔ عورتوں نے اپنے قیمتی زیورات سامانِ جنگ خریدنے کے لیے دے دیے۔ اربابِ ثروت نے اپنی موروثی جاگیریں اور جائدادیں آلاتِ حرب وضرب کے عوض دے ڈالیں۔ ہر شخص کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی دُھن تھی کہ وہ کسی نہ کسی طرح سرخ صلیب سینے پر آویزاں کر کے "مقدس جنگ" کا مجاہد (Bearer of Cross) بن جائے۔ جو لوگ بڑھاپے یا کسی اور وجہ سے لڑائی میں عملی حصہ لینے کے قابل نہیں تھے وہ اپنے نوجوان فرزندوں اور عزیزوں کو قسمیں دے دے کر "صلیبی جہاد" میں شریک ہونے کے لیے بھیج رہے تھے۔ ادھر کلیسا نے ایسے تمام لوگوں کے کنبوں اور جائدادوں کی حفاظت کا ذِمّہ اٹھا لیا تھا جو صلیبیوں (Crusaders) میں شامل ہو جاتے تھے۔ مشہور مؤرّخ ولیم صوری (ولیم آف ٹائر) اس مجنونانہ جوش کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "ہر طرف ایسی افراتفری مچی ہوئی تھی' گویا دنیا کا خاتمہ سر پر آ پہنچا ہے اور ہر چیز ہست سے نیست ہونے والی ہے"۔

تھوڑے ہی عرصے میں پیٹر دی ہرمٹ کے جھنڈے کے نیچے ڈیڑھ لاکھ کے قریب صلیبی طالع آزما جمع ہو گئے۔ ان کا جوش اگرچہ دیوانگی کی حد تک پہنچا ہوا تھا لیکن وہ کسی زبردست فوجی نظام میں مربوط نہیں تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کا پہلا دور

پہلا صلیبی لشکر

صلیبوں کا پہلا لشکر اگست ۱۰۹۶ء میں والٹر دی پینی لیس (کنگال والٹر) کی سرکردگی میں ارضِ مقدس کی طرف روانہ ہوا۔ اس لشکر نے بلغاریہ سے گزرتے ہوئے وہاں کے لوگوں کو اس قدر ستایا کہ وہ ہم مذہبی کا رشتہ بالائے طاق رکھ کر ان نام نہاد صلیب برداروں کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو گئے چنانچہ انہوں نے مُتّحِد ہو کر صلیبیوں پر ایک زبردست حملہ کیا اور ان کے ہزاروں آدمی تہ تیغ کر ڈالے۔ والٹر اور اس کے چند ساتھیوں نے بڑی مشکل سے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ اس طرح یہ لشکر اپنے کرتوتوں کی بدولت اپنے ہی ہم مذہبوں کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔

دوسرا صلیبی لشکر

صلیبیوں کا دوسرا لشکر جس کی تعداد ۴۰ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ پیٹر دی ہرمٹ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ ان لوگوں کو پہلے لشکر کی تباہی کا حال معلوم ہوا تو ان کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ یہ لوگ بسُرعَت تمام بلغاریہ پہنچے اور جوشِ انتقام میں وہاں کے باشندوں پر ایسے ہولناک مظالم ڈھائے کہ زمین و آسمان لرز اٹھے۔ صرف ایک شہر ''ملی ویل'' کے سات ہزار باشندے صلیبی سورماؤں نے بے دریغ قتل کر ڈالے۔ ان میں عورتیں، بچے، بوڑھے جوان سبھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی ہم مذہب عیسائی عورتوں کی عصمت دری کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ بلغاریہ کے بعد یہ لوگ ہنگری کو ویران کرتے ہوئے قسطنطنیہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریب جا پہنچے۔ قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ ایلیکولیس (ایلکس) کو ان لوگوں کی سفاکیوں اور خرمستیوں کا حال معلوم ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ قسطنطنیہ میں داخل ہوں۔ یہی قیصرِ روم تھا جس نے سب سے پہلے پوپ اور یورپ کے دوسرے عیسائی بادشاہوں سے اپیل کی تھی کہ وہ مسیحیت کے "ناپاک دشمنوں" سے نبرد آزما ہونے کے لیے اس کی مدد کریں۔ اب وہی قیصر عیسائی سورماؤں کو اپنی مملکت سے باہر نکالنے کی تجویز سوچ رہا تھا۔ سب سے بہتر تجویز اس کو یہی سوجھی کہ ان لوگوں کو بالا ہی بالا ایشیائے کوچک پہنچا دے چنانچہ اس نے بہت سے جہازوں اور کشتیوں کا انتظام کیا اور ان لوگوں کو آبنائے باسفورس کے پار ایشیائے کوچک کے ساحل پر اتروا دیا۔ یہاں صلیبی لشکر کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ پیٹر اور والٹر کے ماتحت رہا اور دوسرے حصے کی قیادت اٹلی کے جنگجو سردار ریجنلڈ (رینالڈ یا رینالڈو) نے سنبھالی۔ اس میں زیادہ تعداد جرمنیوں کی تھی۔

ریجینلڈ صلیبیوں کا پہلا جرنیل تھا جو اپنے جنوبی لشکر کے ہمراہ ارضِ روم (ایشیائے کوچک) کی اسلامی مملکت میں داخل ہوا۔ ان دنوں اس اسلامی ریاست کا فرمانروا سلطان قلیج (قلج یا قزل) ارسلان سلجوقی تھا[1]۔ وہ بڑا باہمت اور غیور انسان تھا۔ اس کا خیال تھا کہ صلیبی اس کے علاقے پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے لیکن بعد کے واقعات نے اس کا اندازہ غلط ثابت کر دیا۔ صلیبی سب سے پہلے اسی کی مملکت میں داخل

1۔ سلطان قلیج ارسلان عظیم سلجوقی فرمانروا سلطان الپ ارسلان کے چچازاد بھائی سلیمان بن قتلمش (بن اسرائیل یا ارسلان بن سلجوق) کا فرزند تھا۔ سلیمان بن قتلمش نے ۴۷۰ھ/ ۱۰۷۷ء میں ارضِ روم کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ وہ ایک دانا حکمران اور ماہر سپہ سالار تھا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی سلطنت کی حدود کو شمال کی طرف درہ دانیال تک اور مغرب کی طرف بحیرۂ روم تک بڑھا لیا اور قیصرِ روم کو خراج دینے پر مجبور کیا۔ اس نے نیقیہ (نیسیا یا نائیس) (Nicea) کو اپنا مرکزِ حکومت بنایا۔ ۴۸۵ھ/ ۱۰۹۲ء میں سلیمان کا نامور فرزند قلیج ارسلان ارضِ روم کا حکمران بنا۔ اس نے اپنا دارالحکومت نیقیہ سے قونیہ (اکونیم) میں منتقل کر دیا۔ مرکزِ حکومت کی یہ تبدیلی کب ہوئی؟ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور ایک سرحدی قلعے اگزروگرو پر حملہ کر دیا۔ اس کے مٹھی بھر محافظوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا لیکن صلیبیوں کے سیلِ بے پناہ کے سامنے ان کی کوئی پیش نہ چلی۔ سب ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ فتح کے نشہ میں بدمست صلیبیوں نے اگزروگرو کے قصبے اور اس کے نواحی علاقوں کی شہری آبادی پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ معصوم بچے، عصمت مآب خواتین اور معذور بوڑھے کوئی بھی ان سور ماؤں کی درندگی اور سفاکی سے نہ بچ سکا۔ یہ لوگ دودھ پیتے بچوں کو ماؤں کی گود سے چھین کر ان کی تکا بوٹی کر دیتے تھے اور قہقہے لگاتے تھے۔ نہتے باشندوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد مکانات اور فصلوں کو آگ لگا دیتے تھے اور مسلمانوں کا گوشت کاٹ کاٹ کر سیخوں پر چڑھاتے تھے۔

فرانسیسی مؤرخ میچاڈ لکھتا ہے۔

"صلیبیوں کی آنکھوں پر تعصب نے پٹی باندھ دی تھی۔ انہوں نے صلیب کے جھنڈے کے نیچے ایسے ہولناک جرائم کیے کہ فطرتِ انسانی ان کا تصوّر کر کے بھی لرز اٹھتی ہے"۔

رینجیلڈ کے پیچھے پیچھے پیٹر اور والٹر کا لشکر بھی مسلمان آبادیوں پر اسی قسم کے مظالم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

اس کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے، سر سید امیر علی کا بیان ہے کہ جب صلیبیوں نے نیقیہ کو فتح کر لیا تو قلیج ارسلان نے قونیہ کو اپنا صدر مقام بنا لیا لیکن فلپ کے حِتّی کا بیان ہے کہ صلیبی جنگوں کے آغاز سے پہلے ہی ارض روم کا دارالحکومت نیقیہ سے قونیہ منتقل ہو گیا تھا۔ سلطان قلیج ارسلان نے پہلی صلیبی جنگ میں بڑا نام پایا۔ اسی نے صلیبیوں پر پہلی ضرب لگائی اور اس کے بعد بھی اپنی بساط کے مطابق ان کو سخت پریشان کرتا رہا۔ گو صلیبی جنگ کے دوسرے دَور میں اس کے بعض علاقوں کو پامال کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن اس نے ان کے قدم ارض روم میں نہ جمنے دیے۔ یہ اسی کے عزم و ہمت کا نتیجہ تھا کہ ارض روم کی سلجوقی سلطنت ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء تک اس کی اولاد کے قبضے میں رہی۔ عثمانی ترک انہی سلجوقیوں کے جانشین تھے اور آج بھی یہ سرزمین ترکی کے فرزندانِ توحید کے قبضے میں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔

قلیج ارسلان کی ضرب اَسَدُ اللّٰہی

سلطان قلیج ارسلان کو جونہی ان درندوں کے لرزہ خیز مظالم کی اطلاع ملی' اس نے ان کو قرار واقعی سزا دینے کے لیے زور و شور سے تیاریاں شروع کر دیں۔ جب ریجلینڈ کا لشکر قتل و غارت کرتا نیقیہ کے نواح میں پہنچا تو سلطان پندرہ ہزار مجاہدوں کے ساتھ ان پر بجلی کی طرح ٹوٹ کر گرا اور صلیبی لشکر کے پرخچے اڑا ڈالے۔ صرف چند آدمی زندہ بچے جن میں ان کا سردار ریجینلڈ بھی تھا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر کے اپنی جانیں بچائیں۔ پیٹر اور والٹر نے ریجینلڈ کے لشکر کی تباہی کا حال سنا تو وہ غم اور غصہ سے دیوانے ہو گئے اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے طوفان کی طرح نیقیہ کی طرف بڑھے۔ ان کے ساتھ تیس ہزار بپھرے ہوئے صلیبی تھے۔ قلیج ارسلان پہلے ہی ان کا منتظر تھا جونہی صلیبی فوج اس کی زد میں آئی اس کے جانباز مجاہدوں نے اس پر تیروں کی ایسی بے پناہ بارش کی کہ آدھے سے زیادہ لشکر تیروں سے چھد کر رہ گیا جس میں والٹر بھی شامل تھا۔ اس کے بعد تکبیر کے نعرے لگاتی ہوئی سلطانی فوج نے صلیبیوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا اور سارے میدان میں ان کی لاشیں بچھا دیں۔ پیٹر دی ہرمٹ اور اس کے تین ہزار ساتھیوں کے سوا جنہوں نے بھاگ کر ایک ساحلی قلعے میں پناہ لی' باقی سب صلیبی مسلمانوں کی تلواروں کا شکار ہو گئے۔ عیسائی مقتولوں کی ہڈیاں اس میدانِ جنگ میں سالہا سال تک عبرت کا سامان بنی رہیں۔ اس خوفناک شکست سے پیٹر کا تقدّس اور ساری شہرت خاک میں مل گئی۔ اس واقعہ کے بعد وہ بیس برس کے قریب زندہ رہا لیکن صلیبیوں نے اس کی شخصیت کو پھر کبھی پہلے جیسی اہمیّت نہ دی۔

تیسرا صلیبی لشکر

صلیبیوں کا تیسرا لشکر ایک جرمن پادری گاڈسچال (یا گوٹیشال) کی سرکردگی میں قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ لوگ سخت اخلاق باختہ اور کمینہ صفت تھے۔ جہاں جہاں سے گزرتے لوٹ مار اور قتل و غارت کو اپنی یادگار چھوڑ جاتے یہاں تک کہ اپنی ہم مذہب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتوں کو دن دہاڑے اغوا کر کے اپنے کیمپوں میں لے آتے تھے اور ان سے بدکاری کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یروشلم کی بجائے ان کا منتہائے مقصود شراب خواری' زنا کاری اور ڈاکا زنی ہے' جب یہ شیطان سیرت لوگ ہنگری میں داخل ہوئے تو ان کی بداعمالیاں حد سے تجاوز کر گئیں۔ اہل ہنگری ان کو برداشت نہ کر سکے اور یک جان ہو کران نام نہاد صلیبیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ بلگریڈ کے نواح میں صلیبی لشکر اور اہلِ ہنگری کے درمیان خونریز لڑائی ہوئی جس میں صلیبیوں کو شکست فاش ہوئی اور میدانِ جنگ ان کی لاشوں سے پٹ گیا۔ صرف چند آدمی زندہ بچے جو چھپتے چھپاتے اپنے وطن پہنچے اور لوگوں کو اس حادثہ کی اطلاع دی۔

چوتھا صلیبی لشکر

چوتھا صلیبی لشکر انگلستان' فرانس' فلینڈرز اور لورین سے روانہ ہوا۔ یہ سخت وحشی اور اکھڑ لوگوں پر مشتمل تھا۔ انہوں نے ''مقدّس جہاد'' کی ابتدا یہودیوں کے قتلِ عام سے کی۔ کولون' منس اور دوسرے شہروں میں انہوں نے ہزاروں یہودیوں کو نہایت بے دردی سے ہلاک کر دیا اور پھر لوٹ مار مچاتے ہنگری میں جا داخل ہوئے۔ اہلِ ہنگری نے پھر مُتّحِد ہو کر ان کا مقابلہ کیا اور ممسی برگ کے مقام پر ان پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ ایک صلیبی بھی زندہ بچ کر نہ جا سکا۔

چوتھے صلیبی لشکر کے خاتمہ کے ساتھ پہلی صلیبی جنگ کا پہلا دور بھی ختم ہو گیا۔ اس دور میں اہلِ یورپ کو ہولناک تباہی اور بربادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ موسیو مچاڈ کے بیان کے مطابق جنگ کے ابتدائی دَور میں تین لاکھ صلیبی اپنی جانیں گنوا بیٹھے۔ یہ سب لوگ طبقۂ عوام سے تھے اور ان میں کسی ملک کا سربراہ یا کوئی رئیس شریک نہیں تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کا دوسرا دور

یورپ میں زبردست ہیجان

صلیبیوں کے ہراول لشکر جن یورپی ممالک سے روانہ ہوئے تھے وہاں جب ان کی تباہی کی ہولناک خبریں پہنچیں تو ہر طرف زبردست ہیجان برپا ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ پڑا ہے۔ خواص اور عوام سبھی غیظ و غضب سے کھول رہے تھے اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ پرلگا کر اڑ جائے اور ایشیائے کوچک کو روندتا ہوا یروشلم پر صلیبی جھنڈا جا گاڑے۔ گھر گھر میں بڑے جوش و خروش سے جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں اور ۱۰۹۷ء کے موسم بہار میں یورپ کے کئی نامور حکمرانوں' نوابوں اور رئیسوں کی سرکردگی میں سات لاکھ کے قریب صلیبی جنگجو مرنے مارنے کے لیے جمع ہو گئے۔ ان میں ایک لاکھ سے اوپر سوار باقی پیادہ تھے۔ مُورّخ ''اینا کامینا'' نے تو لکھا ہے کہ صلیبیوں کی تعداد کا شمار ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کو صرف سمندر کی ریت یا آسمان کے ستاروں سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔

مشرق پر یلغار کا آغاز

مئی ۱۰۹۷ء میں یہ ٹڈی دل بڑے باضابطہ طریقے سے مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ اس میں چار بڑے بڑے لشکر شامل تھے۔

۱۔ پہلے لشکر کی قیادت لورین کا ڈیوک (نواب) گاڈفرے ڈی بولین کر رہا تھا۔ یہ شخص ایک آزمودہ کار جرنیل تھا اور فرانس میں اس کی بہادری اور جنگی مہارت کی بڑی شہرت تھی۔ گاڈفرے کے ہمراہ اس کے دو بھائی الستیس ڈی بولون اور بالڈون اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک چچا زاد بھائی بالڈون ڈی بورگ بھی تھے۔ ان سب کا شمار فرانس کے نامی سرداروں میں ہوتا تھا۔

۲۔ دوسرا لشکر فلپ شاہ فرانس کے بھائی ہیو آف ورمانڈ کی ماتحتی میں تھا۔

۳۔ تیسرے لشکر کا سرگروہ ایک نامور اطالوی جنگجو بوہمینڈ تھا۔ وہ اٹلی کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور وہاں کی ایک ریاست تارانت کا رئیس تھا۔

۴۔ چوتھا لشکر فرانس کے جنوبی صوبوں سے مرتب ہوا تھا اور اس کی قیادت دو نامور سردار ریمنڈ اور ایڈہمیر اکر رہے تھے۔

ان چار بڑے لشکروں کے علاوہ بے شمار چھوٹے چھوٹے لشکر مختلف امیروں اور نوابوں کی سرکردگی میں ہر طرف سے اُمڈے چلے آ رہے تھے۔ ہر لشکر میں اپنے اپنے علاقہ کے منتخب جنگجو شامل تھے۔ سب سے آخری لشکر ولیم فاتح (ولیم دی کانکرر) کے نامور بیٹے ڈیوک رابرٹ والیِ نارمنڈی کی قیادت میں روانہ ہوا۔ گویا سارے یورپ کے منتخب جنگجوؤں نے مشرق پر یلغار کر دی تھی۔

سقوطِ نیقیہ

صلیبیوں کا طوفانی لشکر اپریل ۱۰۹۷ء کے آخر میں قسطنطنیہ کے قریب پہنچا۔ قیصرِ روم الیکزیس نے پھر حکمتِ عملی سے کام لیا اور قسطنطنیہ سے باہر ہی باہر اس ٹڈی دل کو جہازوں پر لاد کر آبنائے باسفورس کے پار ایشیا کے ساحل پر اتار دیا۔ صلیبی لشکر یہاں سے تیزی کے ساتھ ایشیائے کوچک کی سلجوقی ریاست میں داخل ہوا اور ۶ مئی ۱۰۹۷ء کو اس کا بڑا حصہ نیقیہ کے نواح میں پہنچ گیا۔ سلطان قلیج ارسلان نے نیقیہ کے شہر اور قلعے کے دفاعی استحکامات کو مضبوط کیا۔ کچھ فوج کو ان کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور باقی فوج کو (جو چند ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی) اپنے ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل آیا۔ ایک نواحی مقام دوریلیوم (Dorylaeum)[1] میں قلیج ارسلان اور صلیبی لشکر میں ٹکر ہوئی۔ صلیبیوں کے ٹڈی دل اور سلطانی فوج میں ہاتھی اور چیونٹی کی نسبت تھی تاہم مسلمانوں نے صلیبیوں

---

[1] موجودہ عسکی شہر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ایسے تابڑ توڑ حملے کیے کہ وہ سراسیمہ ہو گئے۔ صلیبیوں کو مارتے کاٹتے مسلمانوں کے بازو شل ہو گئے لیکن ان کا ایک سیلاب تھا کہ امڈا چلا آتا تھا۔ اسی دوران میں ریمنڈ اور ایڈہمیرا کی سرکردگی میں صلیبیوں کا باقی ماندہ لشکر بھی آ پہنچا۔ اس تازہ دم کمک کے پہنچنے پر عیسائیوں کا دباؤ سلطانی فوج پر اس قدر بڑھ گیا کہ اس کے لیے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ مسلمان پیچھے ہٹ کر نیقیہ میں داخل ہو گئے اور شہر کے دروازے بند کر لیے۔ صلیبیوں نے آگے بڑھ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کئی دن کے سخت محاصرے کے بعد بھی شہر فتح ہونے میں نہ آیا تو صلیبیوں نے قیصرِ روم سے مدد مانگی اس نے فوراً کئی ہزار جنگجوان کی مدد کے لیے بھیج دیے۔ مسلمان محصورین کو پچاس دن کے شدید محاصرے نے عاجز کر دیا تھا۔ لیکن انہوں نے صلیبی درندوں کے ہاتھوں میں پڑنے کے بجائے شہر پر قیصرِ روم کے قبضے کو ترجیح دی کیونکہ وہ ان کی نسبت کسی قدر مہذّب تھا۔ سلطان نے درپردہ اس سے نامہ و پیام کر کے شہر قیصرِ روم کے حوالے کر دیا اور خود اپنی فوج کو لے کر دوسرے علاقے میں چلا گیا۔ نیقیہ پر قیصرِ روم کا عَلَم لہراتا دیکھ کر صلیبی بہت جھلاّئے لیکن قیصر نے زر و سیم کی بارش کر کے ان کے منہ بند کر دیے۔ ۲۹ جون ۱۰۹۷ء کو صلیبی فوج انطاکیہ کی جانب روانہ ہوئی۔ جہاں جہاں سے یہ فوج گزرتی مسجدوں کو جلاتی یا ان کو گرجوں میں تبدیل کرتی جاتی تھی۔ اس اثناء میں سلطان قلیج ارسلان نے پھر اپنی قوت مجتمع کر لی تھی۔ اس نے صلیبی لشکر کے راستے میں آنے والے تمام علاقوں کی فصلیں جلا ڈالیں اور وہاں کے باشندوں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے صلیبیوں پر طوفانی چھاپے مارنے شروع کر دیے اور جگہ جگہ ان کی لاشوں کے انبار لگا دیے۔ رسد کی قِلّت، پانی کی کمیابی اور دشوار گزار راستوں نے صلیبیوں پر اور بھی ستم ڈھایا۔ سلجوقی سلطنت میں کہیں قدم جمانے کے بجائے انہوں نے اپنی عافیت اسی میں دیکھی کہ یہاں سے کسی طرح بچ کر نکل جائیں۔ چنانچہ قونیہ کی سرسبز وادی کو پامال کرنے کے بعد انہوں نے بڑی تیزی سے کوہستانِ طارس کو عبور کیا اور شام کی سرزمین پر پہنچ گئے۔ ان کے نکلتے ہی سلطان قلیج ارسلان نے اپنے کھوئے ہوئے علاقوں میں سے بیشتر پر پھر قبضہ کر لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلیبیوں کی پہلی ریاست

شام کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی صلیبی سرداروں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بیشتر کی رائے تو یہی تھی کہ اپنی منزلِ مقصود کی طرف پیش قدمی جاری رکھی جائے۔ تاہم کچھ ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں دوسروں کے علاقے ہتھیانے اور اپنی جاگیریں پیدا کرنے کا شوق چٹکیاں لے رہا تھا چنانچہ ان میں سے دو سربرآوردہ سرداروں بالڈون اور ٹینکرڈ ارمنی نے بڑے صلیبی لشکر سے الگ ہو کر میسوپوٹیمیا (عراق) اور سلیشیا کا رخ کیا۔ ان دنوں میسوپوٹیمیا میں دیارِ بکر کے نواحی علاقے قیصرِ روم کی باجگوار ایک نیم خودمختار عیسائی ریاست میں شامل تھے جس کا سربراہ ایک ارمنی شہزادہ تھوروس تھا۔ اس ریاست کا دارالحکومت ایڈیسہ (Edessa)[1] تھا۔ یہ عسکری نقطۂ نگاہ سے بڑا اہم مقام تھا اور اسے میسوپوٹیمیا کی آنکھ کہا جاتا تھا۔ بالڈون کو تھوروس نے خود ہی ایڈیسہ آنے کی دعوت دی۔ اس سے اس کا مقصد اپنی ہمسایہ مسلمان حکومتوں کے خلاف صلیبیوں کی مدد حاصل کرنا تھا لیکن بالڈون عرب کے روایتی اونٹ کی طرح خود ہی ایڈیسہ پر قابض ہو گیا اور وہاں صلیبیوں کی پہلی ریاست کی بنیاد رکھی۔ یہ ریاست بعد میں مدتوں تک صلیبیوں اور مسلمانوں کے درمیان زبردست کشمکش کا باعث بنی رہی۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں مناسب موقع پر بیان کی جائے گی۔ ٹنکرڈ نے سلیشیا کے مرکزی شہر طرطوس اور اس کے نواحی علاقے پر قبضہ کر لیا اور عارضی طور پر وہاں ہی مقیم ہو گیا۔ ان دو سرداروں کے الگ ہو جانے کے باوجود صلیبیوں کے دم خم میں کوئی فرق نہ آیا اور ان کا بڑا حصہ تیزی سے انطاکیہ کی طرف بڑھا۔ ان کی پیشقدمی اپنے جِلَو میں ہولناک قتل و غارت اور تباہی و بربادی لیے ہوئے تھی۔

انطاکیہ کا محاصرہ

انطاکیہ (Antioch) شام کا پہلا اہم شہر تھا جو صلیبی طوفان کی زد میں آیا۔ صلیبیوں کی نظر میں یہ ساحلی شہر بڑا مقدّس تھا۔ کیونکہ دینِ مسیحی نے اسی کی گود میں پرورش

1 عرب مُورّخین نے اس شہر کے کئی نام لکھے ہیں یعنی عدیسہ الرحا' رحا' اعزاز

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائی تھی اور اس میں عیسائی بزرگوں کی بہت سی یادگاریں تھیں۔ صلیبی حملہ کے وقت شہر پر ایک سلجوقی امیر "یاغی سیان" (یا باغیستان) کی حکومت تھی جسے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے کئی سال پہلے یہاں کا امیر مقرر کیا تھا۔ طوائف الملوکی کے اس دَور میں انطاکیہ کی حفاظت کی ذمہ داری تنہا اس کے کندھوں پر آ پڑی تھی۔ اس کی عسکری قوت صرف سترہ ہزار آدمیوں پر مشتمل تھی جن میں دس ہزار پیادہ' دو ہزار سوار اور پانچ ہزار عام ملازمین تھے۔ اس کے برعکس انطاکیہ پر دھاوا بولنے کے والے صلیبیوں کی تعداد تین لاکھ سے اوپر تھی۔ یاغیستان نے صورتِ حال کی نزاکت کو بھانپ لیا اور قلعہ کے ایسے سخت حفاظتی انتظامات کیے کہ اسے قریب قریب ناقابلِ تسخیر بنا دیا۔ ۲۰ اکتوبر ۱۰۹۷ء کو صلیبی فوج نے انطاکیہ کا محاصرہ شروع کیا جو نوَ ماہ تک بڑی شدّت سے جاری رہا۔ اس دوران میں مسلمان وقتاً فوقتاً قلعہ سے باہر نکل کر صلیبیوں پر حملے کرتے لیکن عیسائیوں کے ٹڈی دل کے ہاتھوں نقصان اٹھا کر واپس جانے پر مجبور ہو جاتے تھے حلب' دمشق اور حمص کے مسلمان حاکموں نے بے دلی سے محصورین کی امداد کے لیے کچھ فوج بھیجی لیکن وہ صلیبیوں کا حصار توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکی اور معمولی جھڑپوں کے بعد واپس چلی گئی۔ اس کے بعد قوام الدّولہ کربوغا (یا کربوقا) صاحبِ موصل ایک زبردست فوج کے ساتھ باغیستان کی امداد کے لیے روانہ ہوا لیکن ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ انطاکیہ کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔

سقوطِ انطاکیہ

گو صلیبی محاصرین تعداد اور قوُّت کے لحاظ سے محصور مسلمانوں سے بیس گُنا تھے اور پھر ان کو اطالوی بیڑا رسد اور کمک بھی پہنچا رہا تھا لیکن اس تفوّق کے باوجود ایک نام نہاد مسلمان اہلِ انطاکیہ سے غدّاری نہ کرتا تو شاید وہ انطاکیہ کی دیواروں سے سر پھوڑ کر واپس جانے پر مجبور ہو جاتے۔ یہ غدّار ایک ارمنی نَو مسلم بہروز (یا فیروز) تھا۔ والیِ انطاکیہ باغیستان کو اس شخص پر بے حد اعتماد تھا۔ اس نے بہروز کو تین خاص برجوں کی حفاظت پر مامور کر رکھا تھا۔ لیکن اس مارِ آستین نے صلیبیوں سے ساز باز کر لی اور ایک مقررہ رات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو فصیل کے نیچے رسے لٹکا دیے۔ صلیبی ان کے ذریعہ فصیل پر چڑھ گئے اور محافظوں کو قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیے۔ اس کے ساتھ ہی ساری صلیبی فوج نعرے لگاتی ہوئی شہر میں گھس گئی اور ہر طرف قتل و غرت اور لوٹ مار کر طوفان مچا دیا۔ ہزاروں بچے' بوڑھے' عورتیں اور جوان ان کی تیغ خون آشام کی نذر ہو گئے۔ گلی کوچے اور سڑکیں مسلمانوں کی لاش سے پُر ہو گئیں۔ باغیستان بھی اس ہنگامہ میں ایک ارمنی کی تلوار کا شکار ہو گیا۔ شہر پر قبضہ کر کے صلیبیوں نے تین دن تک مسلمانوں کی لاشوں پر جشنِ فتح منایا اور اس میں شرمناک بدتمیزیوں اور خرمستیوں کی انتہا کر دی لیکن ان کی خوشی عارضی ثابت ہوئی۔ سقوطِ انطاکیہ کے چوتھے دن امیر کربوغا اپنی فوج کے ساتھ انطاکیہ کے سامنے آ پہنچا اور شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اب صلیبیوں کو اسی شہر پناہ کے اندر محصور ہونا پڑا جس کے چار دن پہلے وہ محاصر تھے۔ انطاکیہ کا قلعہ ابھی تک صلیبیوں کی دست برد سے بچا ہوا تھا اور مسلمان فوج کے چند دستے اس کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ اب اندر سے اہلِ قلعہ نے اور باہر سے امیر کربوغا کی فوج نے صلیبیوں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی ان کو رسد پہنچنے کے تمام وسائل منقطع کر دیے اس طرح صلیبی دوہری مصیبت میں گرفتار ہو گئے اور چند دن کے اندر اندر بھوک' بیماری اور مسلمانوں کے لگاتار حملوں نے ان میں سخت مایوسی اور بددلی پیدا کر دی۔ اسی اثنا میں سلطان قلیج ارسلان بھی کچھ فوج لے کر انطاکیہ کے باہر پہنچ گیا۔ اب صلیبیوں کو اپنی تباہی یقینی نظر آنے لگی۔ خوف و ہراس کے عالم میں سینکڑوں صلیبیوں نے انطاکیہ سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن اس میں صرف چند خوش قسمت ہی کامیاب ہوئے۔ باقی سمندر میں غرق ہو گئے یا مسلمان محاصرین کی تلواروں کا شکار ہو گئے۔ محاصرے کے پچیس دن صلیبیوں کی مہم کا تلخ ترین تجربہ ثابت ہوئے۔ اس وقت کوئی معجزہ ہی انہیں ہولناک تباہی اور بربادی سے بچا سکتا تھا اور عیسائی مؤرخین کے قول کے مطابق یہ معجزہ رونما ہو کر رہا۔ ایک پادری پیٹر بارتھلمی نے مایوسی کے اتھاہ سمندر میں غرق صلیبیوں کو یکایک یہ نوید سنائی کہ اس کو سینٹ اینڈریو (عیسائیوں کے ایک بڑے ولی) نے خواب میں آ کر فتح کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشارت دی ہے اور حکم دیا ہے کہ میرے بھائی پیٹر (ایک دوسرے عیسائی ولی) کے گرجا میں جا کر قربانگاہ کی زمین کھودو۔ وہاں سے تمہیں ایک آہنی بھالا (یا برچھی کا پھل) ملے گا۔ یہ وہی بھالا ہے جو خداوند یسوع مسیح کے پہلو میں مارا گیا تھا۔ اگر اس بھالے کو تم فوج کا نشان بناؤ تو یہ تمہاری نجات اور فتح کا ضامن ثابت ہوگا۔

صلیبیوں نے بڑی ردوقدح کے بعد بے دلی سے اس جگہ کو کھودا تو انہیں فی الواقع موعودہ بھالا مل گیا۔ اس بھالے کے ملتے ہی مایوسیوں کے بادل چھٹ گئے اور صلیبیوں میں ایسا زبردست جوش پیدا ہوا کہ وہ اسی وقت مرنے مارنے کے لیے تیار ہو گئے۔ دوسری طرف محاصرین اپنی فتح کے یقین میں مست تھے اور ان کے تصوّر میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ شکستہ ہمت صلیبی محصورین یکایک خوفناک جنگجوؤں کی صورت اختیار کرلیں گے۔ ان کا جرنیل کربوغا نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا تھا کہ صلیبی "مقدّس" بھالے کو نشانِ جنگ بنائے ہوئے مہیب سیلاب کی طرح شہر سے نکلے اور مسلمانوں پر تندوتیز حملہ کر دیا کربوغا کی خامکار فوج تو ان کے پہلے ہلّے ہی میں ہمت ہار بیٹھی۔ البتہ قلیج ارسلان نے بڑی ثابت قدمی سے صلیبیوں کے خوفناک ریلے کو روکا اور پھر ایسی پھرتی سے جوابی حملہ کیا کہ صلیبیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ عین اس وقت جب صلیبی ہزیمت سے دوچار ہونے والے تھے۔ عیسائی مؤرّخوں کے قول کے مطابق ایک اور "معجزہ" رونما ہوا۔ ایک پادری اِدھر قریبی پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے بڑے زور سے چلّایا "وہ دیکھو خدائی مدد آ پہنچی! مقدّس شہید جارج' ڈیمٹریس اور تھیوڈر (عیسائیوں کے تین بہت بڑے ولی) تمہاری مدد کے لیے آ رہے ہیں"۔ صلیبیوں نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو تین سوار سفید لباس اور چمکدار زرہیں پہنے ایک مسلّح جماعت کے ساتھ پہاڑ سے نیچے اتر رہے تھے۔ یہ شعبدہ بازی تھی یا معجزہ؟ اس سوال کا جواب تو عیسائی مؤرّخین کی صوابدید پر منحصر ہے البتہ ایک مسلمان مؤرّخ جمال الدّین کا بیان ہے کہ عین ہنگامۂ کارزار میں ترکوں اور عربوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ صلیبیوں سے لڑنے کے بجائے ایک دوسرے کے گلے کاٹنے لگے۔ حقیقتِ حال کچھ بھی ہو یکایک عیسائیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حیرت انگیز جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے اپنی صفیں درست کر کے مسلمانوں پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ان کے لیے پسپا ہونے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ یہ واقعہ ۲۸ جون ۱۰۹۸ء (دوشنبہ) کو ہوا۔ اس دن انطاکیہ کی قسمت پر مہر لگ گئی اور اس پر صلیبیوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ صلیبیوں نے بوہمینڈ کی سربراہی میں یہاں اپنی دوسری ریاست قائم کی اور پھر اردگرد کے مقامات کو فتح کرتے ہوئے معرۃ النعمان کی طرف بڑھے۔

مُعَرَّۃُ النُّعْمَان کی تباہی

معرۃ النعمان (مشہور عرب فلسفی ابوالعلاء معرّی کا وطن) شام کا نہایت بارونق شہر تھا اور اس کی آبادی ایک لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ کونٹ ریمنڈ (ریماں) کی سرکردگی میں صلیبیوں نے اس شہر کو چند دن کے اندر اندر فتح کر لیا اور اس کے اسی ہزار باشندوں کو نہایت سفاکی کے ساتھ قتل کر ڈالا اور باقی کو غلام اور کنیزیں بنا کر بردہ فروشی کیلیے انطاکیہ بھیج دیا۔ ظالموں نے اسی پر ہی بس نہیں کیا بلکہ اس خوبصورت شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس کے در و دیوار کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ صلیب کے یہ نام لیوا جوشِ تعصب میں اس قدر اندھے ہو گئے تھے کہ اپنے کیمپوں میں مسلمانوں کا گوشت کُھلَّم کُھلَّا فروخت کرتے تھے اور اسے مزے لے لے کر کھاتے تھے۔

یروشلم کی طرف پیش قدمی

معرۃ النعمان کو تباہ کرنے کے بعد صلیبی ''حصن الاکراد'' کے اہم مقام کی طرف بڑھے اور اسے فتح کرنے کے بعد عرقہ کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا نہایت شاندار دفاع کیا اور صلیبیوں کی تمام کوششیں اس کو فتح کرنے میں ناکام ہو

---

1. عیسائی مؤرخین کا بیان ہے کہ محاصرہ کے دوران میں انطاکیہ کے شہرت یافتہ پادری بارتھلمی نے صلیبیوں کو پھر کئی ''معجزات'' دکھائے لیکن اب کی بار ان کو اس کی باتوں پر یقین نہ آیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے وہ ساری فوج کے سامنے دہکتی ہوئی آگ میں سے گزرے۔ بارتھلمی کو مجبور ہو کر ایسا کرنا پڑا لیکن وہ آگ میں بری طرح جھلس گیا اور چند دن کے بعد مر گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئیں۔[1] بالآخر مئی ۱۰۹۸ء میں وہ محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد وہ سمندر کے کنارے کنارے بجانب جنوب بیروت' صیدا' ٹائر (صور) عکہ' قیصاریہ ا رار سوف سے گزرتے ہوئے رملہ پہنچ گئے جو یروشلم سے سولہ میل کے فاصلے پر تھا۔ یہاں انہوں نے اپنی تمام فوج کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ پچاس ہزار صلیبی جنگجو یروشلم کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے موجود تھے۔ باقی راستے میں مسلمانوں سے لڑائیوں بھڑائیوں میں یا قحط بیماریوں اور سفر کی صعوبتوں سے ہلاک ہو چکے تھے اور ایک کثیر تعداد نے ایڈیسہ (اعزاز) اور انطاکیہ وغیرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ رملہ میں چند دن قیام کر کے ان پچاس ہزار صلیبی جنگ آزماؤں کا پُرخروش لشکر یروشلم کی طرف بڑھا اور ۶ جون ۱۰۹۹ عیسوی کو اس کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یروشلم

صلیبیوں کی منزلِ مقصود

ساری دنیا میں اپنی قدامت اور عظمت کے لحاظ سے بہت کم شہر یروشلم یا بیت المقدس کی ہمسری کا دعوٰی کر سکتے ہیں۔ یہودیوں' عیسائیوں اور مسلمانوں سبھی کے نزدیک یہ شہر بے حد مقدّس و متبرک ہے۔ اس کے چپّے چپّے پر ان تینوں قوموں کے نہایت مقدّس مقامات پھیلے ہوئے ہیں[1] یہ عظیم شہر بے شمار انبیاء کا مہبط اور مسکن رہا ہے اور کتنے ہی جلیل القدر نبیوں کے مزارات اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ اپنی ۳۲ صد سالہ تاریخ میں یہ شہر دنیا کی تمام عظیم الشان سلطنتوں کی یورشیں برداشت کرتا رہا ہے۔ یہ کم و بیش اکیس مشہور حملوں اور محاصروں کا ہدف بنا۔ دنیا کی کئی قوموں نے اسے مسخّر کیا۔ عبرانی' یونانی' رومی اور دوسری قومیں صدیوں تک اس شہر میں اپنے اقتدار کا ڈنکا بجاتی رہیں۔ اڑھائی ہزار سال تک اس مقدّس اور قدیم شہر پر برابر تباہیاں نازل ہوتی رہیں۔ ہر قوم اور ہر سلطنت نے اس پر حملے کیے اور کسی نے اس کی غارت گری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ظلم و جور کا کوئی طریقہ ایسا نہیں تھا جو فاتحین نے اس شہر کے بدقسمت باشندوں پر استعمال نہ

---

[1] اہل عرب یروشلم کو "القدس" یا "بیت المقدس" کہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا قبلۂ اول ہے اور رسولِ اکرمؐ شبِ معراج کو اسی جگہ سے آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ اہلِ یورپ اس شہر کو یروشلم (Jerusalem) 'شہرِ مقدّس (The Holy City) جیرہ سلیما (Geruseleme) اور ہیگی اُپولس (Hagiopolis) وغیرہ ناموں سے پکارتے ہیں۔ موخّر الذکر دو نام اطالوی اور یونانی زبانوں کے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہو لیکن ۶۳۷ء میں ایک عجیب قوم نے اس شہر کا محاصرہ کیا اور اس پر فتح بھی پائی مگر فاتحین جن میں اس قوم کا سربراہ اعلیٰ بھی تھا اس میں اس طرح داخل ہوئے جس طرح نسیمِ سحری گلشن میں داخل ہوتی ہے[1] نہ کسی عمارت کی ایک اینٹ تک گری نہ کسی انسانی رگ سے لہو کا ایک قطرہ تک بہا۔ اب تک جتنے حملے ہوئے تھے ان سب میں بیت المقدس بری طرح تباہ ہوتا رہا تھا۔ لیکن اس عجیب "حملہ" نے باشندگانِ شہر کی قسمت بدل ڈالی۔ غلام ہونے کے بجائے وہ ہر قسم کی بندشوں اور پابندیوں سے آزاد ہو کر راحت و آرام کے صحیح مفہوم سے پہلی مرتبہ آشنا ہوئے۔ اس کے بعد مسلسل چار سو ساٹھ برس تک یروشلم اسی قوم

---

1. ۱۶ ہجری/ ۶۳۷ء میں جب مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب یروشلم کی دیواروں کے نیچے پہنچا تو عیسائیوں نے قلعہ بند ہو کر مقدور بھر مقابلہ کیا۔ جب مقابلے سے عاجز آ گئے تو صلح کی درخواست کی جس میں یہ شرط رکھی کہ مسلمانوں کا خلیفہ خود یہاں آئے اور معاہدۂ صلح پر دستخط کرے۔ سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے حضرت عُمَرِ فاروقؓ کو خط لکھا کہ یروشلم پر قبضہ آپ کی تشریف آوری پر موقوف ہے۔ حضرت عُمَرِ فاروقؓ نے یہ خط ملنے پر کاروبار خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے سپرد کیا اور خود بیت المقدس کے لیے روانہ ہو پڑے۔ علامہ شبلی حضرت عمر فاروقؓ کے اس سفر کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ان کے ساتھ نقارہ نوبت خدم حشم لاؤ لشکر ایک طرف معمولی ڈیرہ اور خیمہ تک نہ تھا۔ سواری میں گھوڑا تھا اور چند مہاجرینؓ و انصارؓ ساتھ تھے تاہم جہاں یہ آواز پہنچتی تھی کہ فاروقِ اعظمؓ نے مدینہ سے شام کا ارادہ کیا ہے' زمین دہل جاتی تھی۔

حضرت عمرؓ نے یروشلم کے قریب جابیہ کے مقام پر قیام کیا' وہیں یروشلم کے محصور عیسائیوں کے نمائندے پہنچے اور معاہدۂ صلح لکھا گیا اس کے بعد حضرت عُمَرِ فاروقؓ اپنے معمولی لباس میں پیادہ پا سرداران فوج کے ہمراہ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ سر ولیم میور کے الفاظ میں "یروشلم میں پہنچ کر خلیفہ (عمرؓ) نے بطریق اور اہلِ شہر سے مہربانی اور شفقت سے ملاقات کی اور ان کو وہی حقوق عطا کیے جو ان کے شایانِ شان تھے۔ یہ ان کی نہایت مہربانی اور عنایت تھی کہ باشندوں پر معمولی جزیہ لگایا اور ان کے معابد اور گرجوں کو بالاستقلال ان کے قبضے میں دے دیا۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فرزندوں (مسلمانوں) کے قبضے میں رہا۔ بنی امیہ کی خلافت کے زمانہ میں عیسائیوں کو بیت المقدس میں جو امن اور آرام میسر تھا' عیسائی مؤرخ آرچہ نے اسے عیسائی زائرین کی زبان سے بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ صرف بنی امیہّ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کے رویہ کے متعلق فرانسیسی مؤرِخ مچاڈ نے شکایت کی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کہتا ہے کہ مروان ثانی عیسائی اور مسلمان دونوں قوموں کے حق میں یکساں طور پر جابر تھا اور جب اسے اور اس کے خاندان (بنی اُمیّہ) کو دشمنوں (بنوعبّاس) نے مغلوب کرلیا تو عیسائی اور مسلمان دونوں خدا کا شکر بجالائے۔

عبّاسی حکمرانوں میں سے تو اکثر کے زمانہ کو یورپی مؤرّخین نے عیسائیوں کے حق

حضرت عمرؓ جب یروشلم کے مقدس مقامات کو دیکھ رہے تھے تو نماز کا وقت آ گیا۔ بطریق (پادری) نے وہیں کپڑا بچھا دیا اور کہا کچھ حرج نہیں آپ یہیں (گرجے کے اندر) نماز ادا کرلیں۔ حضرت عُمر فاروقؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا: لَوْ صَلَّيْتُ دَاخِلَ الْكَنِيسَةِ أَخَذَهَا الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدِي وَقَالُوْ هُنَا صَلَّى عُمَرُ۔ (ابنِ خُلدون)

''اگر میں آج گرجے کے اندر نماز پڑھ لوں گا تو میرے بعد مسلمان یہ دعوٰی پیش کر کے کہ عمرؓ نے اس میں نماز پڑھی' یہ گرجا تم سے چھین لیں گے۔''

اس کے بعد فاروقِ اعظمؓ نے گرجے سے باہر سیڑھیوں پر نماز ادا کی اور ایک تحریری وثیقہ لکھ کر پادری کے حوالے کیا جس میں لکھا تھا ''اس سیڑھی پر نہ کوئی نماز ہی ادا کرے اور نہ اذان دے۔'' (ابنِ خُلدون ج ۲' ۲۲۵)

حضرت عمرؓ نے ایک نماز مسجدِ اقصیٰ کے قریب ایک مقام پر ادا کی۔ اس جگہ انہی کے نام پر ایک مسجد تعمیر کی گئی جو اب تک قبۃ الصخرا کے پاس موجود ہے اور مسجدِ عمرؓ کے نام سے مشہور ہے۔ بیت المقدس کے قیام کے دوران ہی میں ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت بلالِ حبشیؓ سے درخواست کی کہ آج آپ اذان دیں۔ حضرتِ بلالؓ نے فرمایا کہ میں عہد کر چکا تھا کہ رسولِ اکرمؐ کے بعد اذان نہ دوں گا لیکن آپ کا ارشاد نہیں ٹال سکتا۔ یہ کہہ کر اذان دینی شروع کی تو صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کا عہدِ مبارک یاد آ گیا اور روتے روتے ان کی (بشمول حضرت عمرؓ) ہچکیاں بندھ گئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں خدا کی رحمت قرار دیا ہے۔ جب عباسی خلافت ضعیف ہوگئی تو مصر میں بنی فاطمہ نے طاقت پکڑی اور اپنی علیحدہ خلافت قائم کر کے بیت المقدس سمیت شام اور فلسطین کے اکثر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ عیسائی مؤرخین مصر کے فاطمی خلیفہ حاکم بامراللہ (۳۸۶-۴۱۱ھ/۹۹۶-۱۰۲۰ء) کے مظالم کے بے حد شاکی ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق اسی خلیفہ کے مظالم نے نہ صرف یونانی عیسائیوں بلکہ تمام یورپ کے عیسائیوں کو شام اور بیت المقدس پر حملہ کرنے کے لیے برانگیختہ کیا مگر دراصل اس مخبوط الحواس خلیفہ کا تشدد کچھ عیسائیوں ہی سے مخصوص نہ تھا بلکہ مسلمان بھی اس کے رویہ سے بیزار تھے[1]

گیارھویں صدی عیسوی کے آخری میں آلِ سلجوق نے یروشلم مصر کی فاطمی حکومت سے چھین لیا۔ سلطان تاج الدولہ تتش (یا توتوش) ابنِ الپ ارسلان سلجوقی نے اپنی فوج کے ایک ترکمانی افسر اورتوق بن اکسب کو یروشلم کا حاکم مقرر کیا اور توق نے ۴۸۴/ ۱۰۹۱ء میں وفات پائی تو اس کے دو بیٹے سکمان اور ایلغازی اس کے جانشین ہوئے۔ صلیبی جب ارضِ شام میں داخل ہوئے تو اس وقت یروشلم پر یہی ترکمانی بھائی قابض تھے۔ انطاکیہ اور معرۃ النعمان کو برباد کرنے کے بعد صلیبیوں نے عرقہ کا محاصرہ کیا تو مصر کی فاطمی حکومت

۱- عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ حاکم کی عقل میں فتور تھا جو آخر دم تک رہا۔ اس نے پہلے تو علم کی اشاعت کے لیے بہت سے مدارس قائم کیے اور ان میں علماء وفقہا کو تعلیم کے لیے مقرر کیا لیکن کچھ مدت بعد ان کو ناحق قتل کرا دیا اور تمام مدارس بند کرا دیے۔ ایک دفعہ اس نے حکم دیا کہ کوئی شخص دن کے وقت کاروبار نہ کرے بلکہ تمام تاجر اور دکاندار رات کو دکانیں کھولیں۔ ۱۰۰۹ء میں اس نے عیسائیوں کے بہت سے گرجے منہدم کرا دیے جن میں یروشلم کا کنیسۃ القیامۃ (کنیسائے مزارِ مسیح علیہ السلام) بھی شامل تھا یہ گرجا عیسائیوں کے نزدیک بے حد مقدس ومحترم تھا۔ جب یورپ میں اس گرجا کے انہدام کی خبر پہنچی تو عیسائیوں میں سخت اشتعال پیدا ہوا۔ عیسائی مؤرخین کا بیان ہے کہ حاکم کے اسی اقدام نے صلیبی جنگوں کا بیج بویا۔ مشرقی مؤرخین نے حاکم کے اس اقدام کی یہ توجیہ کی ہے کہ اسی زمانہ میں رومیوں نے شام پر حملہ کر کے مسلمانوں پر سخت مظالم ڈھائے تھے اور ان کی مسجدیں گرا ڈالی تھیں۔ حاکم نے اس کے قصاص میں عیسائیوں کے گرجے منہدم کرا دیے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے محصور مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کے بجائے ایک طاقتور فوج یروشلم پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دی۔ ترکمانوں نے بتیرے ہاتھ پاؤں مارے لیکن مصریوں نے انہیں مغلوب کر لیا اور یروشلم پر قابض ہو گئے۔ سکمان یہاں سے کیفہ (دیارِ بکر) کو چلا گیا اور ایلغازی نے عراق کا راستہ لیا۔[1]

ترکمان بالعموم جاہل لوگ تھے ان کے عہدِ حکومت میں عیسائی زائرین کبھی کبھار ان کے اکھڑپن اور بدسلوکی کا شکار ہو جاتے تھے۔ ان کی بدسلوکی کی مبالغہ آمیز داستانیں جب یورپ میں پہنچتی تھیں تو اہلِ یورپ کے خون میں گرمی پیدا ہو جاتی تھی لیکن وہ یہ بھول جاتے تھے کہ عام مسلمان بھی ترکمانوں کے اس اکھڑپن اور درشت سلوک سے محفوظ نہیں تھے۔ درحقیقت اس طوائف الملوکی اور خانہ جنگی کے پُرآشوب زمانے میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو یکساں تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ نواحِ فلسطین میں نظم و نسق تباہ ہو چکا تھا اور قزاقوں اور لٹیروں کی بن آئی تھی۔ وہ نہ صرف عیسائی زائرین کے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے بلکہ مسلمان قافلوں پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔ البتہ سلجوقیوں اور رومیوں کی لڑائیوں میں اگر کبھی عیسائیوں کو نقصان پہنچا تو وہ ان کا اپنا ہی قصور تھا کیونکہ وہ رومی عیسائیوں کی حمایت میں خواہ مخواہ مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے تھے حالانکہ سلجوقیوں اور رومیوں کے درمیان کوئی مذہبی لڑائی نہیں تھی۔ یورپ میں ان سارے حالات کو عیسائیوں پر مسلمانوں کے ہولناک اور لرزہ خیز مظالم سے موسوم کیا گیا اور صلیبی جنگ کے لیے میدان ہموار کیا گیا۔

صلیبیوں کی یلغار جب یروشلم کی دیواروں کے نیچے پہنچی تو اس وقت اس شہر پر مصر

---

[1] مقامِ تعجب ہے کہ عین اس وقت جب صلیبی جنگجو مسلمانوں کے لیے تباہی اور بربادی کا پیغام ثابت ہو رہے تھے۔ مسلمان حکمران اپنے مشترکہ اور حقیقی دشمن کے خلاف کوئی متحدہ محاذ بنانے کے بجائے ایک دوسرے کی پیٹھ میں خنجر گھونپ رہے تھے۔ ایک طرف مصری حکومت یروشلم کے مسلمان حکمرانوں سے اپنے پرانے بدلے چکانے میں مصروف تھی تو دوسری طرف طرابلس اور بیروت کے مسلمان امیر نقد و جنس کی صورت میں صلیبیوں کو امداد دے رہے تھے۔

(فلپ کے حتّی)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فاطمی خلیفہ ابوالقاسم احمد المستعلی باللہ کا عَلَمِ اقتدار لہرا رہا تھا۔ مصر کا یہ حکمران اپنی ہمسایہ مسلمان حکومتوں کا شدید دشمن تھا۔ اس کو بغداد کے عباسی حکمران اور عباسی حکمران کو اس سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ آلِ سلجوق کا تو فاطمی حکمران نام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس میں اتنی سکت بھی نہیں تھی کہ یروشلم کے مسلمانوں کی کوئی عملی مدد کر سکتا۔ مختصر یہ کہ یروشلم کے دفاع کی ذمہ داری تنہا افتخار الدولہ کے کندھوں پر آ پڑی جو خلافتِ مصر کی طرف سے اس شہر کا حاکم تھا۔

یروشلم کا محاصرہ

صلیبیوں نے ۶ جون ۱۰۹۹ء کو بڑے جوش و خروش سے یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے پچاس ہزار جنگجوؤں کے سامنے یروشلم کا دفاع کرنے والی مسلمان فوج کی تعداد صرف ایک ہزار تھی۔ صلیبیوں کو یقین تھا کہ وہ یروشلم کی قلیل محافظ فوج کو دو تین دن کے اندر مغلوب کر لیں گے لیکن ان کی یہ توقع نقش بر آب ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے حیرت انگیز بہادری سے صلیبیوں کا مقابلہ کیا اور ان کا منہ پھیر کر رکھ دیا۔ لیکن یروشلم کے عیسائی باشندے مسلمانوں کے لیے مارِ آستین ثابت ہوئے۔ وہ مسلمانوں کے دفاعی انتظامات کی ذرا ذرا خبر صلیبیوں کو چوری چھپے پہنچا دیتے تھے جس سے ان کے جوش اور ہمت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ صلیبیوں نے محاصرے کے دوران میں بہت سی منجنیقیں تیار کر لیں اور ان کے ذریعہ یروشلم کی شہر پناہ پر بے پناہ سنگ باری کی لیکن اپنے تمام جتنوں کے باوجود وہ چالیس دن تک شہر فتح نہ کر سکے۔ ۲۳ شعبان ۴۹۲ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۰۹۹ء کو صلیبیوں نے اپنی تمام قوتیں مجتمع کر کے شہر پر ایک فیصلہ کُن حملہ کیا۔ مسلمانوں نے سروں سے کفن باندھ کر اس مہیب یلغار کو روکا اور ۱۲ گھنٹے کی خونریز لڑائی میں صلیبیوں کو لوہے کے چنے چبوا دیے۔ عین اس وقت جب صلیبی ہمت ہار بیٹھے تھے، اُن کے پادریوں نے اپنے پرانے حربے سے کام لیا اور جبل زیتون کی طرف اشارہ کر کے چلّائے۔ "وہ دیکھو سینٹ جارج[1] تمہاری مدد کے لیے آیا ہے" اس کے ساتھ ہی صلیبیوں نے جبلِ زیتون کی طرف نگاہ

---

[1] سینٹ جارج یا جرجیس عیسائیوں کا بہت بڑا ولی گزرا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھائی تو انہیں اس کی چوٹی پر ایک سوار دکھائی دیا جو اپنی سپر کو ہلا ہلا کر صلیبیوں کو شہر میں داخل ہونے کا اشارہ کر رہا تھا۔

سقوطِ یروشلم

"آسمانی سوار" کے نمودار ہوتے ہی صلیبیوں میں زبردست جوش کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے ایک خوفناک حملے میں مسلمانوں کے تمام دفاعی انتظامات درہم برہم کر دیے اور شہر میں گھس گئے۔ یہ گھڑی مسلمانوں پر قیامت سے کم نہ تھی۔ صلیب کے ان نام لیواؤں نے شہر میں داخل ہو کر ایسی بہیمیت اور بربریت کا ثبوت دیا کہ شرافت وانسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ ان قصابوں کے ہاتھوں ستر ہزار انسان بے دردی سے ذبح ہو گئے نہ کوئی مسلمان بچا نہ یہودی' نہ بوڑھوں کو امان ملی نہ عورتوں اور بچوں کو۔ اس مہیب ہنگامہ میں گریہ و زاری اور موت کی چیخوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ ریمنڈ داڑیل (Raymond D` Agile) اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسجدِ (اقصیٰ) کے صحن میں خون گھٹنوں بلکہ گھوڑوں کی باگوں تک پہنچتا تھا"۔ البرٹ ڈی ایکس کا بیان ہے کہ "یروشلم کے تمام محلوں' عبادت گاہوں اور کوچوں میں لاشوں کے انبار لگ گئے تھے۔ حتیٰ کہ ویران اور تنہا جگہوں میں بھی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں"۔ قتل و غارت اور لوٹ مار کا یہ ہنگامہ سات دن تک جاری رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی۔

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغِ ناز کُشی
مگر کہ زندہ کُنی خلق را و باز کُشی

اس دوران میں ان غارت گروں نے شہر کی ہر ایک چیز لوٹ لی۔ مسجدِ عمرؓ میں آرائش کا اس قدر سامان تھا کہ اس سے چھ بڑے چھکڑے بھرے جا سکتے تھے۔ اس میں سونے کے بیس اور چاندی کے ایک سو بیس شمعدان اور بے شمار دوسری قیمتی اشیاء شامل تھیں۔ ٹنکرڈ اس سامان کو دو دن تک لوٹنے میں مصروف رہا۔ اسی طرح مقتول مسلمانوں کے آراستہ وپیراستہ مکانوں میں جو صلیبی پہلے داخل ہوا اس نے اس پر قبضہ جما لیا' جب صلیبی یروشلم کے بدقسمت باشندوں کے خون سے اپنی آتشِ غضب فرو کر چکے تو انہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یروشلم پر اپنا قبضہ مستحکم کرنے کی فکر ہوئی۔ ۲۲ جولائی ۱۰۹۹ء کو انہوں نے ایک اجلاسِ عام میں گاڈ فرے ڈی بوئلن کو شہرِ مقدس کا بادشاہ منتخب کیا اور پادری ارنلف کو اپنا بڑا مذہبی پیشوا مقرر کیا۔ گاڈ فرے بڑا متعصب صلیبی تھا اس نے اپنے لیے کنیسۃ القیامہ کے محافظ کا لقب اختیار کیا اور یروشلم کو مرکزی صلیبی ریاست قرار دیا۔ ایڈیسہ اور انطاکیہ کے بعد یہ تیسری ریاست تھی جو صلیبیوں نے سرزمینِ مشرق میں قائم کی۔

عالَمِ اسلام میں ماتم

یروشلم کے سقوط اور وہاں کے مسلمانوں کے قتلِ عام کی خبر تمام عالَمِ اسلام میں انتہائی دکھ کے ساتھ سنی گئی۔ یروشلم کے ایک عالم قاضی ابو سعید ہروی کچھ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے بغداد پہنچ کر خلیفہ مستظہر باللہ کے دربار میں صلیبیوں کے ہولناک مظالم بیان کیے تو ہر طرف سے نالہ وشیون کی آوازیں آنے لگیں۔ اسی طرح دمشق کے قاضی نے بغداد پہنچ کر خلیفہ کے سامنے اپنی ڈاڑھی نوچتے ہوئے مسلمانوں کی مظلومی کی دردناک داستان سنائی تو خلیفہ اور اس کے سب درباری زار و قطار رونے لگے۔ مسلمان شعراء نے دردناک مرثیے لکھے جن میں مظفر ابی وردی کا مرثیہ بہت مشہور ہوا[1]۔ اس زمانہ میں سلاجقۂ عظام کے جانشین سلطان برکیاروق اور سلطان محمد باہمی جنگ میں مشغول تھے۔ عباسی خلیفہ نے ان کو خدا اور رسول کا واسطہ دے کر متحد ہو جانے کو لکھا لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ مصر کی فاطمی خلافت کو یروشلم کے ہاتھ سے نکل جانے کا صدمہ تو بہت ہوا لیکن آنسو بہانے اور دعائیں مانگنے کے سوا اس سے کچھ بن نہ پڑا۔ غرض مسلمانوں کے ضعف اور افتراق کی بدولت صلیبیوں کو ارضِ شام و فلسطین میں قدم جمانے کا خوب موقع مل گیا۔

سقوطِ طرابلس

گاڈ فرے کو یروشلم زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا۔ ایک سال بعد (۱۸ جولائی

---

[1] یہ مرثیہ ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۰۰ءکو) اسے پیغامِ اجل آ گیا۔ اب صلیبیوں نے گاڈ فرے کے چھوٹے بھائی بالڈون (اوّل) کو ایڈیسہ سے بلا کر اس کا جانشین مقرر کیا۔ گاڈ فرے یروشلم کا بادشاہ بننے کے بعد اپنی ریاست میں چنداں توسیع نہیں کر سکا تھا۔ بالڈون نے بادشاہ بنتے ہی ملک گیری کی مہم کا آغاز کر دیا اور اگلے چند سالوں کے اندر حیفہ' بیسان (جو دمشق سے بحیرۂ روم جانے والے راستہ پر واقع تھا) ارسوف' قیساریہ' صور' عکہ ' سیڈون' طرابلس اور بیروت کو فتح کر لیا۔

اس زمانے میں بحیرۂ روم کے یہ ساحلی شہر بڑے خوشحال اور بارونق تھے۔ صلیبیوں نے ان پر قبضہ کر کے وہاں کے مسلمان باشندوں کو بڑی بیدردی سے ذبح کر ڈالا اور ان کے گھر اور معابد جلا ڈالے۔ ان بدقسمت شہروں میں طرابلس کا شہر خصوصیّت کے ساتھ قابلِ ذکر ہے۔ بیس ہزار کی آبادی کے اس شہر پر بنو عمار کی حکومت تھی جو علم و ہنر کے بڑے سرپرست تھے۔ شہر میں کئی اعلیٰ درجے کے کتب خانے اور مدارس تھے۔ بلور' کاغذ' اون' ریشم اور کتان اس کی خاص صنعتیں تھیں جو ہزارہا کاریگروں کا ذریعۂ معاش تھیں۔ مشہور ایرانی سیاح ناصر خسرو اپنے سفر نامے میں لکھتا ہے۔

> "طرابلس ایک خوبصورت شہر ہے۔ یہ نہایت سرسبز اور شاداب کھیتوں اور باغوں سے گھرا ہوا ہے۔ انگوروں کی بیلیں' نارنگی' سنگترہ' کھجور اور دوسرے پھلدار درختوں کے باغ عجب بہار دیتے ہیں۔ شہر میں اس قدر رونق ہے کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ چار پانچ یہاں تک کہ چھ منزلہ مکانات بھی بنے ہوئے ہیں۔ دکانیں نہایت شاندار ہیں اور ہر قسم کے سامان سے بھری ہوئی ہیں۔ منڈیوں میں دنیا جہان کی چیزوں کی وہ بہتات ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ چوکوں اور گلیوں میں فوارے جاری ہیں۔ شہر کی جامع مسجد سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے اور بڑی وسیع اور شاندار ہے۔ یہاں کاغذ بنانے کا ایک کارخانہ ہے جس میں نہایت نفیس کاغذ تیار ہوتا ہے"۔

صلیبیوں نے طویل محاصرہ کے بعد ۱۱۰۹ء میں طرابلس کو فتح کر لیا اور پھر جو کچھ انہوں نے شہر کے اندر کیا وہ تہذیبِ انسانی کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے۔ مسلمان

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبادی کو تہ تیغ کرنے کے ساتھ انہوں نے طرابلس کا وہ عظیم الشان کتب خانہ بھی جلا دیا جس کی تمام مشرق میں شہرت تھی۔ مختلف روایتوں کے مطابق اس کتب خانہ میں ایک لاکھ سے تین لاکھ تک نادر و نایاب کتابیں تھیں۔ موسیو مچاڈ نے اس دردناک سانحہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''طرابلس کے مشہورِ عالم کتب خانہ میں یونانیوں' مصریوں' عربوں اور ایرانیوں کے قدیم علوم کی ہزاروں قابلِ قدر یادگاریں تھیں۔ ایک سَو آدمی ان کی نقل پر ملازم تھے۔ قاضی (مہتمم کتب خانہ) تمام ممالک میں نایاب اور قیمتی کتابیں خریدنے کے لیے آدمی بھیجتا رہتا تھا۔ شہر کی فتح کے بعد ایک پادری کی سرکردگی میں صلیبیوں نے اس عظیم کتب خانہ کو نذرِ آتش کر دیا۔ مشرقی مؤرخوں نے بڑے درد کے ساتھ اس ناقابلِ تلافی نقصان کا ذکر کیا ہے لیکن ہمارے ہمعصر مغربی مؤرخین نے اس کا مطلق ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ ان کی خاموشی سے معلوم ہوتا ہے کہ فرنگی سپاہیوں نے انتہا درجہ کی لاپروائی سے اس آگ کو دیکھا جس نے ایک لاکھ کتابوں کے قیمتی ذخیرے کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

(تاریخ مچاڈ)

طرابلس کے محلِ وقوع اور اہمیت کے پیشِ نظر صلیبیوں نے یہاں اپنی چوتھی ریاست قائم کی۔ اب ایڈیسہ' انطاکیہ' یروشلم اور طرابلس ارضِ مشرق میں عیسائی قوت کا مرکز بن گئے۔ گو یہ سب ریاستیں مقامی طور پر خود مختار تھیں لیکن ان پر یروشلم کو بالادستی حاصل تھی اور وہ رسمی طور پر یروشلم کے بادشاہ کے ماتحت متصور ہوتی تھیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھٹاٹوپ اندھیرا

پہلی صلیبی جنگ کا دوسرا دور صلیبیوں کی کامیابی پر منتج ہوا۔ ان کی پے در پے فتوحات نے عراق، شام اور فلسطین کے مسلمانوں کو لاانتہا مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا۔ ان بیچاروں کی نہ جان محفوظ تھی نہ آبرو۔ چند سال کے اندر اندر صلیبی اقتدار کے سیلاب نے بڑے وسیع علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جن میں ایڈیسہ، انطاکیہ، یروشلم، بیروت، طرابلس، عکہ، صور، صیدان، ارسوف، قیصاریہ، اڈانا، ممترا، طرطوس اور بانیاس جیسے بارونق شہر بھی شامل تھے۔ اس اقتدار کو عیسائیوں کے دو انتہا پسند مذہبی فرقوں نے بڑی تقویت پہنچائی۔ کہنے کو تو ان کا نام ٹمپلرز (خُدّامِ معبد[1]) اور ہاسپٹلرز (خُدّامِ شفاخانہ[2]) تھا

۱۔ ٹمپلرز (Templers) ابتداء میں یہ ایک مذہبی تنظیم تھی جس کی بنیاد ۱۱۱۸ء میں رکھی گئی۔ اس کا مرکز یروشلم میں تھا اور اس کا مقصد یروشلم کے عیسائی زائرین کی حفاظت کرنا تھا۔ ۱۱۸۶ء میں یروشلم کو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے فتح کر لیا تو ان لوگوں نے قبرص کو اپنا مستقر بنا لیا۔ ان میں سے کچھ لوگ لندن جا کر آباد ہو گئے لندن کا یہ علاقہ آج بھی ٹمپل (The Temple) کے نام سے مشہور ہے اور وہاں ایک گرجا ان لوگوں کی یاد دلاتا ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں اس فرقہ کا خاتمہ ہو گیا۔

۲۔ ہاسپٹیلرز (Hospitallers) ابتداء میں یہ بھی ایک خالص مذہبی تنظیم تھی جس کا مقصد بوڑھے اور بیمار عیسائیوں کی خبر گیری اور یروشلم کے عیسائی زائرین کی ضرورتوں کو پورا کرنا تھا اس کی بنیاد ۱۰۵۰ء میں رکھی گئی۔ بعد میں یہ ایک زبردست فوجی تنظیم کی صورت اختیار کر گئی۔ جب صلاح الدّین نے یروشلم کو فتح کیا تو یہ لوگ قبرص چلے گئے پھر انہوں نے روڈس اور آخر میں مالٹا کو اپنا مرکز بنایا۔ ۱۷۹۹ء میں اس تنظیم کا خاتمہ ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ان دونوں فرقوں نے اپنے آپ کو فوجی بنیادوں پر منظم کر لیا تھا اور عیسائی سلطنت کی پشت و پناہ بن گئے تھے۔ وہ مسلمانوں کے جانی دشمن تھے اور ان کو دکھ پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ انہوں نے اپنی جارحانہ سرگرمیوں اور دہشت انگیزیوں سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تھا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ "ان لوگوں کے انسانیت سوز افعال سے شیطان بھی پناہ مانگتا تھا"۔ ارضِ شام و فلسطین وغیرہ کے بدقسمت مسلمانوں کے لیے صلیبی اقتدار ایک گھٹا ٹوپ اندھیرے کی مانند تھا جس میں ان کو روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ۱۰۹۹ء سے لے کر ۱۱۲۸ء تک کا زمانہ مسلمانوں کے لیے ایک انتہائی پُرآشوب دور تھا۔ اہلِ یورپ کو جن حالات میں ایشیا کے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی جرأت ہوئی ان کا مختصر سا خاکہ پہلے باب میں کھینچ دیا گیا ہے لیکن تعجب ہے کہ صلیبیوں کی مسلسل فتوحات اور چیرہ دستیوں نے بھی مسلمان حکمرانوں کو بیدار نہ کیا وہ بدستور آپس میں لڑتے بھڑتے رہے اور اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف مُتّحِدہ محاذ بنانے کی طرف مطلق توجہ نہ کی۔ یہ صحیح ہے کہ صلیبی اقتدار کی ہلاکت خیزیوں سے حِمص، حماۃ، دمشق، موصل اور حلب کے شہر کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اردگرد بجلیاں کوندتے دیکھ کر بھی ان شہروں کے حکمرانوں میں باہمی اتحاد و تعاون کے جذبے کا فقدان تھا۔ ایشیائے کوچک کے مردِ مجاہد قلیج ارسلان اور مقامی امیروں نے اس زمانہ میں بعض دفعہ انفرادی طور پر صلیبیوں کے خلاف جدوجہد کی اور ان کو شکستیں بھی دیں لیکن کسی ایک مرکز سے وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنی کامیابیوں کا کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے اور ان علاقوں کے مسلمان مسلسل صلیبیوں کے مظالم کا تختۂ مشق بنتے رہے[1]۔ بغداد کی عباسی خلافت اور مصر کی فاطمی خلافت

---

[1] صلیبیوں کی مسلسل فتوحات نے اہلِ یورپ کے خون میں پھر حرارت پیدا کر دی اور بارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں ان کے مزید لشکروں نے جوعِ ارض میں مبتلا ہو کر ارضِ مشرق کا رخ کیا۔ ان میں سب سے بڑا لشکر ڈیوک ولیم آف ایکوٹین اور سٹیفنز آف برگنڈی کی قیادت میں ایشیائے کوچک میں داخل ہوا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کی حریف تھیں ان کا ایک مرکز پر جمع ہونا تو امر محال تھا لیکن اپنے طور پر بھی ان میں اتنی سکت نہ تھی کہ صلیبیوں سے نبرد آزما ہو سکیں۔ مسلمانوں پر قیامت ٹوٹی ہوئی تھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

ان کے ساتھ صلیبیوں کا نامور سردار ریمنڈ (ریماں) بھی آ ملا۔ اس لشکر کی مجموعی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ سلطان قلیج ارسلان اور امیر کربوقا والی موصل نے متحد ہو کر ہیلس کے کنارے پر صلیبیوں کے اس زبردست لشکر کا مقابلہ کیا اور اس کو ایسی خوفناک شکست دی کہ بہت کم صلیبی اپنی جانیں سلامت لے جا سکے۔

اس کے بعد ڈیڑھ لاکھ صلیبی جنگجوؤں پر مشتمل دو اور فوجیں کونٹ ڈی نرو اور کونٹ آف پوئیٹرس اور ڈیوک آف بوریا کے ماتحت قسطنطنیہ سے روانہ ہوئیں۔ ان دونوں فوجوں کو بھی قلیج ارسلان اور امیر کو بوقا نے یکے بعد دیگرے تباہ کر دیا۔ صرف ایک ہزار صلیبی بڑی مشکلوں سے موت یا غلامی سے بچے۔

۴۹۵ھ میں امیر کربوقا نے وفات پائی۔ اس کے بعد موصل پر امیر جرکمیش (جکرمش) نے قبضہ کر لیا۔ امیر جرکمیش اور امیر سقمان اور تقی والیِ حصن کیفہ ایک دوسرے کے مخالف تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو صلیبیوں کے خلاف متحد ہو جانے کی توفیق دی اور انہوں نے حران کے باہر صلیبی طالع آزماؤں کا مقابلہ کیا۔ امیر سقمان کے ساتھ سات ہزار ترکمان اور امیر جرکمیش کے ساتھ تین ہزار عرب اور کرد تھے۔ ان کے مقابلہ پر صلیبیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی جس کی قیادت بالڈون دوم (یروشلم کا آئندہ بادشاہ) جوسلن حاکم طبریہ اور بوہمنڈ کر رہے تھے تین روز کی خوفناک جنگ کے بعد صلیبی ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور بالڈون اور جوسلن مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔ بوہمنڈ اور اس کا بھتیجا بھاگ کر اڈیسہ چلے گئے۔ امیر جرکمیش کی وفات کے بعد جادلی والیِ موصل نے عیسائیوں سے سازش کر کے بالڈون اور جوسلن کو رہا کر دیا۔ اسی زمانہ میں ایک دفعہ ہمنڈ والیِ انطاکیہ مسلمان علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کی مہم پر نکلا ہوا تھا۔ دانشمندیہ خاندان کا حکمران محمد کمشتگین ابن دانشمند اس پر جا پڑا اور صلیبی لشکر کے پرخچے اڑا دیے۔ بوہمنڈ اور اس کے چچازاد بھائی رچرڈ کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا اور کہیں چار سال بعد انہوں نے فدیہ دے کر رہائی حاصل کی۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بغداد اور قاہرہ کے حکمران (خلفاء) "تُنک تُنک دیدم دم نہ کشیدم" کا مصداق بنے ہوئے تھے۔ اس پر آشوب دور میں چشم فلک نے یہ نظارے بھی دیکھے کہ مسلمان حکمران اورامرا ایک دوسرے کے خلاف صلیبیوں سے مدد لے رہے ہیں یا ان کو مدد دے رہے ہیں۔ (تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو[1]) اس پر مستزاد یہ کہ اس افراتفری میں اسمٰعیلی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

۱۱۱۳ء میں یروشلم کے بادشاہ بالڈون نے دمشق پر چڑھائی کی۔ امیر طغتگین والیِ دمشق نے امیر مودود والیِ موصل سے مدد مانگی۔ امیر مودود اُس دَور کا بہت بڑا مجاہد تھا اور اس نے اپنے طوفانی حملوں سے صلیبیوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جونہی والیِ دمشق کا پیغام ملا وہ خم ٹھونک کر صلیبیوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ سنجار اور ماردین (maridin) کے مسلم حکمران بھی اس کے ساتھ مل گئے ان سب نے مل کر جھیل طبریہ (Tiberias) کے پاس ایک خونریز لڑائی میں صلیبیوں کو شکست فاش دی۔ ان کے ہزاروں آدمی میدانِ جنگ میں کھیت رہے اور ایک بڑی تعداد جھیل طبریہ اور دریائے اردن (جورڈن) میں ڈوب کر ہلاک ہو گئی۔ افسوس کہ امیر مودود کو اسی سال ایک باطنی فدائی نے جامع دمشق میں شہید کر دیا اور عالَمِ اسلام ایک ایسے عظیم مجاہد سے محروم ہو گیا جسے اللہ تعالیٰ نے قیادت کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ جون ۱۱۱۹ء میں امیر نجم الدین الغازی والیٔ ماردین نے البلاط کے مقام پر صلیبیوں کو ایک زبردست شکست دی۔ اسی طرح اس زمانے میں مصریوں نے بعض ساحلی جنگوں میں صلیبیوں کو بڑا نقصان پہنچایا۔

[1] صلیبیوں نے جن دنوں انطاکیہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ خلیفۂ مصر نے محصور مسلمانوں کی مدد کرنے کے بجائے عیسائیوں کے پاس سفیر بھیجے اور بہت کچھ رعایتیں دے کر ان سے صلح کرنے کی کوشش کی۔ مُؤرّخ مجاڈ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ خلیفہ کے سفیروں نے صلیبیوں کو مبارکباد دی کہ انہوں نے فاطمی خلافت کے دشمنوں (یعنی ترکوں) پر فتح حاصل کر لی ہے لیکن صلح کی یہ گفت وشنید صلیبیوں کے جوشِ جنون کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکی۔ اس کے بعد جب صلیبیوں نے عرقہ کا محاصرہ شروع کیا تو خلیفۂ مصر نے پھر ان کے پاس سفیر بھیجے جو اپنے ساتھ عیسائی سرداروں کے لیے بیش بہا تحائف لے کر گئے۔ صرف گاڈفری ڈی بوئلن کے لیے چالیس ہزار دینار نقد، تمیں خلعت پارچات، بہت سے سونے چاندی کے برتن اور ایک عربی گھوڑا تھا۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دہشت پسندوں (یعنی باطنی فدائیوں) کی خوب بن آئی تھی۔ ایک طرف تو وہ حالات کا فائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت (دولتِ اسمٰعیلیہ مشرقیہ یا دولتِ ملاحدۂ قہستان) کو وسیع سے وسیع تر کر رہے تھے اور قلعہ گرد کوہ، لامسر، رودبار، طبس، قہستان، خور، خوسف، قائین، تون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

۵۰۰ھ میں سلطان محمد سلجوقی نے جاولی سقاوا کو موصل کا امیر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد سلطان اس سے بدظن ہوگیا اور امیر مودود کو ایک لشکرِ جرّار دے کر جاولی کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ جاولی شکست کھا کر بھاگ نکلا اور الغازی صاحبِ ماردین کے پاس پناہ لی جب وہاں بھی بچاؤ نہ دیکھا تو صلیبیوں سے سازباز کر لی اور بالڈون اور جوسلن کو جو اس کی قید میں تھے رہا کر دیا۔ بالڈون کے زمانۂ اسیری میں اس کی ریاست ایڈیسہ پر ٹنکرڈ نے قبضہ کر لیا تھا۔ بالڈون نے جاولی سے مدد لے کر اڈیسہ پر چڑھائی کر دی۔ ادھر ٹنکرڈ نے رضوان بن تتش امیرِ حلب سے مدد مانگی۔ رضوان نے مسلمانوں کے مفاد سے غدّاری کرتے ہوئے ٹنکرڈ کو بھرپور مدد دی۔ تل بشر کے پاس دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں مسلمان متحارب صلیبیوں کے مددگار بن کر ایک دوسرے کے خلاف جنگ کر رہے تھے حالانکہ وہ چاہتے تھے تو صلیبیوں کی نااتفاقی سے کماحقہ فائدہ اٹھا سکتے تھے۔

دمشق کے امیر طغتگین نے ۵۲۲ھ/۱۱۲۸ء میں وفات پائی تو اس کے جانشین تاج الملوک بوری کے اسماعیلی وزیر نے ۱۱۲۹ء میں دمشق عیسائیوں کو دے ڈالنے کی سازش کی لیکن اس سازش کا بروقت انکشاف ہوگیا اور دمشق عیسائیوں کے ہاتھ میں جانے سے بچ گیا۔ بانیاس کے غدّار حاکم اسماعیل نے اپنا شہر صلیبیوں کے حوالے کر دیا اور خود انہی کے پاس یروشلم میں جا کر مقیم ہوگیا۔

بالڈون ثانی شاہ یروشلم ایک دفعہ رملہ میں مقیم تھا کہ مسلمانوں نے شہر کو گھیر لیا۔ بالڈون کے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی لیکن ایک مسلمان فوجی نے کسی پرانے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے اس دشمنِ اسلام کی مدد کی اور اس کو ایک پوشیدہ راستے سے نکال کر ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنی فوجوں کو منظم کر کے مسلمانوں پر ایک بھرپور حملہ کیا جس کی تاب نہ لا کر انہیں پسپا ہونا پڑا۔ اس قسم کے اور بھی متعدد واقعات تاریخوں میں ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں دینی غیرت اور حمیّت کا کس قدر فقدان تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ پر قبضہ کر چکے تھے اور دوسری طرف اپنی دہشت گردی سے بالواسطہ صلیبیوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے تھے جو مسلمان حکمران' امیر' والی یا عالم ان کے خلاف ذرا بھی حرکت کرتا۔ باطنی فدائی (حشیشین) فوراً پہنچ کر اس کا کام تمام کر دیتے تھے۔ دنیائے اسلام کی کئی نامور شخصیتیں ان کی خون آشامی کی بھینٹ چڑھ چکی تھیں۔ امیر مودود صاحب موصل۔ آقسنقر برسقی۔ قاضی ابوسعید ہروی۔ جناح الدولہ قاضی ابوالعلا صاعد نیشاپوری' عبداللطیف خجندی' فاطمی خلیفہ مصر الآمر باحکام اللہ عباسی خلیفہ المسترشد باللہ۔ دولت شاہ علوی حاکم اصفہان۔ قاضی عبدالواحد وزیر فخر الملک ابوالمظفر بن خواجہ نظام الملک وغیرہ جیسے اکابرِ وقت اُسی پُرآشوب دور میں باطنی فدائیوں کی تلواروں کا شکار ہوئے۔ ستم بر ستم یہ کہ باطنی فدائی صلیبیوں کی طرح حجاج کے قافلوں کو بھی لوٹنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ غرض اس بدقسمت سرزمین کے مسلمان چکّی کے دو پاٹوں میں پس رہے تھے۔ باہمی تشتت و افتراق نے ان کو ذِلّت و ادبار کے عمیق گڑھے میں گرا دیا تھا۔ خود عیسائی مؤرّخ برملا اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ حالت صرف اس لیے تھی کہ ان کی طاقت منقسم تھی اور وہ باہمی تنازعات اور لڑائیوں میں الجھے ہوئے تھے۔ (لین پول۔ فلپ کے حِتّی وغیرہ) مؤرّخ ابنِ اثیر نے اس پُرآشوب دَور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

''عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ اور ان کی فوجیں بہت جوشیلی اور طاقت ور تھیں۔ ان کے ظلم و جَور حد سے بڑھ گئے تھے۔ بغیر کسی ڈر کے وہ جو چاہتے کر گزرتے تھے۔ ان کی سلطنت بالائی الجزیرہ میں ماردین سے لے کر مصر کی سرحد العریش تک پھیلی ہوئی تھی۔ حران اور رقہ میں انہوں نے بڑی تباہی مچائی تھی ان کا شیطانی سیلاب نصیبین کے دروازوں تک پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے حیہ کے صحرائی راستہ کے سواد مشق کو جانے والے تمام راستے بند کر دیئے تھے اور شہروں پر بلالحاظِ آبادی خراج لگا دیا تھا' حلب سے چند قدم باہر انہی کا سِکّہ چلتا تھا۔ کوئی شخص خواہ وہ خدا کا ماننے والا تھا یا دہریہ ان کی دست بُرد سے بچا ہوا نہ تھا۔ ان کے فوجی دستے اور دہشت پسند گروہ (ہاسپٹلرز اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹمپلرز) جزیرۂ ابنِ عمر اور راسُ العین تک چھاپے مارتے تھے۔ دیارِ بکر میں عمید تک اور حماۃ سے حلب تک کے علاقے ان کی لوٹ مار کی آماجگاہ بن گئے تھے۔ تجارتی قافلے ان رہزنوں کے خوف سے بند ہو گئے تھے اور تجارت کا نام ونشان تک مِٹ گیا تھا۔ ہر طرف خوف و ہراس کا عالَم تھا اور مسلمان عجب بے بسی کی حالت میں تھے۔"

ان نازک حالات میں مظلوم مسلمانوں کی دعائیں آخر رنگ لائیں۔ یکا یک اُفقِ مشرق پر ایک درخشندہ ستارہ نمودار ہوا جس کی تیز روشنی سے صلیبی غارت گروں کی آنکھیں چندھیا گئیں اور مسلمانوں کے پژمردہ قلوب امید اور یقین کے نور سے معمور ہو گئے۔ مسلمانوں کے لیے فرشتۂ رحمت بن کر ظاہر ہونے والا یہ کوکبِ درخشندہ ابوالجود عمادالدّین زنگی تھا[1]۔ اس مردِ مجاہد نے اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا اور صلیبیوں کے مقابلے میں بے سہارا مسلمانوں کے لیے ڈھال بن گیا۔ اس نے اپنی مجاہدانہ ضربوں سے صلیبیوں کی صفوں میں جگہ جگہ رخنے ڈال دیے اور صلیبی اقتدار کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔

---

[1] یہ وہ زنگی بن سنقر نہیں جو دانائے مشرق شیخ سعدیؒ کے مُربّی ابوبکر بن سعد زنگی والیِ فارس کا جدِّ امجد تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عِمادُالدّین زنگی شہیدؒ

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دِل جس سے دہل جائیں وہ طوفان
(اقبالؒ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُفق سے آفتاب اُبھرا گیا دورِ گراں خوابی

عمادُالدّین زنگی رحمۃ اللہ علیہ

خاندان

عمادالدین زنگیؒ سلطان ملک شاہ سلجوقی کے ایک معزز مصاحب قسیم الدولہ آقسنقر بن عبداللہ کا فرزند تھا۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ آقسنقر ملک شاہ کا مملوک (غلام) تھا لیکن علامہ شہاب الدین مقدسی کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین میں لکھتے ہیں:

"کَانَ آقْسَنْقَرُ تُرْکِیًّا مِنْ اَصْحٰبِ السُّلْطَانِ رُکْنُ الدِّیْنِ مَلِکُ شَاہ بِنِ الْبِ اَرْسَلَان۔"

(آقسنقر ترکی نژاد تھا اور سلطان رکن الدین ملک شاہ بن الپ ارسلان کے

---

1. علامہ شہاب الدین کا نام عبدالرحمٰن اور کنیت ابو محمد یا ابوالقاسم تھی۔ وہ اسماعیل بن عثمان مقدسی شافعی کے بیٹے تھے۔ ۵۹۶ھ (۵۹۹ھ) میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ شیخ علم الدین بخاری سے ۶۱۶ھ میں قرآنِ حکیم بقراءتِ سبعہ پڑھا پھر فقہ و ادبیات کی تعلیم اسکندریہ میں پوری کی۔ وطن واپس آ کر مدرسہ رکنیہ میں استاد مقرر ہو گئے۔ ۶۶۵ھ میں کسی جرم کے اشتباہ میں لوگوں نے انہیں مار ڈالا۔ انہوں نے تاریخِ دمشق کو دوبار مختصر کیا۔ پہلی بار بیس جلدوں میں اور دوسری بار دس جلدوں میں تحریر کی۔ اس کے علاوہ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں ہ کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین، المحقق فی علم الاصول فیما یتعلق بافعال الرسول شرح الحدیث المقتفی فی مبعث المصطفیٰ، ضوء القمر الساری الی معرفۃ الباری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحبوں میں شامل تھا۔)

اسی کتاب میں آگے چل کر علامہ شہاب الدین لکھتے ہیں:

''قسیم الدّولہ آقسنقر سلطان ملک شاہ کا بچپن کا ساتھی تھا۔ وہ سلطان موصوف کے ساتھ کھیل کود کر بڑا ہوا۔ جب الپ ارسلان کی شہادت کے بعد ملک شاہ مسند آرائے حکومت ہوا تو اس نے آقسنقر کو اپنے خاص دوستوں اور سربرآوردہ امرا میں شامل کرلیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا شمار ملک شاہ کے خاص معتقدین میں ہونے لگا۔ یہاں تک کہ سلطان نے اس کو وزیر سلطنت خواجہ نظام الملک طوسی کی تحریر پر حلب کا گورنر مقرر کردیا۔''

علّامہ ابنِ اثیر[1] نے تاریخِ ایّامِ اتابکہ میں آقسنقر کے بارے میں لکھا ہے۔

''وَمِنَ الدَّلِيْلِ عَلٰى عُلُوِّ مَرْتَبَةٍ تَلَقُّبُهٗ قَسِيْمُ الدَّوْلَةِ وَكَانَتِ الْاَلْقَابُ حِيْنَئِذٍ مَصُوْنَةٌ لَا تُعْطٰى اِلَّا لِمُسْتَحِقِّيَا''

(اور منجملہ اِن دلائل کے جو اس کے عالی مرتبہ ہونے کا ثبوت ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اس کو قسیم الدّولہ کا خطاب مرحمت ہوا اور القاب اس زمانہ میں محفوظ تھے اور مستحقین کے سوا کسی کو نہیں دیے جاتے تھے۔)

سلطان ملک شاہ نے آقسنقر کو پہلے قصر شاہی کا حاجب مقرر کیا پھر کچھ عرصہ بعد

---

[1] پورا نام عزّالدین ابوالحسن علی بن محمد ہے ان کو تاریخ اور انساب عرب میں بڑا عبور حاصل تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ حدیث کے بھی متبحر عالم تھے۔ موصل بغداد شام اور بیت المقدس میں تعلیم پائی۔ موصل میں ان کا مکان علماءِ عصر کا مرکز تھا۔ ان کی تاریخ الکامل نے علمی دنیا میں بڑی شہرت حاصل کی۔ دوسری تصانیف میں اُسدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ تاریخ ایّام اتابکہ اور اللباب (خلاصہ کتاب الانساب سمعانی) بہت مشہور ہیں۔ ۵۵۵ھ/۱۱۶۰ء میں پیدا ہوئے اور ۶۳۰ھ/۱۲۳۴ء میں موصل میں وفات پائی۔ ان کے دو بھائی اور تھے۔ مجدالدین ابوالسعادت مبارک اور ضیاء الدّین ابوالفتح نصر اللہ ان دونوں کا شمار بھی اس دور کے سربرآوردہ علماء میں ہوتا تھا۔ مجدالدّین کی تصانیف میں نہایہ اور جامع الاصول بہت مشہور ہیں۔ ان تینوں بھائیوں نے علمی دنیا میں ابنِ اثیر کے نام سے شہرت پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۷۷ھ میں اس کو حلب و حماۃ کا گورنر (امیر) مقرر کیا۔ آقسنقر نے اپنے علاقوں کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کیا۔ جب دو سال بعد (۴۷۹ھ میں) وہ ملک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے علاقوں کی سالانہ رپورٹ پیش کی تو سلطان نے فرطِ مسرّت سے اٹھ کر اس کی پیشانی چوم لی اور منبج اور لاذقیہ کے صوبے بھی اس کی امارت میں شامل کر دیے۔ آقسنقر صرف ایک بہادر سپاہی اور صائب الرائے مشیر ہی نہیں تھا بلکہ مبداءِ فیض نے اسے نہایت اعلیٰ انتظامی قابلیّت سے بھی نوازا تھا۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر اس کے زیرِ نگین علاقے میں کوئی قافلہ لوٹا جائے تو جائے حادثہ کے نواحی دیہات کو نقصان پورا کرنا پڑے گا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے ماتحت صوبوں میں رہزنی اور لوٹ مار کا یکسر خاتمہ ہو گیا۔ آقسنقر نے ۴۸۱ھ میں شیزر پر حملہ کیا اور چھ ماہ کے محاصرے کے بعد اس "ناقابلِ تسخیر" قلعے کو فتح کر لیا۔ ۴۸۳ھ میں اس نے حمص پر قبضہ کیا اور ۴۸۴ھ میں فامیہ اور رحبہ کے مضبوط قلعوں پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ سلطان ملک شاہ اس کے جنگی کارناموں پر بے حد خوش ہوا اور اسے بیش قیمت خلعت سے نوازا۔ اگلے سال ۴۸۵ھ میں سلطان ملک شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے دو بیٹوں رکن الدین الوالمظفر برکیا روق یا تکیا روق) اور ناصر الدین محمود میں تخت نشینی کا جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا[1]۔ اس کے ساتھ ہی ملک شاہ کے بھائی تاج الدولہ تتش ارسلان (بن الپ ارسلان) والیِ دمشق نے

---

[1] سلطان ملک شاہ کے پانچ بیٹے تھے۔ احمد، برکیاروق، محمد، سنجر اور محمود۔ سب سے بڑا احمد ولی عہد تھا لیکن وہ ملک شاہ کی زندگی ہی میں گیارہ برس کی عمر میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد خواجہ نظام الملک طوسی کی تحریک پر برکیا روق کو ولی عہد بنایا گیا۔ برکیاروق کی والدہ ملکہ زبیدہ خاتون (بنت یاقوتی بن داؤد) تھی اور سب سے چھوٹے بیٹے محمود کی والدہ ملکہ ترکان خاتون (بنت عماد الدولہ ابوالمظفر ابراہیم بن نصر ایلک) تھی۔ موخر الذکر بڑی مقتدر خاتون تھی۔ وہ اپنے نابالغ بیٹے محمود کو ولی عہد بنانا چاہتی تھی۔ سلطان ملک شاہ کے انتقال کے وقت برکیاروق چودہ برس کا تھا اور محمود چار سال اور چند ماہ کا۔ ترکان خاتون نے ملک شاہ کی موت کو پردۂ اخفا میں رکھا اور اس کی نعش کو نہایت خاموشی سے اصفہان روانہ کر دیا۔ اس کی تدفین کے بعد اس نے اپنے فرزند محمود کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حُصُولِ سلطنت کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔ سب سے پہلے وہ ایک لشکرِ جرّار کے ساتھ حلب کی طرف بڑھا۔ آقسنقر نے مصلحتاً اس کی اطاعت قبول کرلی اور اپنی فوج کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل ہوگیا۔ تتش اور آقسنقر کی مُتَّحِدہ فوج نے تھوڑے ہی عرصہ میں موصل' جزیرہ اور دیار بکر وغیرہ کے وسیع علاقوں کو فتح کرلیا۔ اس اثنا میں برکیاروق بھی فوجیں جمع کرنے میں مصروف رہا۔ تتش اور آقسنقر کی فوجیں یلغار کرتی ہوئی آذربائیجان میں داخل ہوئیں تو برکیاروق اُن کے مقابلے پر آ گیا۔ برکیاروق آقسنقر کے ہاتھوں میں پَل کر جوان ہوا تھا۔ آقسنقر کے ضمیر نے گوارا نہ کیا کہ اپنے مخدوم و محسن کے نورِ نظر اور اپنے گودوں پالے کے خلاف تلوار اٹھائے۔ وہ تتش کا ساتھ چھوڑ کر برکیاروق کے ساتھ جا ملا۔ آقسنقر کے اس اقدام سے تتش کی فوجی قوت پر بڑی کاری ضرب لگی اور اس نے میدانِ جنگ سے پسپا ہونے ہی میں مصلحت دیکھی۔ چنانچہ وہ جنگ کیے بغیر ہی دمشق کی طرف چلا گیا۔ دمشق پہنچ کر اس نے اَز سرِ نو جنگ کی تیاری کی اور جُمادَی الاُوْلیٰ ۴۸۷ھ میں ایک زبردست فوج کے ساتھ حلب کی طرف بڑھا۔ سلطان برکیاروق کے حکم پر امیر کربوقا اور امیر بزان والیِ حرّان آقسنقر کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ ''تل سلطان'' کے قریب نہر سبعین کے کنارے پر آقسنقر اور تتش کی فوجوں میں ٹکر ہوئی۔ آقسنقر کی فوج تتش کی کثیر التعداد فوج کے زبردست دباؤ کا مقابلہ نہ کرسکی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

ادھر برکیاروق کے خیر خواہ امراء نے برکیاروق کے سر پر تاجِ سلطنت رکھ دیا اور اس کے نام کا خطبہ مساجد میں پڑھا۔ اس کے بعد برکیاروق اپنے حامی جانبازوں کے ہمراہ اصفہان کی طرف بڑھا۔ ترکان خاتون نے مقابلے کی تاب نہ پائی تو سلطنت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اصفہان اور اس کے نواحی علاقے محمود کے قبضے میں رہے اور باقی سلطنت برکیاروق کے حصے میں آئی۔ ۴۸۷ھ میں محمود کی وفات پر برکیاروق تمام سلجوقی سلطنت پر قابض ہوگیا۔ چار سال بعد اس کے دوسرے بھائی ابوشجاع محمد نے اس کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور مدتوں دونوں بھائیوں میں معرکے ہوتے رہے' ۴۹۸ھ میں برکیاروق نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور سلطان محمد سلجوقی سلطنت کا سربراہ بنا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میدانِ جنگ سے بھاگ نکلی۔ امیر کربوقا اس کا بھائی التونتاش اور امیر بزان بھاگ کر حلب میں جا چھپے[1] لیکن آقسنقر میدانِ جنگ میں برابر ڈٹا رہا۔ یہاں تک کہ تتش کے سپاہیوں نے گھیرا ڈال کر اسے گرفتار کرلیا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ جب آقسنقر کو پابجولاں تاج الدّولہ تتش کے سامنے پیش کیا گیا تو تتش نے اس سے پوچھا کہ اگر تجھے فتح حاصل ہوتی تو تُو میرے ساتھ کیا سلوک کرتا؟

آقسنقر نے کڑک کر جواب دیا۔ ''میں تیرے قتل کا حکم دیتا تا کہ فتنہ وفساد کی جڑ کٹ جاتی۔''

تتش نے اس کا جواب سن کر کہا کہ اب میں تیرے لیے یہی حکم دیتا ہوں۔ چنانچہ جُمادی الاولیٰ ۷۸۴ھ میں آقسنقر کو اپنے مرحوم مُربّی اور محسن کے حقیقی بھائی کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

ابتدائی زندگی

آقسنقر کے قتل کے وقت عِمادُالدّین کی عمر باختلافِ روایت دس یا چودہ برس کی تھی۔ وہ اپنے والدین کی واحد اولاد تھا۔ میدانِ جنگ میں وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ موجود تھا اور آقسنقر کے قتل کے بعد تتش کے سپاہی اس کے خون سے بھی اپنے ہاتھ رنگنا چاہتے تھے لیکن عمادالدّین نے فراست سے کام لیا۔ وہ ایک سپاہی کو کچھ دے دلا کر وہاں سے نکل بھاگا اور سیدھا سلطان برکیاروق کی خدمت میں پہنچا۔ برکیاروق نے اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور اسے اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد برکیاروق اور تتش کے درمیان کئی خونریز معرکے ہوئے۔ شروع شروع میں تو تتش کا پلّہ بھاری رہا[2] لیکن

۱۔ تتش نے بعد میں امیر کربوقا التونتاش اور امیر بزان کو گرفتار کرلیا۔ اس کے حکم سے امیر بزان کو قتل کر دیا گیا اور امیر کربوقا اور التونتاش کو حمص میں نظر بند کر دیا گیا۔

۲۔ تتش بڑا بہادر اور قابل جرنیل تھا۔ اس نے برکیاروق کو شکستوں پر شکستیں دے کر جزیرۂ دیارِ بکر، خلاط، موصل، حلب، الرہا، آذربائیجان وغیرہ فتح کر لیے اور اس قدر عروج حاصل کیا کہ خلیفۃ المستظہر باللہ نے خطبہ میں اس کا نام داخل کرنے کا حکم دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر رَے کے قریب ایک فیصلہ کن جنگ میں اسے زبردست شکست ہوئی۔ اس کا لشکر تتر بتر ہوگیا اور وہ خود گرفتار کرلیا گیا۔ اسی جگہ آقسنقر کے ایک مصاحب نے تتش کو قتل کر کے اپنے آقا کے قتل کا بدلہ لے لیا۔ ان تمام لڑائیوں میں عمادالدین برکیا روق کے ساتھ ساتھ پھرتا رہا۔ اسی اثنا میں ترکان خاتون کا اصفہان میں انتقال ہوگیا اور اس کی وفات کے ڈیڑھ ماہ بعد سلطان محمود بھی چار سال کی عمر میں چل بسا۔ (۳۰ شوال ۴۸۷ھ) اب سلطان برکیاروق بلاشرکت غیرے سلجوقی سلطنت کا سربراہِ اعلیٰ ہوگیا۔ تتش کے قتل کے بعد اس کے بیٹے ملک رضوان نے حلب کی حکومت سنبھالی۔ اس نے سلطان برکیاروق کی اطاعت قبول کرلی اور سلطان نے اسے حلب کی امارت پر بحال رکھا۔ امیر کربوقا اور التونتاش ابھی تک نظر بند تھے۔ برکیاروق کے حکم سے رضوان نے انہیں رہا کر دیا۔ امیر کربوقا نے رہا ہوتے ہی برکیاروق کی اجازت سے یکے بعد دیگرے حران، موصل اور ماردین پر چڑھائی کی اور ان سب مقامات کو فتح کرلیا۔ برکیاروق نے خوش ہو کر اسے موصل کا مستقل امیر مقرر کر دیا۔ امیر کربوقا آقسنقر کا پرانا دوست تھا۔ اس نے اپنے مرحوم دوست کے فرزند عمادالدین کو سلطان برکیاروق کی اجازت سے اپنے پاس بلا لیا اور اس کی تعلیم و تربیت کا نہایت اعلیٰ انتظام کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے گزارہ کے لیے کئی جاگیریں دیں۔ اس طرح قوام الدولہ امیر کربوقا نے اپنے مرحوم دوست کا حق دوستی نہایت عمدہ طریقے سے ادا کر دیا۔ یہ امیر کربوقا ہی تھا جس کی پرخلوص عنایات اور نوازشات نے یتیم عمادالدین کو اپنا شاندار مستقبل تعمیر کرنے میں مدد دی۔ چند ماہ بعد امیر کربوقا نے آمد پر چڑھائی کی تو عمادالدین کو اپنے لشکر کے میمنہ کا سردار مقرر کیا۔ عمادالدین کے لیے کسی لڑائی میں عملی حصہ لینے کا یہ پہلا موقع تھا لیکن وہ ایسی بہادری سے لڑا کہ دوست دشمن سبھی عش عش کر اٹھے۔ اثنائے جنگ میں امیر کربوقا دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے لشکر سے جدا ہوگیا اور دشمن کے گھیرے میں آ گیا۔ اس نازک موقع پر عمادالدین بجلی کی طرح جھپٹ کر امیر کربوقا کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمشیرِ خارا شگاف سے دشمنوں کو کاٹتا ہوا امیر کر بوقا کو محاصرے سے نکال لایا۔ اس کے بعد اس نے ایک طوفانی حملے میں قلعہ آمد کے دفاعی انتظامات کو درہم برہم کر ڈالا اور اس کی فصیل پر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس واقعہ سے امیر کر بوقا اور سلطان برکیاروق کی نظروں میں اس کی وقعت پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ امیر کر بوقا نے ماہ ذیقعدہ ۴۹۵ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد امیر سنقرجہ اور موسیٰ ترکمانی یکے بعد دیگرے موصل کے حکمران ہوئے لیکن چند ماہ کے اندر اندر دونوں قتل کر دیے گئے۔ ان کے بعد امیر جرکمیش (جکرمش) نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ امیر جرکمیش عمادالدین پر اس قدر مہربان ہوا کہ اپنے لڑکے ناصرالدّین کی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا اور اس کے ساتھ ایک معقول جاگیر بھی اس کو دی۔ اس دوران میں سلطان برکیاروق کا انتقال ہو چکا تھا اور سلطان غیاث الدّین ابوشجاع محمد (بن ملک شاہ) نے مملکتِ سلجوقیہ کی عنان حکومت سنبھال لی تھی۔ امیر جرکمیش نے بھی برکیاروق کی وفات کے بعد سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی تھی لیکن بدقسمتی سے ۵۰۰ھ میں اس کی سلطان محمد سے بگڑ گئی اور سلطان نے جاولی سقاوہ کو موصل کا امیر مقرر کر کے بھیج دیا۔ اس نے ضعیف العمر امیر جرکمیش کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ اب اہل شہر نے سلطان قلیج ارسلان والی قونیہ سے مدد مانگی۔ وہ ایک مختصر سی فوج کے ساتھ آیا لیکن جاولی کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب جاولی بلا کھٹکے موصل پر حکومت کرنے لگا لیکن جلد ہی سلطان محمد اس سے بھی بدظن ہو گیا اور امیر مودود کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ اس نے جاولی کو شکست دے کر موصل پر قبضہ کر لیا۔ عمادالدّین شروع ہی سے سلطان محمد کی مخالفت پسند نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ جب امیر جرکمیش اور سلطان محمد میں نزاع پیدا ہوئی تو وہ موصل کو چھوڑ کر کہیں باہر چلا گیا۔ امیر مودود موصل کی امارت پر فائز ہوا تو عمادالدّین واپس آ کر اس کی فوج میں شامل ہو گیا۔

شہرت کا آغاز

امیر مودود بڑا قوی ہمت اور باغیرت مسلمان تھا۔ اسی نے سب سے پہلے صلیبیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کیا۔ نوجوان عمادالدّین کا حسّاس دِل مدت سے مسلمانوں کے مصائب پر کڑھ رہا تھا اور وہ صلیبیوں کے دستِ ستم کو توڑنے کے لیے بے تاب تھا۔ امیر مودود کی قیادت میں بہت جلد اسے یہ موقع مل گیا۔ وہ کئی لڑائیوں میں صلیبیوں کے خلاف ایسی بے جگری سے لڑا کہ ہر طرف اس کی شجاعت اور بے خوفی کی دھاک بیٹھ گئی۔ ان لڑائیوں میں بِلادِ شجستان، ایڈیسہ اور طبریہ کے معرکے بہت مشہور ہیں۔ بلادِ شجستان میں عین معرکۂ کارزار میں دشمنوں نے اسے گھیر لیا لیکن وہ مطلق ہراساں نہ ہوا اور اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن اپنا گھیرا توڑنے پر مجبور ہوگیا۔

ایڈیسہ پر کئی حملوں میں وہ امیر مودود کا قوی دست و بازو ثابت ہوا اور اپنے تیز و تند حملوں سے صلیبیوں کا ناک میں دَم کر دیا۔ ۵۰۸ھ میں طبریہ کا مشہور معرکہ پیش آیا۔ عمادالدّین اس خونریز جنگ میں محیّرالعقول شجاعت سے لڑا۔ وہ دشمنوں کی صفوں کو الٹتا ہوا شہر کے دروازہ تک پہنچ گیا اور اس میں اپنا نیزہ گاڑ دیا۔ غرض چند سال کے اندر اندر شہرت اور ناموری عمادالدّین کے قدم چومنے لگی اور صلیبی اس کے نام سے تھرّانے لگے۔

آقسنقر برسقی کی رفاقت

۵۰۷ھ/۱۱۱۳ء میں امیر مودود کو ایک باطنی فدائی نے جامع دمشق میں شہید کر ڈالا[1]۔ سلطان محمد نے اس کی جگہ اس کے بیٹے ملک مسعود کو موصل کا حاکم مقرر کیا اور امیر جیوش بک کو اس کا اتالیق بنایا۔ عمادالدّین زنگی کو سلطان نے ملک مسعود کے ماتحت کام کرنے کا حکم دیا۔ ۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء میں سلطان محمد سلجوقی نے وفات پائی اور اس کا بیٹا سلطان محمود تختِ حکومت پر بیٹھا[2]۔ ملک مسعود نے امیر جیوش بک کے ایماء پر سلطان محمود کے خلاف۔۔

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ امیر طغتگین والیِ دمشق نے سازش کر کے امیر مودود کو شہید کرایا کیونکہ اسے خدشہ پیدا ہوگیا تھا کہ امیر مودود اسے اقتدار سے محروم کر دے گا۔

[2] سلطان محمد کی وفات پر اس کا بھائی معزالدّین ابوحارث سنجر جو بیس سال سے خُراسان کا حاکم چلا آ رہا تھا سلجوقیوں کا سلطانِ اعظم قرار پایا اور بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمد کے بیٹے سلطان محمود نے اس کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمِ بغاوت بلند کیا۔ اس پر عماد الدین ملک مسعود سے الگ ہو گیا۔ سلطان محمود نے ملک مسعود کو شکست دی اور اس کی جگہ آقسنقر برسقی[1] کو موصل کا گورنر مقرر کیا۔ چونکہ عماد الدین نے ملک مسعود کا ساتھ نہیں دیا تھا اس لیے سلطان محمود نے اس کا سابقہ اعزاز بحال رکھا اور اس کو آقسنقر برسقی کا نائب مقرر کر دیا۔ برسقی ایک بہادر اور بیدار مغز حاکم تھا اور امیر مودود کی طرح اس کے دل میں بھی صلیبیوں کے خلاف جہاد کرنے کا جذبہ موجزن تھا۔ اس کی ماتحتی میں عماد الدین کو اپنے فطری جوہر چمکانے کا خوب موقع ملا۔ اس زمانہ میں اس نے سیمساط کے عیسائی مرکز کو تہ و بالا کر ڈالا اور پھر بلادِ سروج میں ارمنوں اور فرانسیسیوں کے پرخچے اڑا ڈالے۔ عماد الدین کے جنگی کارناموں نے اس کو سلطان محمود سلجوقی اور امیر برسقی کی نظروں میں بے حد محبوب و محترم بنا دیا۔

مختلف عہدوں پر تقرر

۵۱۶ھ/۱۱۲۲ء میں سلطان محمود سلجوقی نے عماد الدین کو واسط کی جاگیر عطا کی اور اس کے ساتھ بصرہ کی شحنکیہ (نیابت) اس کے سپرد کی۔ کچھ مدت بعد امیر آقسنقر برسقی نے سلطان محمود سے درخواست کی کہ وہ عماد الدین کو موصل بھیج دے کیونکہ اسے ایک قابلِ اعتماد نائب کی اشد ضرورت ہے۔ سلطان نے عماد الدین سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس نے موصل جانے کے بجائے سلطان کے دربار میں رہنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ کچھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

اور عراق و کردستان میں اپنی الگ حکومت قائم کر لی۔ سلطان سنجر اور سلطان محمود میں جنگ ہوئی جس میں سنجر فتح یاب ہوا اور اس نے اپنی والدہ کی سفارش پر محمود کی خطا معاف کر دی اور اس کا ملک اسے واپس دے دیا۔ عراق و کردستان پر سلطان محمود کی اولاد ۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء تک حکمران رہی۔

[1] بعض مؤرخوں نے عماد الدین زنگی کے باپ قسیم الدولہ آقسنقر اور آقسنقر برسقی کی شخصیتوں کو آپس میں گڈمڈ کر دیا ہے۔ اس تسامح کی وجہ ان دونوں امیروں کا ہمنام ہونا ہے۔ قسیم الدولہ آقسنقر کا سال وفات ۴۸۷ھ ہے اور آقسنقر برسقی کا ۵۲۰ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرصہ وہ سلطان محمود سلجوقی کے دربار میں ایک مقتدر امیر کی حیثیت سے رہا اور اس دوران میں سلطان کے ساتھ بغداد کا سفر بھی کیا[1] ۵۲۱ھ/۱۱۲۶ء میں سلطان محمود نے اس کو بالائی عراق کی نیابت پر مقرر کیا۔ ادھر موصل میں امیر آقسنقر برسقی انتقال کر گیا تھا[2] اور اس کا نابالغ بیٹا جاولی برسقی موصل کا امیر مقرر ہوا تھا۔ جب تک امیر آقسنقر برسقی زندہ رہا۔ صلیبیوں کو موصل کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن اس کے آنکھیں موندتے ہی صلیبیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیے۔ موصل کے دو سرکردہ ملّا، بہاء الدین ابوالحسن علی شہرزوری اور صلاح الدین محمد صورتِ حالات کی نزاکت کا اندازہ کر کے سلطان محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے درخواست کی کہ موصل کی امارت پر کمسن جاولی کے بجائے کسی آزمودہ کار شخص کو مقرر کیا جائے۔ سلطان نے امرائے سلطنت سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ان سب نے متفق ہو کر رائے دی کہ موصل کی امارت کے لیے عماد الدّین سے بڑھ کر موزوں کوئی شخص نہیں ہے چنانچہ سلطان نے عماد الدّین کو موصل کا گورنر مقرر کر دیا۔

امارتِ موصل

عماد الدّین نے ۵۲۲ھ مطابق ۱۱۲۷ء میں موصل کی حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے اس کو اتابک[3] کا خطاب دے کر اپنے دو بیٹوں کو اس کی

---

1. بعض مؤرّخوں نے لکھا ہے کہ سلطان محمود نے بغداد پر فوج کشی کی تھی کیونکہ خلیفہ مسترشد نے آلِ سلجوق کے شحنہ (نائب) کو بغداد سے نکال دیا تھا۔ خلیفہ نے تابِ مقاومت نہ لا کر محمود سے صلح کر لی اور اسے خلعت اور عربی گھوڑے عطا کیے۔ محمود نے دو ماہ بغداد میں قیام کیا اور ۴ ربیع الثانی ۵۲۱ھ کو وہاں سے مراجعت کی۔

2. بعض روایتوں میں ہے کہ امیر آقسنقر برسقی بھی ایک باطنی فدائی کی چھری کا شکار ہوا۔

3. اتابک یا اتابیگ ترکی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی بزرگ اور اتالیق کے ہیں۔ سب سے پہلے یہ خطاب سلطان ملک شاہ سلجوقی نے اپنے وزیرِ سلطنت خواجہ نظام الملک طوسی کو مرحمت کیا تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرپرستی میں دے دیا۔ یہ وہ دور تھا جس کا نقشہ ہم پچھلے باب میں کھینچ چکے ہیں۔ صلیبیوں کی چیرہ دستیاں حد سے تجاوز کر چکی تھیں اور مسلمانوں کو ایک ایسے مردِ مجاہد کی ضرورت تھی جو اتحاد و قیادت کے عناصر فراہم کر کے عالَمِ اسلام کا مؤثر طور پر دفاع کر سکے۔ خوش قسمتی سے مسلمانوں کو ایسا مردِ مجاہد عماد الدّین زنگی کی ذات میں مل گیا اور انہوں نے اس کے وجود کو خدا کی رحمت اور احسان سمجھا۔ عماد الدّین نے سب سے پہلے تو موصل کے نظم و نسق کو درست کیا۔ اس کے بعد وہ ان مسلمان امیروں کی طرف متوجہ ہوا جو اپنے اپنے علاقوں میں کوس لمن الملک بجا رہے تھے اور جن کی نا اتفاقی کا فائدہ اٹھا کر صلیبیوں نے طوفانِ بدتمیزی مچا رکھا تھا۔ اس نے چند ماہ اپنے لشکر کو منظم کرنے میں صرف کیے۔ پھر صلاح الدین محمد کو امیر حاجب، نصیر الدین درداز کو محافظ قلعہ اور قاضی بہاء الدین ابوالحسن علی شہرزوری کو قاضی القضاۃ مقرر کر کے طوفان کی طرح موصل سے نکلا اور جزیرہ ابن عمر اور اربل پر اپنے اقتدار کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اگلے سال ۵۲۳ھ/۱۱۲۸ء میں اس نے سنجار، خابور، الرحبہ، نصیبین اور حران پر قبضہ کر لیا اور پھر حلب کی طرف بڑھا۔ حلب کا مسلمان حاکم اس قدر کمزور تھا کہ شہر سے باہر بیس قدم تک کا تمام علاقہ عیسائیوں کو نصف مالیہ ادا کرتا تھا تاکہ ان کے جور و تعدی سے محفوظ رہے۔ عماد الدّین نے جون ۵۲۲ھ (مطابق ۱۱۲۸ء) میں حلب پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے دریائے فرات کو عبور کر کے منبج اور بزاعہ کے مضبوط قلعوں پر اپنی فتح کا عَلَم نصب کر دیا اور اگلے سال حمص و حماۃ کو اپنے حلقۂ اطاعت

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

اس کے بعد سلجوقی سلطنت میں یہ ایک نہایت اہم خطاب بن گیا اور صرف اس امیر کو ملتا جو سیاسی اثر و رسوخ کے لحاظ سے مقتدر ترین ہوتا۔ اس کے فرائض میں نوجوان شہزادوں کی تربیت اور نگہداشت شامل ہوتی تھی۔ آہستہ آہستہ اتابکین معاملات حکومت میں اس قدر دخیل ہو گئے کہ سلجوقی حکمرانوں کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر خود مختار ہو گئے اور مختلف علاقوں میں مستقل حکومتیں قائم کر لیں۔ فارس، آذربائیجان، لورستان، آرمینیا، کیفہ، ماردین، اربلا، جاریہ، سنجار، موصل، دمشق، وغیرہ کی حکومتوں کے بانی یہی اتابک تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ اب اس کا دائرہ حکومت بہت وسیع ہو گیا تھا اور وہ مسلمان امراء کی ریشہ دوانیوں سے بہت حد تک محفوظ ہو گیا تھا۔ یہی زمانہ تھا جب اس نے صلیبیوں پر ایک بھرپور ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے سب سے پہلے قلعہ اثارب کو منتخب کیا۔

فتح قلعہ اثارب (العسارب)

قلعہ اثارب حلب سے چار میل کے فاصلہ پر انطاکیہ کو جانے والے راستے پر واقع تھا۔ یہ قلعہ صلیبیوں کا بہت بڑا گڑھ تھا۔ حلب اور اس کے نواحی علاقوں کے مسلمان اثارب پر صلیبیوں کے قبضہ کی وجہ سے سخت بے چارگی کے عالم میں تھے۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ ''اثارب پر عیسائیوں کے تسلّط نے گویا مسلمانوں کا گلا پکڑ رکھا تھا۔'' عمادالدّین نے اثارب پر حملہ کرنے کا خیال ظاہر کیا تو اس کے بعض ساتھیوں نے بنظرِ احتیاط اس کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی کیونکہ قلعہ اثارب کی مضبوطی اور صلیبیوں کی زبردست قوت کے سامنے ان کو اپنی تعداد اور قوت بہت حقیر نظر آتی تھی لیکن شیر دل عمادالدّین نے ان کے مشورے کو رد کر دیا اور شیرِ نیستان کی طرح جست کر کے ۵۲۴ھ/۱۱۳۰ء میں قلعہ اثارب کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بالڈون شاہِ یروشلم کو جونہی اثارب پر عمادالدّین کے حملے کی خبر ملی' اس نے ایک خاص کونسل (مجلس مشاورت) منعقد کی جس کا مقصد عمادالدّین سے مؤثر طور پر نبٹنے کے لیے مختلف تجاویز پر غور و خوض کرنا تھا۔ اکثر امراء نے رائے دی کہ مسلمانوں کے حملے کو چنداں اہمیت نہ دینی چاہیے' وہ جلد ہی اثارب کی دیواروں سے سر پھوڑ کر واپس چلے جائیں گے لیکن ایک جہاندیدہ سردار نے انہیں متنبہ کیا کہ عمادالدّین وہی نوجوان ہے جس نے طبریہ کے دروازے میں اپنا نیزہ گاڑ دیا تھا۔ اس کو حقیر سمجھنا بہت بڑی حماقت ہو گی۔ بالڈون ضعیف العمر سردار کے انتباہ پر چوکنا ہو گیا اور اثارب کے صلیبیوں کی مدد کے لیے فوراً ایک زبردست فوج روانہ کر دی۔ عمادالدّین اثارب سے آگے بڑھ کر خود اس فوج کے مقابلے پر آ گیا اور ایک خونریز

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ کے بعد صلیبی فوج کو شکستِ فاش دی۔ اس لڑائی میں صلیبیوں کے کئی نامور افسر اور امرا مارے گئے اور کچھ مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئے۔ مقتول صلیبی سپاہیوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ علامہ ابنِ خلدون کے قول کے مطابق اس واقعہ کے بعد ساٹھ ستر برس تک ان کی ہڈیاں اس میدان میں پڑی رہیں۔ امدادی فوج کو شکست دینے کے بعد عمادالدین نے قلعہ اثارب پر ایک فیصلہ کُن حملہ کیا اور بہت جلد اس کی مضبوط فصیلوں پر اپنی فتح کا پھریرا اڑا دیا۔ قلعہ اثارب کی فتح بڑے دُوررس نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔ اس نے جہاں حلب اور اس کے نواحی علاقوں کو صلیبیوں کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کر دیا۔ وہاں عمادالدین کی زبردست قوت اور شجاعت کی دھاک بٹھا دی۔ صلیبیوں کو اب عمادالدین کے مقبوضات یا اس کے زیرِ حمایت علاقوں کی طرف نظر اٹھانے سے پہلے سُو دفعہ سوچنا پڑتا تھا۔

قلعۂ حارم کی فتح

اثارب کو فتح کرنے کے بعد عمادالدین قلعہ حارم کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بھی عیسائیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا اور ارد گرد کی مسلمان آبادی کے لیے مستقل مصیبت بنا ہوا تھا۔ زنگی نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور کئی دن تک بڑی کامیابی سے محاصرہ جاری رکھا۔ عیسائی بہت جلد ہمت ہار گئے اور عمادالدین سے صلح کی درخواست کی۔ اس نے یہ شرط عائد کی کہ اہلِ حارم اُس کو ہر سال شہر کے مجموعی محاصل کا نصف بطور خراج ادا کیا کریں گے۔ عیسائی محصورین نے بلا تامل اس شرط کو قبول کر لیا اور عمادالدین حارم کا محاصرہ اٹھا کر واپس آ گیا۔

خانگی تنازعات

مسلمانوں کی بدقسمتی نے ابھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ عین اس وقت جب عمادالدین نے صلیبیوں پر کاری ضربیں لگانے کا آغاز کیا' سلجوقی شہزادوں کے باہمی جھگڑے اور مسلمان امراء کے مناقشات زور پکڑ گئے۔ عمادالدین کے مقبوضات کا محلِ وقوع کچھ اس قسم کا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ان ''خانگی تنازعات'' میں حصہ لینے پر مجبور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا۔ اس طرح اس کی زندگی کے کئی قیمتی سال ان خانہ جنگیوں کی نذر ہوگئے۔ ۵۲۷ھ/۱۱۳۳ء میں اس کو موصل میں تین ماہ تک محصور رہنا پڑا کیونکہ خلیفہ بغداد المسترشد باللہ عباسی نے بہ نفسِ نفیس اس پر چڑھائی کر دی تھی۔ عمادالدّین نے خلیفہ کے لشکر کی رسد بند کر دی اور اسے مجبور ہو کر واپس بغداد جانا پڑا۔ اس قسم کے واقعات اور نت نئے جھگڑوں نے عمادالدّین کی ترکتازیوں کا میدان محدود کر دیا تھا اور وہ ان سے سخت بیزار ہو چکا تھا۔ بالآخر اس نے سلطان مسعود سلجوقی[1] سے صلح کر لی اور اس طرح ''خانگی تنازعات'' سے ہمیشہ کے لیے پیچھا چھڑا لیا۔ خانہ جنگیوں کے اس طویل زمانہ میں بھی عمادالدین اپنے مقبوضات سے غافل نہیں رہا اور ان کو وسیع کرنے کے لیے مقدور بھر جدوجہد کرتا رہا۔ اسی زمانہ میں اس نے متعدد سرکش امرا کے مقبوضات ان سے چھین لیے یہاں تک کہ دمشق سے بھی کسی حد تک اپنا اقتدار تسلیم کرا لیا۔

صلیبیوں کی یلغار

جس زمانہ میں عمادالدّین زنگی خانگی تنازعات میں الجھا ہوا تھا۔ یورپ میں پھر جہادِ مقدّس (کروسیڈ) کا وعظ شروع ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ قیصرِ روم اور شاہِ فرانس نے بہ نفسِ نفیس ہزاروں جنگجو صلیبیوں کی معیّت میں ۵۳۴ھ/۱۱۴۰ء میں ارضِ مشرق پر یلغار کر دی۔ سب سے پہلے ان کی زد میں بزاعہ (بضع) کا مسلمان شہر آیا۔ اس کو فتح کر کے

[1] سلطان مسعود سلجوقی عمادالدین کے مُربّی سلطان محمود سلجوقی کا بھائی تھا۔ سلطان محمود نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی تو اس کا بیٹا غیاث الدین داؤد تختِ حکومت پر بیٹھا۔ مسعود نے اس کی مخالفت کی۔ سلطان سنجر والی رَے نے جو اس خاندان کا بزرگ تھا مسعود کو شکست دے کر گنجہ بھیج دیا اور اس کے بھائی طغرل کو تخت نشین کر کے رَے کو واپس چلا گیا۔ مسعود نے موقع پا کر سر اٹھایا اور طغرل کو مغلوب کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ ۵۲۹ھ/۱۱۳۵ء میں مسعود نے بغداد پر فوج کشی کی۔ اس وقت راشد باللہ بن مسترشد خلیفہ تھا۔ عمادالدّین زنگی نے خلیفہ کا ساتھ دیا اس طرح مسعود اور زنگی میں بنائے مخاصمت قائم ہوگئی۔ بہر حال سلطان مسعود اپنے اہلِ خاندان اور دوسرے امرا کی مخالفتوں کے باوجود آخر دم تک سلطنت پر قائم رہا۔ اس نے ۵۴۷ھ میں وفات پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے سب مردوں کو تہ تیغ کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے گئے۔ اس کے بعد صلیبی سیلاب قلعہ شیزر کی طرف بڑھا اور ۱۵ شعبان ۵۳۲ھ کو اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت شیزر کا حکمران ابوالعساکر سلطان ابنِ منقذ تھا۔ اس نے عمادالدین کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا۔ عمادالدّین کو باہمی تنازعات سے فارغ ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا اور وہ اپنی فوجوں کی ازسرِنو تنظیم اور آلاتِ حرب وضرب کی فراہمی میں مشغول تھا تاہم ابوالعساکر کا پیغام ملتے ہی وہ صلیبی محاصرین کے سر پر قضا بن کر پہنچ گیا اور اپنے تابڑتوڑ حملوں سے ان کو چوبیس دن کے بعد محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ رات کی تاریکی میں بھاگتے ہوئے صلیبی اپنے پیچھے بہت سی منجنیقیں اور دوسرا سازوسامان چھوڑ گئے۔ عمادالدّین نے دُور تک ان کا تعاقب کیا اور ہزاروں صلیبی سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا یا گرفتار کرلیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کو بڑی کثیر مقدار میں مالِ غنیمت ملا۔ عمادالدّین کی اس شاندار فتح پر بہت سے مسلمان شعرا نے تہنیتی قصیدے لکھے۔ ان میں سے ابوالمجد مسلم بن خضر حموی کے "قصیدۂ میمیہ" نے بڑی شہرت پائی۔

فتح عرقہ و بعرین

شیزر کے قضیہ سے فارغ ہو کر عمادالدین نے قلعۂ عرقہ[1] پر فوج کشی کی اور چند دن کے اندر اندر اس کو فتح کر کے قلعہ بعرین (بارین) کا رخ کیا۔ بعرین کے مضافات میں شاہِ یروشلم اور شاہ فرانس کی متحدہ فوج نے عمادالدّین کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کو عبرتناک شکست دی اور دونوں عیسائی بادشاہوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ اس کے بعد عمادالدّین نے قلعہ بعرین کا محاصرہ کرلیا اور ایک ماہ کے محاصرے کے بعد عیسائیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ جرمنی اور قسطنطنیہ کی صلیبی فوجیں جو بعرین کے

---

[1] قلعہ عرقہ طرابلس کے عیسائی نواب (کاؤنٹ آف ٹریپولی) کے قبضے میں تھا اور اپنے محلِ وقوع کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ عمادالدّین نے اسے فتح کر کے مسمار کر دیا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ عرقہ کی فتح کے بعد عمادالدّین نے بعلبک فتح کیا اور اس پر نجم الدّین ایوب (سلطان صلاح الدّین ایوبی کے باپ) کو حاکم مقرر کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محصور عیسائیوں کی مدد کے لیے آ رہی تھیں۔ قلعہ کے سقوط کا حال سن کر راستے ہی سے واپس چلی گئیں۔ علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بعرین پر عیسائیوں کے تسلط کی وجہ سے اس علاقہ میں لوٹ مار اور رہزنی کی وارداتوں کی اس قدر کثرت ہوگئی تھی کہ دن کے وقت بھی کسی شخص کو اکیلے سفر کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور حماۃ سے حلب تک کے راستے ویران ہوگئے تھے۔ عمادالدین کی فتح سے یہ علاقہ پھر آباد ہوگیا اور ہر طرف چہل پہل ہوگئی۔

فتح مُعَرّۃُ النُّعمان وکفر طاب

عمادالدّین نے کچھ عرصہ بعرین میں قیام کیا۔ اس کے بعد اس نے مُعَرّۃُ النّعمان اور کفر طاب کے مشہور قلعوں کی طرف توجہ کی اور بہت جلد ان پر قبضہ کرلیا۔ صلیبیوں نے جب ان شہروں پر قبضہ کیا تھا تو وہاں کے مسلمان باشندوں کو بڑی بے دردی سے تہ تیغ کر ڈالا تھا لیکن عمادالدّین نے اُسوۂ نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے شکست خوردہ عیسائیوں کو عام معافی دے دی اور ان کو اپنے مال و اسباب سمیت ان شہروں سے نکلنے کی اجازت دے دی۔ معرۃ النعمان اور کفر طاب کے قلعوں کے علاوہ عمادالدّین نے اسی زمانے میں عیسائیوں کے کئی اور قلعوں پر بھی قبضہ کرلیا۔

حلب پر صلیبیوں کا ناکام حملہ

بعرین میں ہزیمت اٹھا کر صلیبی حکمران اپنی منتشر قوتوں کو جمع کرنے میں مشغول ہوگئے تھے جن دنوں عمادالدین معرۃ النعمان اور کفر طاب وغیرہ کی تسخیر کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ ایک زبردست صلیبی فوج نے حلب کا محاصرہ کرلیا۔ عمادالدین کے نائب نے نہایت استقلال اور پامردی سے صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور بہت جلد ان کو شکست دے کر حلب سے دور بھگا دیا۔

فتح ایڈیسہ

۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء میں عمادالدّین ایڈیسہ (الرہا یا اعزاز) کی طرف متوجہ ہوا۔ ایڈیسہ ارضِ مشرق میں صلیبیوں کی پہلی ریاست کا مرکز تھا اور اس پر جوسلن ثانی (Joscelin II)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی حکومت تھی۔ مذہبی تقدس کے لحاظ سے اسے عیسائی دنیا میں پانچواں درجہ حاصل تھا[!] یہ شہر میسوپوٹیمار (الجزیرہ) کی آنکھ سمجھا جاتا تھا اور صلیبیوں نے یہاں زبردست طاقت جمع کر رکھی تھی۔ اس کے علاوہ اسے شاہِ یروشلم کی حمایت اور سرپرستی بھی حاصل تھی۔ موصل' بغداد' دیارِ بکر اور دوسرے نواحی مسلم علاقوں کے لیے یہ ایک مستقل خطرہ بنا ہوا تھا۔ مسلمانوں کو اس کی جنگی اہمیت کا بخوبی اندازہ تھا۔ اسی لیے انہوں نے ۵۰۴ھ' ۱۱۱۰ء سے ۵۰۹ھ/۱۱۱۵ء تک اس شہر پر بار بار حملے کیے لیکن اس کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ عمادالدین آندھی اور طوفان کی طرح صلیبی ریاست کے سرحدی قلعوں کو روندتا ہوا نومبر ۱۱۴۴ء کے آخر میں ایڈیسہ کی دیواروں کے نیچے جا پہنچا اور شہر کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر لی۔ اس نے محصورین کو پیغام بھیجا کہ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا لیکن محصور عیسائیوں نے اس کی فیاضانہ پیشکش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ عمادالدین نے اب شہر پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے اور اٹھائیس دن کے بعد عیسائیوں کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا[۱] ۲۳ دسمبر ۱۱۴۴ء کو عمادالدین کی جانباز فوج شہر میں گھس گئی اور مدافعت کرنے والے صلیبیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ مسلمان فوجیوں کے دل جوشِ انتقام سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا چاہتے تھے لیکن رحم دل عمادالدین نے حکم دیا کہ جو لوگ ہتھیار پھینک دیں ان کو کچھ نہ کہا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تمام قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا اور عیسائیوں کے گھروں سے لوٹا ہوا مال ان کو واپس کر دیا۔

ایڈیسہ کی فتح سے تمام عیسائی دنیا میں ماتم برپا ہو گیا۔ ان کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ مسلمان صلیبی قصرِ اقتدار کے اس اہم ستون کو منہدم کرنے میں اس قدر جلد کامیاب ہو جائیں گے۔ عیسائی مؤرخ فلپ کے حِتی لکھتا ہے کہ "ریاست الرہا سب سے پہلے قائم ہوئی تھی اور سب سے پہلے ختم ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی واضح ہو گیا کہ

! عیسائیوں کے دوسرے مقدس ترین شہر یروشلم' انطاکیہ' روم اور قسطنطنیہ تھے۔

۱۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ عمادالدین نے بارودی سرنگیں بچھا کر شہر کی فصیل اڑا دی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتِ حال مسلمانوں کے حق میں پلٹ رہی ہے۔"

علامہ ابنِ اثیر کے الفاظ میں ایڈیسہ کی فتح "فتح الفتوح" تھی۔ اس پر تمام عالَمِ اسلام میں بے پناہ مسرت کا اظہار کیا گیا۔ شعراء نے تہنیتی قصائد لکھے اور علماء و مشائخ نے عمادالدّین کو محافظِ اسلام اور مجاہدِ کبیر کے خطابات دیے یہاں تک کہ خلیفہ بغداد نے اس کا نام خطبوں میں داخل کرنے کا حکم دیا۔

ایڈیسہ میں ایک مضبوط دستۂ فوج متعیّن کر کے عمادالدّین فتح و ظفر کا پرچم اڑاتا دریائے فرات کے مشرقی علاقہ کی طرف بڑھا اور کئی قلعے اور شہر فتح کر ڈالے۔ ان میں سیروج کا مشہور قلعہ بھی شامل تھا۔

شہادت

افسوس کہ ایڈیسہ کی عظیم الشان فتح کے بعد عمادالدین کو اس دنیائے آب و گِل میں زیادہ عرصہ زندہ رہنا نصیب نہ ہوا۔ ۵۴۱ھ/۱۱۴۶ء[1] میں وہ قلعہ جعبر کا محاصرہ کیے پڑا تھا کہ رات کے وقت ایک غدّار اور بزدل مملوک (غلام) نے اس کو سوتے ہوئے شہید کر ڈالا۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے اس عظیم محسن کا قتل جعبر کے (مسلمان) حاکم کے ایماء پر ہوا۔ اسی نے اس مجاہدِ کبیر کے غلاموں میں سے کسی کو رشوت دے کر اس کے قتل پر آمادہ کیا۔ کچھ مؤرخین نے اس خیال کا اظہار بھی کیا ہے کہ عمادالدین کی شہادت کے پیچھے باطنیوں کی سازش کام کر رہی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ شہادت کے وقت اس بطلِ جلیل کی عمر ساٹھ اور ستّر برس کے درمیان تھی۔ اس المناک حادثہ کی خبر عالَمِ اسلام پر بجلی بن کر گری اور ہر طرف ماتم برپا ہوگیا۔ مسلمانوں کو جس قدر شدید صدمہ ہوا عیسائیوں کو اسی قدر خوشی ہوئی۔ فرانسیسی مؤرخ مچاڈ لکھتا ہے کہ "عمادالدّین زنگی کی موت نے عیسائیوں کو حیاتِ نو عطا کر دی۔ انہوں نے اس قدر مسرت کا اظہار کیا گویا مسلمانوں کی تمام طاقت دفعتہً ملیامیٹ ہوگئی ہے۔

---

[1] بتاریخ ۱۴ ستمبر ۱۱۴۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوصاف وخصائل

رعب ودبدبہ

شہید عمادُالدّین نہایت وجیہ اور پاکیزہ صورت تھا۔ اس کا رنگ گندمی مائل بہ سرخی تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی اور ملیح تھیں۔ قد طویل اور بدن پُرگوشت تھا۔ اس کے رعب و دبدبہ کا یہ عالَم تھا کہ کوئی شخص اس کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کرسکتا تھا اور نہ کسی کو اس سے آنکھیں ملانے کی ہمت ہوتی تھی۔ اس کا نام سن کر سرکش اور بدکردار امرا کی روح فنا ہوجاتی تھی۔ ایک دفعہ ایک ملّاح اپنے پہرہ سے غافل ہوکر سوگیا۔ عمادالدّین اس وقت گشت پر نکلا ہوا تھا۔ وہ اس پہریدار کے سرہانے جاکر کھڑا ہوگیا۔ جب پہرے دار کی آنکھ کھلی تو وہ عمادالدّین کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر بے ہوش ہوگیا۔ لوگوں نے جب اسے اٹھایا تو اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔

حمیّتِ دینی اور شجاعت

علّامہ ابنِ اثیر جو اپنی تاریخ میں عمادالدّین کو ہر جگہ ''شہید اتابک'' کے خطاب سے یاد کرتا ہے، لکھتا ہے کہ ''شہید اتابک کی ذات میں اللہ تعالٰی نے جس قدر غیرتِ دینی اور شجاعت ودیعت کی تھی، وہ بہت کم نامورانِ اسلام کے حصے میں آئی ہے۔ اس کے جوشِ ایمانی کا یہ عالَم تھا کہ وہ فوجوں کو لڑاتے لڑاتے اپنے ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ کر تنہا دشمن کی صفوں میں جا گھستا تھا اور اپنی شمشیرِ خارا شگاف سے ان کو کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔'' اس کی بے مثال شجاعت اور بے خوفی نے دشمنوں کے لیے اسے ہُوّا بنا دیا تھا اور اس کا نام سن کر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلیبیوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اس کے دل میں اسلام پر مر مٹنے کی سچی تڑپ تھی۔ اسی تڑپ اور حمیتِ دینی نے اسے انتہائی نامساعد حالات میں صلیبیوں کی عظیم الشان طاقت سے ٹکرانے کے لیے سینہ سپر کر دیا۔ وہ چاہتا تو دوسرے مسلمان امرا کی طرح اپنے علاقہ پر مزے سے حکومت کر سکتا تھا لیکن اس کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ اس کی سرحدوں کے آس پاس مسلمان مصائب و آلام کی چکّی میں پس رہے ہوں اور وہ ان سے بے نیاز ہو کر حکومت کے مزے لوٹے۔ اس نے اپنی زندگی کو مسلمانوں کی حفاظت اور اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دیا اور محض اللہ کے بھروسے پر مہیب طاغوتی طاقتوں سے بھڑ گیا۔ فی الحقیقت اسے میدانِ جہاد سے عشق تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ ''میں ریشمی نرم بستر سے گھوڑے کی پشت کو' دلکش راگ سے جنگ کے شور کو اور زہرہ جبینوں کے میٹھے سُروں سے ہتھیاروں کی جھنکار کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

عدل و انصاف

شہید عماد الدّین آئینِ حکومت اور احکامِ شرع کی پابندی کرنے اور کرانے میں بڑا سخت گیر تھا۔ وہ کسی صورت میں بھی یہ برداشت نہیں کرتا تھا کہ اس کا کوئی ماتحت رعایا پر دستِ تظلّم بڑھائے یا اس پر کسی معاملہ میں بیجا سختی کرے۔ وہ سرکاری افسروں اور فوجی سرداروں کی کارروائیوں پر کڑی نظر رکھتا تھا اور ان کو ذاتی جائدادیں بنانے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اس نے اپنی فوجوں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ فصلوں کو قطعاً کوئی نقصان نہ پہنچائیں اور کسانوں سے معاوضہ دیے بغیر کوئی چیز نہ لیں۔ اس کا درِ عدل ہر کس و ناکس کے لیے کھلا رہتا تھا اور عدل و انصاف کے معاملہ میں وہ مسلم اور غیر مسلم سب سے یکساں سلوک کرتا تھا۔ ایک دفعہ عماد الدّین شہید موسمِ سرما میں ''جزیرہ ابنِ عمر'' گیا۔ اس کے ساتھیوں میں امیر عزّ الدین دیسمی بھی تھا' وہ بڑی مقتدر شخصیت کا مالک تھا اور عماد الدین کے نزدیک بے حد محبوب و محترم تھا۔ امیر دیسمی نے ایک یہودی کے مکان پر بجبر قبضہ کر لیا۔ یہودی نے بہتیری منّت سماجت کی لیکن دیسمی اس کے مکان سے نہ نکلا۔ ناچار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے عمادالدّین کے پاس فریاد کی۔ اس وقت دیسی بھی دربار میں حاضر تھا۔ عمادالدّین نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ وہ اسی وقت دربار سے اٹھ کر یہودی کے مکان پر گیا اور وہاں سے اپنا تمام سامان نکال لیا۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ میرے والد اس موقع پر موجود تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امیر عزالدین کے ملازم ایک کھُلے میدان میں جہاں کیچڑ اور پانی جمع تھا۔ اس کا خیمہ نصب کر رہے تھے۔

ایک دفعہ عمادالدّین شہید کو اطلاع ملی کہ قلعہ جزیرہ کا قلعہ دار نورالدین حسن بربطی بدکردار ہے۔ اس کے لشکری جب کسی مہم پر باہر جاتے ہیں تو وہ ان کی خواتین پر دست درازی کرتا ہے۔ اتابک شہید نے اپنے وقائع نگاروں سے دریافت کیا تو انہوں نے اس خبر کی تصدیق کی۔ شہید اتابک نے اسی وقت صلاح الدین باغیسیانی امیر حاجب کو جزیرہ روانہ کیا کہ نورالدین حسن بربطی کو گرفتار کر کے اس کے سامنے لائے۔ جب وہ گرفتار ہو کر آیا اور اس کا جرم ثابت ہو گیا تو عمادالدّین نے حکم دیا کہ اس کا آلہ تناسل کاٹ دیا جائے اور پھر اس کی آنکھیں نکال کر سُولی پر لٹکا دیا جائے۔ اس عبرتناک سزا سے اس کا مقصد یہ تھا کہ آیندہ کسی کو خواتین کی عصمت پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

حوصلہ مندی

عمادالدّین شہید بڑا باہمت اور بلند حوصلہ انسان تھا۔ وہ محض اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بدولت بامِ عروج پر پہنچا۔ اس کی حوصلہ مندی کی یہ کیفیت تھی کہ بیک وقت چار چار محاذوں پر لڑنے سے بھی پس و پیش نہیں کرتا تھا۔ ایک طرف تو وہ اپنے مسلمانوں دشمنوں کے جارحانہ حملوں کا جواب دیتا تھا اور دوسری طرف عیسائیوں پر بھی پے در پے ضربیں لگاتا جاتا تھا۔ کیسے ہی نامساعد حالات کیوں نہ ہوں وہ خوف اور ناامیدی کو اپنے پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتا تھا۔ یہ اس کی حوصلہ مندی ہی کا نتیجہ تھا کہ معمولی حیثیت سے اٹھ کر ایسی عظیم مملکت کی بنیاد ڈالی جو فوجی قوت' کاروبار کی ترقی اور دوسرے وسائل کی فراوانی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے خلیفۂ بغداد اور سلاطینِ سلجوقیہ کی حکومتوں سے لگا کھاتی تھی۔

سخاوت

جود و سخا اور غریب پروری عماد الدّین شہید کی گھٹی میں پڑی تھی۔ اس کے اسی وصف کی بدولت بعض مؤرخین نے اس کو ''ابوالجود'' کا خطاب دیا ہے۔ اس کا معمول تھا کہ ہر جمعہ کو نماز سے قبل ایک سو دینار سرخ خیرات کرتا تھا اور دوسرے دنوں میں اپنے معتمد ملازمین کے ذریعہ بڑی بڑی رقوم غربا و مساکین اور دوسرے مستحقین میں تقسیم کرتا رہتا تھا۔ اس کے دسترخوان پر دونوں وقت علما' صلحا' فضلا اور قضاۃ کی ایک بہت بڑی تعداد ہوتی تھی۔ اس نے اپنے عُمّال کو بھی تاکید کر رکھی تھی کہ غرباء و مساکین کا خاص خیال رکھیں اور اپنے علاقے میں کسی کو بھوکا ننگا نہ رہنے دیں۔ شہید اتابک اگر کسی ناگہانی خطرہ یا حادثہ سے بچ جاتا تھا تو فوراً غربا و مساکین میں صدقہ تقسیم کرتا تھا۔ ایک دفعہ شہر سے باہر سیر کے لیے جا رہا تھا کہ راستے میں گھوڑے کا پاؤں رپٹ گیا' شہید اتابک زمین پر سر کے بَل گرنے سے بال بال بچ گیا۔ اسی وقت ایک امیر کو جو اس کے ہمرکاب تھا' بلایا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ وہ امیر گھوڑے کی باگ موڑ کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور اتابک شہید اپنے دربار میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی امیر دربار میں حاضر ہوا۔ اتابک شہید نے فوراً اس سے پوچھا: ''امعك شئ (کیا تیرے پاس کچھ ہے) اس نے کہا کہ یہ ہزار دینار لایا ہوں۔ اتابک شہید نے حکم دیا کہ ان کو اسی وقت مستحقین میں تقسیم کر دو۔ واقعہ یہ تھا کہ اس وقت اتابک شہید کا ذاتی خزانہ بالکل خالی تھا۔ اس لیے وہ اپنے ماتحت امیر سے ہزار دینار قرض لینے پر مجبور ہوا' لیکن ایسا قرض وہ بالعموم ایک یا دو دن کے بعد اتار دیا کرتا تھا۔

امنِ عامّہ

عماد الدّین شہید کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے قزاقوں اور رہزنوں نے ہر طرف اودھم مچا رکھا تھا۔ ان کی غارت گری سے کوئی شخص نہ عام شاہراہوں پر محفوظ تھا اور نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آباد شہروں کے اندر۔ مؤرخین نے صرف موصل کی مثال دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس شہر کے محلہ طیا طلین سے جامع عتیق تک کسی شخص کو تنہا جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی کیونکہ راستے میں لٹیرے ہر وقت منڈلاتے رہتے تھے۔ ان غارت گروں کی سرگرمیوں کی وجہ سے امنِ عامّہ بالکل تباہ ہو کر رہ گیا تھا اور کوئی شخص اپنی جان اور مال کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا۔ عمادالدّین نے اپنے مقبوضہ اور زیرِ حمایت علاقوں میں امن وامان کی طرف خاص توجہ دی اور مضبوط فوجی دستے بھیج کر رہزنوں اور لٹیروں کا مکمل طور پر استیصال کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی سلطنت کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تجارتی قافلے اور اِکا دُکا مسافر بلاخوف وخطر آنے جانے لگے۔ سڑکوں پر رونق اور چہل پہل ہو گئی اور امن وامان کے لحاظ سے عمادالدّین کی سلطنت مثالی حیثیت اختیار کر گئی۔

زراعت و آبادی

عمادالدّین کے عہدِ حکومت میں میسوپوٹیمیا اور شام کی تجارت زراعت اور صنعت و حرفت میں بڑی ترقی ہوئی۔ لوگ قُرب و جوار سے اس کے مقبوضات میں آ کر آباد ہونے لگے۔ زراعتی رقبہ میں اس قدر اضافہ ہوا کہ لوگ خوراک اور دوسری اشیائے ضروریہ کے معاملے میں خود کفیل ہو گئے۔ موصل اور دوسرے شہروں کی آبادی میں بھی زبردست اضافہ ہوا۔ ویران اور غیر آباد جگہوں میں نئے مکان تعمیر ہو گئے اور بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلنے لگا۔

صیغۂ رفاہِ عام

عمادالدّین شہید کو رعایا کی فلاح اور علم و ہنر کی سرپرستی سے خاص شغف تھا۔ اس کا دربار اس زمانے کے علما وفضلا کا مامن و مستقر تھا۔ اہم ملکی عہدوں پر اس نے ایسے قابل اشخاص کو مقرر کر رکھا تھا کہ اس کے حُسنِ انتظام اور مردم شناسی کی داد دینی پڑتی تھی۔ مشہور مؤرخ ابنِ خَلِّکان[1] لکھتا ہے کہ عمادالدّین نے اپنا مشرف (یعنی وزیرِ اعظم اور مجلسِ شوریٰ کا میرِ مجلس) ابوجعفر محمد الجواد کو مقرر کیا تھا۔ وہ ایک انتہائی دردمند اور علم و دست

---

[1] ابنِ خَلِّکان کا پورا نام احمد بن ابراہیم شمس الدین ابو العباس البرمکی الاربلی الشافعی ہے۔ ۱۱ ربیع الثانی ۶۰۸ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۲۱۱ء کو اربیلا میں پیدا ہوئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان تھا۔ اس نے نہ صرف عمادالدّین کو علم و ہنر کی سرپرستی اور سلطنت کی آراستگی میں قابلِ قدر مدد دی بلکہ ذاتی طور پر بھی رفاہِ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس نے ایک نہر کھدوائی جو بڑی دور سے عرفات تک پانی پہنچاتی تھی۔ علاوہ ازیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں حاجیوں کی سہولت کے لیے کئی عمارات بنوائیں۔ مدینۃ النبی ﷺ کی حفاظت کے لیے اس نے شہر کے اردگرد ایک مضبوط فصیل بھی بنوائی۔ وہ ہر سال مکّہ معظمہ اور مدینہ مُنوّرَہ میں اس قدر روپیہ' غلہ اور پارچات بھیجتا تھا جو ان مقدّس شہروں کے غربا و مساکین کے لیے سال بھر کے لیے کافی ہوتے تھے۔ اس نے ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا جس میں بیواؤں' یتیموں اور محتاجوں کے نام درج ہوتے تھے۔ ان سب کی وہ باقاعدگی سے مالی امداد کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ موصل میں قحط پڑا تو اس نے سب مال و متاع خیرات کر دیا اور اس مصیبت کے وقت عمادالدّین کے ساتھ مل کر ایسی مستعدی دکھائی کہ موصل میں کوئی بھوکا اور ننگا نہ رہا۔

سلطنت کی نگہداشت

عمادالدّین شہید اپنی وسیع سلطنت کی نہایت مستعدی اور ہوشیاری سے نگہداشت کرتا تھا۔ اس نے سلطنت کے گوشے گوشے میں وقائع نگار مقرر کر رکھے تھے جو اس کو ہر قسم کی بری بھلی خبریں روزانہ لکھ کر بھیجتے تھے۔ اس کے عُمّال اور امراء کی اجازت کے بغیر اپنے علاقہ سے باہر کسی صورت میں نہیں جا سکتے تھے۔ عمادالدّین اپنا یہ قول اکثر دہرایا کرتا تھا کہ ''ملک ایک باغ کی طرح ہے۔ جب تک باغبان اس کی آب پاشی اور حفاظت میں

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

اور ۱۶ رجب ۶۸۱ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۲۸۲ء کو وفات پائی۔ مشہور مُوَرّخ اور تذکرہ نگار تھے۔ پہلے حلب میں مشہور ماہر ادبیات الجوالقی اور مُوَرِخ ابنِ شداد سے تعلیم پائی اور پھر دمشق میں تکمیل کی۔ ۶۹۵ھ/ ۱۲۰۱ء میں دمشق کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد قاہرہ کے مدرسہ الفخریہ میں استاد بن کر چلے گئے۔ ان کی کتاب ''وفیات الاعیان'' نے علمی دنیا میں بڑی شہرت پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرگرم رہے گا وہ سرسبز اور شاداب رہے گا' جونہی اس نے غفلت کی سارا باغ اجڑ کر رہ جائے گا۔"

احکامِ شرع کی پابندی

عماد الدّین شہید ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور احکامِ شریعت کی پابندی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا تھا۔ وہ صوم وصلوٰۃ کو میدانِ جنگ میں بھی ترک نہ کرتا تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں احکامِ شریعت سختی سے نافذ کر رکھے تھے۔ ہر شہر اور علاقے میں قاضی مقرر تھے جو تمام مقدمات کا فیصلہ کتاب وسُنّت کے مطابق کرتے تھے۔ اس نے جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی کا مقصدِ اعلیٰ قرار دے رکھا تھا اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ دین حق اور اس کے نام لیواؤں کی سربلندی کے لیے صرف ہوتا تھا۔ مُورخین نے اسے اپنے دَور کا شجاع ترین مسلمان قرار دیا ہے۔

عماد الدّین زنگیؒ کی اولاد

عماد الدّین زنگی شہید نے اپنے بعد چار بیٹے چھوڑے' ان کے نام بلحاظِ عمر یہ تھے:

۱- سیف الدّین غازی

۲- نور الدّین محمود

۳- قطب الدّین مودود

۴- نصرت الدّین امیر امیران

سب سے بڑے لڑکے سیف الدین غازی صاحب موصل نے ۳ نومبر ۱۱۴۹ء کو چوالیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے خردسال بیٹے کی پرورش نور الدین محمود نے کی۔ وہ عنفوانِ شباب میں لاولد فوت ہوگیا اور سیف الدین غازی کے اعقاب میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ غازی کی وفات کے بعد نور الدین محمود نے موصل کی امارت قطب الدین مودود کو تفویض کر دی تھی۔ اس کی اولاد موصل' سنجار اور جزیرہ پر سالہا سال تک حکومت کرتی رہی۔ نصرت الدین امیر امیران نے کسی مستقل حکومت کی بنیاد نہیں ڈالی۔ اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامور باپ کی صحیح معنوں میں جانشینی صرف نورالدین محمود کے حصے میں آئی اور وہ صلیبی طالع آزماؤں کے لیے اپنے باپ سے بھی بڑھ کر خطرناک دشمن ثابت ہوا۔ جب تک اس کا بڑا بھائی سیف الدین غازی زندہ رہا' دونوں بھائی مل کر اپنے باپ کے چھوڑے ہوئے کام کو آگے بڑھانے کی جدوجہد کرتے رہے۔ سیف الدین غازی کی وفات کے بعد نورالدین محمود کو زنگی خاندان کی تمام شاخوں کا سربراہِ اعلیٰ تسلیم کیا گیا اور عالمِ اسلام کے دفاع کی ذِمّہ داری تنہا اس کے کندھوں پر آ پڑی۔ اس ذِمّہ داری سے وہ کس طرح عہدہ برآ ہوا۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں آئے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلمَلِکُ العَادِل

سلطان نُورُالدّین محمُودزنگی

جلالِ کبریائی در قیامش

جمالِ بندگی اندر سجودش

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدِ فاروقؓ از جلالش تازہ شُد!

کارِ مِلّت محکم از تدبیرِ او
حافظِ دینِ مبیں شمشیر اُو

چُوں ابوذرؓ خود گداز اندر نماز
ضربتش ہنگامِ کیں خارا گداز

عہدِ صِدّیق از جمالش تازہ شُد
عہدِ فاروقؓ از جلالش تازہ شُد

از غمِ دیں دردِلش چُوں لالہ داغ
در شبِ خاور وجودِ اُو چراغ

ورنگاہش مستیِ اربابِ ذوق
جوہرِ جانش سراپا جذب و شوق

خسروی شمشیر و درویشی نگہ
ہر دو گوہر از محیط لا الٰہ

فقر و شاہی وارداتِ مصطفیٰ ست!
ایں تجلّیہائے ذاتِ مصطفیٰ ست!

ایں دو قُوّت از وُجُودِ مومن است
ایں قیام و آں سجودِ مومن است

(اقبالؒ)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الملکُ العادِل سلطان نُورُالدّین محمود زنگیؒ

شجرۂ نسب

تاریخ کی کسی کتاب میں سلطان نورالدین محمود کے سلسلۂ نسب کا چار پشتوں سے اوپر پتا نہیں چلتا۔ اس کا معلوم شجرۂ نسب یہ ہے:

عبدالرحمٰن
عبداللہ — ان کے حالات تاریخوں میں نہیں ملتے۔
آقسنقر
عمادالدّین زنگی شہید — ان کے حالات پیچھے درج کیے جا چکے ہیں۔

سیف الدین غازی — نورالدین محمود — قطب الدین مودود — نصرت الدین امیر امیراں

نورالدین محمود کی شرافتِ نسبی کے ثبوت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ آقسنقر کا پوتا اور اتابک عمادالدّین زنگی شہید کا فرزند تھا۔ فی الحقیقت اس کی ناموری اور عظمت کا راز اس کے مہتم بالشان کارناموں میں مضمر ہے نہ کہ اس کے حسب ونسب میں۔

ولادت

نورالدین محمود ۱۳ شوّال ۵۱۱ھ (یک شنبہ) کو طلوعِ آفتاب کے وقت پیدا ہوا۔ بعض مؤرّخوں نے اس کی جائے ولادت موصل لکھی ہے۔ نورالدین کی والدہ امیر جرکمیش (جکرمش) والیِ موصل کے فرزند ناصرالدین کی بیٹی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم و تربیت

عمادالدّین شہید نے نُورُالدّین محمود کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور اس کو اعلیٰ کردار کا حامل بنانے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ نورالدین جب چار برس اور چار مہینے کا ہوا تو اسے مکتب میں بٹھا دیا گیا اور اس کی تعلیم کے لیے نہایت بلند پایہ علما مقرر کیے گئے۔ سولہ برس کی عمر تک اس کو تمام عُلومِ متداولہ (قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، معانی، ادب، مناظرہ وغیرہ) میں پوری دسترس حاصل ہو گئی اور اس کے فاضل اساتذہ نے اس کو تکمیلِ علوم کی سَنَد عطا کر دی۔ اس چھوٹی سی عمر میں اس کے تبحّرِ علمی کی یہ کیفیت تھی کہ اَدَق سے اَدَق مسائل کو چند لمحوں میں حل کر دیتا تھا۔ اس کے بعد اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ مختلف سپاہیانہ فنون کی تعلیم دی گئی اور وہ بہت تھوڑے عرصہ میں نہ صرف شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیر اندازی میں طاق ہو گیا بلکہ اعلیٰ درجہ کا شہسوار بھی بن گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کو ترتیبِ لشکر، مورچہ بندی، محاصرے اور جنگی چالوں کی مشق کرائی گئی یہاں تک کہ اس کی حیثیت ایک ماہر سپہ سالار کی سی ہو گئی۔ اس کے بعد جنگ کی عملی تعلیم دینے کے لیے عمادالدین شہید اکثر لڑائیوں میں اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شیزر، عرقہ، بعرین اور ایڈیسہ کے معرکوں میں نورالدین اپنے مجاہد باپ کے دوش بدوش لڑا اور جنگ کے نشیب و فراز کا عملی تجربہ حاصل کیا۔ قلعہ جعبر کے محاصرے کے دوران میں جب عمادالدّین شہید ہوا تو نورالدّین بھی اپنے باپ کے ساتھ وہاں گیا ہوا تھا۔ شفقتِ پدری سے محروم ہونے کے وقت اس کی عمر تیس برس کی تھی۔

آغازِ حکومت

عمادالدین شہید کے لشکر میں مشہور کُردی امیر اسدالدین شیر کوہ بھی تھا[1] وہ نورالدین محمود سے پُرخلوص محبت رکھتا تھا جونہی اس نے اپنے عظیم سردار کی شہادت کی خبر سنی۔ فوراً

---

1. شیر کوہ نجم الدین ایوب کا چھوٹا بھائی اور صلاح الدین ایوبی کا چچا تھا۔ یہ دونوں امیر عمادالدین اور نورالدین کے خاص جاں نثاروں اور معتمدوں میں شمار ہوتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نورالدین کے خیمہ میں گیا۔ (بعض مؤرخوں کا بیان ہے کہ شیرکوہ موصل سے نورالدین کی خدمت میں آیا اور اس کو مشورہ دیا کہ آپ کو اپنے جاں نثاروں کے ساتھ فوراً حلب چلے جانا چاہیے۔ مرکزِ حکومت' موصل کی فوج اور عوام وزیرِ اعظم جمال الدین الجواد کے زیرِ اثر ہیں اور وہ سیف الدین غازی کا زبردست حامی ہے اس لیے موصل میں آپ کا جانا خلاف مصلحت بھی ہے اور خطرناک بھی۔ نورالدین نے شیرکوہ کا مشورہ قبول کرلیا اور اسی وقت اپنے حامیوں کے ساتھ حلب کو روانہ ہوگیا۔ ربیع الآخر ۵۴۱ھ میں نورالدین حلب میں داخل ہوا اور سیدھا قلعہ میں جا کر فروکش ہوگیا۔ اسدالدین شیرکوہ قلعہ کی سیڑھیوں پر کھڑا ہوگیا اور لوگوں سے نورالدین کے لیے بیعت لینے لگا۔ ایک پہر کے اندر اندر حلب میں موجود تمام فوجیوں اور شہر کے باشندوں نے شیرکوہ کی وساطت سے نورالدین کی بیعت کرلی اور کسی طرف سے مخالفت کی ایک آواز بھی نہ اُٹھی۔ عقدِ بیعت کے بعد نورالدین نے شہر کا انتظام درست کیا اور کاروبارِ حکومت میں مشغول ہوگیا۔

موصل کی حکومت کا قضیہ

عمادالدین شہید کے لشکر میں سلطان محمود سلجوقی کا ایک لڑکا ملک الپ ارسلان بھی شامل تھا۔ جب تک عمادالدین زندہ رہا' الپ ارسلان اس کی حمایت کا دم بھرتا رہا لیکن عمادالدین کے آنکھیں موندتے ہی اس کے دل میں حکومت کا خیال چٹکیاں لینے لگا اور اس نے شہید اتابک کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ وزیر جمال الدین الجواد کو اس کے عزائم کا علم ہوا تو اس نے امیر حاجب صلاح الدین محمد الباغیسانی کے مشورہ سے سیف الدین غازی کو شہر زور سے مرکز حکومت موصل میں بلا بھیجا اور اہلِ شہر اور لشکریوں سے درپردہ اس کے لیے بیعت لینے لگا۔ ادھر ملک الپ ارسلان نے عمادالدین شہید کے اکثر لشکریوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور ان کی مدد سے اپنا اقتدار مستحکم کرنے کی فکر میں تھا۔ جمال الدین الجواد اور صلاح الدین محمد دونوں اس کے پاس گئے اور کچھ ایسی مصلحت آمیز باتیں کیں کہ وہ ان کو اپنا بہی خواہ اور حامی سمجھنے لگا اور پھر ان کے مشورہ کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیف الدین غازی کو اپنی طرف سے موصل کا امیر مقرر کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے صلاح الدین محمد کو حماۃ کا شہر جاگیر میں دے کر نور الدین محمود کے پاس حلب بھیج دیا۔ اس کے بعد وہ رقہ چلا گیا اور وہاں رات دن دادِ عیش دینے لگا۔ اس اثنا میں بہت سے امرا اور لشکری جمال الدین جواد کے اشارے سے اس کا ساتھ چھوڑ کر موصل چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ملک الپ ارسلان نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو اس کی تعداد کو خاصا کم پایا۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور اس نے فوراً سنجار کی طرف کوچ کیا۔ سنجار کے قلعہ دار نے قلعہ کے دروازے بند کر لیے اور جمال الدین کے اشارہ سے الپ ارسلان کو کہلا بھیجا کہ میں تو والیِ موصل کے ماتحت ہوں۔ پہلے آپ موصل پر قبضہ کریں۔ اس کے بعد میں آپ کی اطاعت قبول کر لوں گا۔" ملک الپ ارسلان کو یہ پیغام پا کر غصہ تو بہت آیا لیکن جمال الدین نے یہ کہہ کر اس کی آتشِ غضب کو سرد کر دیا کہ چھوٹے چھوٹے قلعہ داروں سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ موصل کی طرف پیش قدمی کریں، اگر سیف الدین غازی نے آپ کی اطاعت سے انحراف کیا تو اس کو گرفتار کر لیجیے گا۔ بصورتِ دیگر وہ حاکم سنجار کو اس کے گستاخانہ رویے کی قرار واقعی سزا دے گا۔ ملک الپ ارسلان نے دوسرے دن موصل کی طرف کوچ کیا۔ جمال الدین سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق راستے ہی میں اس کے لشکر سے الگ ہو گیا اور موصل پہنچ کر امیر عزّ الدین ابو بکر دیسی کو ملک الپ ارسلان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر بھیجا۔ امیر دیسی نے کچھ ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ ملک الپ ارسلطان سیف الدین غازی کی طرف سے بالکل مطمئن ہو گیا اور اپنے لشکر کو باہر چھوڑ کر تنہا موصل شہر کے اندر چلا گیا۔ جمال الدین نے اسی وقت اس کو پکڑ کر نظر بند کر دیا اور سلطان مسعود سلجوقی سے اجازت لے کر سیف الدین غازی کو عماد الدّین شہید کی جگہ موصل کی مسندِ امارت پر بٹھا دیا۔ اس طرح شہید اتابک کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ حلب اور اس کے نواحی علاقے نور الدین محمود کے حصے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور موصل وسنجار وغیرہ پر سیف الدین غازی کا اقتدار قائم ہوگیا۔

نورالدین محمود اور سیف الدین غازی

صوبہ موصل پر اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے بعد سیف الدّینؒ نورالدّین محمود کی طرف متوجہ ہوا جس نے ابھی تک اس کی بیعت نہیں کی تھی۔ سیف الدین غازی صرف شہید اتابک کا فرزندِ اکبر ہونے کی وجہ سے ہی زنگی خاندان کی سیادتِ عظمٰی کا دعویدار نہیں تھا بلکہ اس کو اپنے مرحوم باپ کے اکثر سربرآوردہ امرا کی حمایت بھی حاصل تھی اور انہی کی پُرزور حمایت اور امانت کی بدولت اس کو مرکزِ حکومت موصل کی امارت نصیب ہوئی تھی۔ ان میں ابوجعفر محمد جمال الدین الجوادؒ صلاح الدّین محمد الباغیسانی اور امیر عزّالدین ابوبکر دیسی جیسے بااثر لوگ بھی شامل تھے جو زنگی خاندان کے جاں نثار اور حقیقی بہی خواہ تھے۔ یہ لوگ خلوصِ نیّت سے سمجھتے تھے کہ زنگی خاندان کی قوت کا دو حصوں میں بٹ جانا کوئی نیک فال نہیں ہے۔ ان کے ایما پر سیف الدین غازی نے نورالدّین محمود سے خط و کتابت کی طرح ڈالی اور اس کو بار بار موصل آنے کے لیے لکھا لیکن نورالدّین غلط فہمی کی بنا پر یا کسی اور سبب سے موصل جانے سے گریز کرتا رہا۔ اب سیف الدّین غازی کو خدشہ پیدا ہوا کہ نورالدین بعض خودغرض امرا کے بہکاوے میں آ کر کہیں اس کے خلاف کھلّم کھلّا علمِ بغاوت نہ بلند کر دے اور اس طرح صلیبی حکمران اس کی ناتجربہ کاری سے فائدہ نہ اٹھا لیں۔ اس قضیہ کو طے کرنے کے لیے وہ ایک زبردست فوج کے ساتھ حلب کی طرف روانہ ہوا۔ شہر کے مضافات میں پہنچ کر اس نے نورالدین کو بلا بھیجا چونکہ دونوں بھائی محض غلط فہمی کی بنا پر ایک دوسرے سے خائف تھے اس لیے قرار پایا کہ دونوں پانچ پانچ سو سواروں کی معیّت میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔ نورالدین جب اپنے بھائی کے قریب پہنچا تو اس کو سیف الدین کی صورت میں اپنے شہید باپ کی شکل نظر آئی۔ اس کے دل میں برادرانہ محبت نے جوش مارا۔ فوراً گھوڑے سے اتر پڑا۔ اپنے محافظ سواروں کو واپس جانے کا حکم دیا اور خود دوڑ کر سیف الدّین غازی کے پاؤں پر جا گرا۔ بڑے بھائی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خون نے بھی جوش مارا۔ اس نے نورالدین کو گلے لگالیا اور دونوں بھائی ایک دوسرے سے بغلگیر ہو کر فرطِ محبت سے رونے لگے۔ دلوں کا غبار اور کدورتیں لمحوں میں دُھل گئیں۔ جب دونوں کے جذبات سکون پذیر ہوئے تو سیف الدین غازی نے نورالدین سے پوچھا کہ جانِ برادر تم میرے پاس آنے سے کیوں گریز کرتے تھے' شاید تم کو میری طرف سے کوئی خدشہ تھا' خدا کی قسم میرے دل میں تمہارے بارے میں کبھی کوئی بُرا خیال نہیں آیا۔ میں تو تمہیں اپنا دست و بازو سمجھتا ہوں۔ نورالدین نے جواب دیا کہ بیشک یہ میری غلطی تھی کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا' آپ میرے بزرگ اور سردار ہیں اور آپ کو چھوڑ کر میں حکومت و سلطنت کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں ہمیشہ آپ کے قدموں میں رہوں اور آپ کے جھنڈے کے نیچے دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کروں۔ سیف الدین غازی نے نورالدین محمود کی پیشانی پر بوسہ دے کر کہا کہ جانِ برادر مجھے تمہارے جواب سے دلی مسرت ہوئی' مجھ کو تم سے ایسی ہی توقع تھی' میں تم سے ملنے کا اس لیے آرزومند تھا کہ ہمارے دشمنوں بالخصوص صلیبیوں پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر ایک عمادالدین شہید ہوا ہے تو وہ اپنے پیچھے دو لعل چھوڑ گیا ہے جو ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہیں اور دشمنانِ دین کے مقابلے میں یک جان و دو قالب ہیں۔ اب تمہارا حلب پر حکومت کرنا ہی مسلمانوں کے بہترین مفاد میں ہے۔ ممکن ہے صلیبیوں کا خبثِ باطن انہیں شرانگیزی پر اکسائے اور وہ تمہیں پریشان کریں لیکن تم کو ان کا مقابلہ ہمت اور استقلال کے ساتھ کرنا ہوگا کیونکہ مسلمانوں کی حفاظت اور حمیت دینی کا تقاضا یہی ہے۔ اگر تمہیں کبھی میری مدد کی ضرورت پڑے تو بلا تامل مجھے پیغام بھیج دینا' میں ہر وقت اور ہر حال میں تمہاری مدد پر کمربستہ رہوں گا۔ غرض اس قسم کی گفتگو کے بعد دونوں مجاہد بھائیوں میں پُرخلوص رشتہ اتحاد قائم ہوگیا اور وہ ایک دوسرے کے بارے میں محبت بھرے جذبات لیے ہوئے اپنے علاقوں کو واپس گئے۔ اس واقعہ کے بعد دونوں بھائیوں میں کبھی کوئی بدمزگی پیدا نہ ہوئی اور وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے معاون و دستگیر رہے۔

سیف الدین غازی سے رشتۂ یگانگت استوار کرنے کے بعد نورالدین محمود نے حلب کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام امرا اور عوام کو جمع کیا اور ان کے سامنے ایک پُرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا:

''دوستو! گواہ رہنا' میں نے حکومت کی ذمہ داریاں اس لیے قبول نہیں کی ہیں کہ قیصر و کسریٰ کی سُنّت پر عمل کرتے ہوئے عیش و عشرت کی زندگی بسر کروں بلکہ اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ اپنی تمام صلاحیتوں کو ان فرنگی طالع آزماؤں کے خلاف بروئے کار لاؤں جو گزشتہ پچاس برس سے مسلمانوں کے لیے وبالِ جان بنے ہوئے ہیں اور جن کے جور و استبداد نے مسلمانوں پر جینا حرام کر رکھا ہے۔ مجھ کو کبھی بادشاہ یا سلطان نہ سمجھنا بلکہ قوم اور ملک کا ایک خادم متصور کرنا۔ اگر میں کبھی کوئی غلطی کروں تو مجھے متنبہ کر دینا یا میری حمایت سے دستکش ہو جانا۔''

عمادالدّین شہیدؒ کے ہونہار فرزند کی یہ ولولہ انگیز تقریر اس کے آیندہ عزائم کی آئینہ دار تھی۔ اجتماع میں موجود تمام لوگوں نے اس کو اپنی صدقِ دِلانہ حمایت کا یقین دلایا اور نورالدین اطمینان کے ساتھ اپنی قوت کو مستحکم کرنے کی تدبیروں میں مشغول ہو گیا۔

معرکۂ ایڈیسہ

۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء میں جب عمادالدین نے ایڈیسہ کو فتح کیا تھا تو وہاں کا حکمران جوسلین ثانی (Joscelin II) ایڈیسہ سے بھاگ کر دریائے فرات کے مغرب میں واقع تل باشر کے شہر میں جا کر مقیم ہو گیا تھا۔ ۵۴۱ھ/۱۱۴۶ء میں عمادالدین ایک بزدل قاتل کی تلوار کا شکار ہو گیا تو جوسلین ثانی کی باسی کڑھی میں ابال آیا۔ اس نے ایڈیسہ کے عیسائی (ارمنی) باشندوں سے ساز باز کر کے جُمادیٰ الآخر ۵۴۱ھ مطابق ۱۱۴۶ء میں ایڈیسہ پر شبخون مارا اور مسلمان محافظوں کو روندتا ہوا شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ قلعہ کے مسلمان بروقت خبردار ہو گئے اور انہوں نے شہر کے زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو قلعہ کے اندر داخل

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلیا اور پھر اس کے دروازے بند کر کے جوسلین ثانی کے مقابلہ پر ڈٹ گئے۔ نورالدین محمود کو جونہی اس واقعہ کی خبر ملی وہ دس ہزار سوار لے کر طوفان کی طرح ایڈیسہ کی طرف بڑھا اور آناً فاناً اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دوسرے دن لڑائی کا آغاز ہوا تو عیسائی آگے اور پیچھے دونوں طرف سے مسلمانوں کے حملوں کی زد میں آ گئے۔ قلعہ کے اندر سے محصور مسلمان تیروں کی بارش کر رہے تھے اور باہر سے نورالدین کی فوج عیسائی لشکر پر قیامت ڈھا رہی تھی۔ شام ہوتے ہوتے جوسلین ثانی کے ہزاروں لشکری مارے گئے اور وہ خود اپنے بیس سرکردہ سرداروں کے ہمراہ ایک برج میں جا چھپا۔ مسلمانوں نے اس برج کو بارودی سرنگ بچھا کر اڑا دیا۔ عیسائی سردار تو سب کے سب مارے گئے البتہ جوسلین ثانی کسی طرح بچ نکلا اور بھیس بدل کر فرار ہو گیا۔ نورالدین محمود کا مظفر و منصور لشکر جوش و غضب میں بھرا ہوا شہر کے اندر داخل ہوا اور غدّار عیسائیوں کے گھروں کو جی کھول کر لُوٹا۔ فتح کے تیسرے دن نورالدین نے مالِ غنیمت اور جنگی قیدیوں کا معائنہ کیا اور ان کی مناسب تقسیم کا حکم دیا۔ مالِ غنیمت سے اس نے متعدد تحائف مسلمان امرا کو بھی بھیجے۔ اس شاندار فتح پر مسلمانوں نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور شعرا نے تہنیتی قصیدے لکھے۔ ان میں سے ابنِ منیر اور قیصرانی کے قصائد نے بڑی شہرت پائی۔

علّامہ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ ایڈیسہ پر جوسلین ثانی کے قبضہ کی خبر سن کر سیف الدین غازی بھی ایک جرّار فوج لے کر موصل سے چل پڑا تھا جس وقت وہ ایڈیسہ کے قریب پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ نورالدین محمود نے عیسائی باغیوں کو قرار واقعی سزا دے کر شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ سیف الدین یہ خبر سن کر بے حد مسرور ہوا اور اپنے لشکر سمیت موصل کو واپس چلا گیا۔ وہاں سے اس نے ایک خاص پیغامبر کے ذریعہ نورالدین کو مبارکباد بھی بھیجی اور اس کو اپنے مکمل تعاون اور سرپرستی کا یقین دلایا۔

نورالدین نے ایڈیسہ میں چند دن قیام کیا اور اس دوران میں شہر اور قلعہ کی حفاظت کے خاص انتظامات کیے۔ اس کے بعد وہ ایک مضبوط دستۂ فوج کو وہاں چھوڑ کر واپس حلب آ گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صلیبی جنگ

یورپ میں زبردست اضطراب

جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا ہے۔ ایڈیسہ کو میسو پوٹیمیا کی آنکھ سمجھا جاتا تھا۔ سیاسی اور جنگی اعتبار سے یہ شہر فی الحقیقت بے حد اہم تھا اور صلیبی اس کو اپنا مستقر بنا کر پورے عراق اور شام پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء میں جب عمادالدین زنگی نے اس کو صلیبیوں سے چھینا تو اقوامِ فرنگ کو سخت دھچکا لگا اور اسی وقت سے ان میں پھر صلیبی جنگ کی باتیں ہونے لگیں تاہم تل باشر میں جوسلین ثانی کی موجودگی نے ان کی ڈھارس بندھائے رکھی۔ عمادالدین کی شہادت کے بعد اقوامِ یورپ کی شہ پر ہی جوسلن ثانی نے اپنی کھوئی ہوئی حکومت کو بحال کرنے کی کوشش کی لیکن جب نورالدین محمود نے اس کو ذِلّت آمیز شکست دے کر ایڈیسہ کو اپنے مضبوط پنجوں میں دبوچ لیا تو سارا یورپ غم وغصہ سے کھول اٹھا۔ ان کے اضطراب میں مزید اضافہ اس وقت ہوا جب ایڈیسہ کے ارمنی پادریوں کا ایک گروہ اپنی فریاد لے کر پوپ یوگینئس کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کو اپنی دردبھری کہانی سنائی۔ مچاڈ لکھتا ہے:

''ایشیا کے عیسائیوں کی سفارت کا پُرالم بیان سن کر مقدس پوپ کی آنکھوں سے سیلِ اشکِ رواں ہو گیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ:

ارضِ مشرق کے عیسائیوں کی مدد کرنا خداوند یسوع مسیح کے تمام نام لیواؤں کا فرضِ اوّلین ہے۔ اگر وہ اس وقت نہ اٹھے تو یروشلم کو بھی اپنے ہاتھوں سے گنوا بیٹھیں گے۔'' پوپ کا یہ فرمان گویا جنگِ مقدّس (کروسیڈ) کا اعلان تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے سارے یورپ میں پھر زبردست ہیجان برپا کر دیا۔ بیت المقدس کی فتح کو صرف پچالیس برس گزرے تھے اور لوگوں کے دلوں میں اس عظیمُ الشان فتح کی یاد ابھی تازہ تھی۔ انہوں نے بڑے جوش و خروش سے پھر ہتھیار اٹھا لیے۔“

سینٹ برنارڈ کی فتنہ انگیزی

عین اسی زمانہ میں سرزمینِ یورپ میں ایک پُراَسرار راہب نمودار ہوا جس کی مسحور کن شخصیت، شعلہ بیانی اور طلاقت لسانی نے سارے یورپ میں آگ لگا دی۔ یہ شخص سینٹ برنارڈ (St. Bernard) تھا[1] جو برگنڈی کے ایک امیر کا بیٹا تھا اور پندرہ برس سے تارک الدُّنیا ہو کر رہبانیت کی زندگی گزار رہا تھا۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ پہلی صلیبی جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے والا اگر ایک تارک الدُّنیا راہب (پیٹر دی ہرمٹ) تھا تو دوسری صلیبی جنگ پر اہلِ یورپ کو آمادہ کرنے والا بھی ایک تارک الدُّنیا راہب ہی تھا۔ گویا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی تھی۔ سینٹ برنارڈ کی دھواں دھار تقریروں نے یورپ میں وہی کیفیت پیدا کر دی جو گزشتہ صلیبی جنگ سے پہلے پیدا ہوئی تھی بلکہ فی الحقیقت اس سے بھی بڑھ کر جوش پیدا ہو گیا اور ادنیٰ طبقے سے لے کر بادشاہوں تک مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھر گئے۔ اس پر طُرّہ یہ کہ (عیسائی مُؤرخین کے قول کے مطابق) سینٹ برنارڈ سے ”محیّر العقول معجزات“ سرزد ہو رہے تھے۔ اندھوں کی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں، لنگڑے چلنے لگے تھے، بہرے سننے لگے تھے۔ اس طرح عوام النّاس کے دل یقین اور اعتماد سے بھر گئے تھے اور وہ اپنا سب کچھ ”جنگِ مقدّس“ میں جھونکنے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔

ویزلی کا پُرخروش اجتماع

۵۴۱ھ/۱۱۴۶ء میں ویزلی (فرانس) کے مقام پر ایک زبردست اجتماع ہوا جس

---

[1] ولادت ۱۰۹۱ء، وفات ۱۱۵۳ء

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہ صرف عام لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا بلکہ طبقۂ امراء کے لوگ بھی بڑی کثرت سے شریک تھے۔ یہاں تک کہ خود شاہِ فرانس لوئی ہفتم[1] بہ نفسِ نفیس وہاں موجود تھا۔ ساری فضا جنگی نعروں سے گونج رہی تھی اور غیظ و غضب میں بھرے ہوئے لوگ فی الفور کسی فیصلے پر پہنچنا چاہتے تھے۔ اس پُرخروش فضا میں سینٹ برنارڈ نے ایک ایسی اثر انگیز تقریر کی کہ لوگوں کے دل ہل گئے۔ خود شاہ فرانس نے آگے بڑھ کر سینٹ برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب لی اور تمام مجمع کے سامنے اس کو اپنے سینے پر لگا کر اعلان کیا کہ میں جنگِ مقدّس (کروسیڈ) میں ضرور حصہ لوں گا۔ اب لوگوں کے جوش و خروش کی انتہا نہ رہی اور سب نے عہد کیا کہ وہ صلیب کی سربلندی کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ مچاڈ لکھتا ہے کہ ویزلی کی کانفرنس کے بعد گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر خالی ہو گئے اور سوائے اپاہجوں یا بیواؤں اور یتیموں کے وہاں کوئی متنفس نظر نہیں آتا تھا۔ باقی سب لوگ صلیب برداروں میں شامل ہو گئے تھے جن لوگوں نے ہتھیار اٹھانے سے گریز کیا صلیب برداروں نے ان کو غیرت دلانے کے لیے چرخے اور تکلے بھیجے۔

ویزلی کی کانفرنس سے فارغ ہونے کے بعد سینٹ برنارڈ جرمنی گیا اور شاہ کانرڈ سوم[2] کو "جنگِ مُقدّس" میں شامل ہونے کی ترغیب دی۔ پہلے تو بادشاہ نے سرد مہری سے کام لیا لیکن جب ایک دن سینٹ برنارڈ نے اس کے سامنے ایک انتہائی مؤثر اور دردناک تقریر کی تو اس کا دل پگھل گیا اور اس نے فوراً سینٹ برنارڈ سے صلیب لے کر "جہادِ مقدس" میں شریک ہونے کا اعلان کر دیا۔

ان دو طاقتور بادشاہوں کے علاوہ طبقۂ امرا کے بے شمار سرداروں نے اپنے طور پر کروسیڈ کے لیے زبردست تیاریاں کیں۔ یہاں تک کہ جرمنی اور فرانس کے کونے کونے سے صلیبی جنونیوں کا سیلاب امڈ آیا۔ ان سب پر مستزاد نیزوں اور ڈھالوں سے مسلّح صلیب بردار عورتوں کی ایک فوج تھی جس کی قیادت شاہِ فرانس کی ملکہ ایلینر آف گین کر

---

1. (Louis vii)
2. (Conard iii)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہی تھی[1] بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ گھوڑوں پر سوار اس مسلّح نسوانی فوج کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی اور اس میں بے شمار فاحشہ عورتیں بھی شامل ہوگئی تھیں۔ اکثر اوباش نوجوانوں کو ان عورتوں کی موجودگی نے صلیبی جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب دی۔ فی الحقیقت اِن عورتوں کی وجہ سے صلیبی لشکر میں بدکاری کی وہ گرم بازاری ہوئی کہ شیطان بھی پناہ مانگ گیا۔

کروسیڈروں کا سیلِ بے پناہ

لوئیس اور کانرڈ نے اپنی سلطنتوں کے انتظام کے لیے نائب مقرر کر دیے اور خود آزمودہ کار جنگجوؤں کی جرّار فوجیں لے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ لوئیس کے ہمراہ عورتوں کی فوج کے علاوہ ایک لاکھ جنگجو تھے اور کانرڈ کے ساتھ اس قدر فوج تھی کہ مچاڈ کے قول کے مطابق "نہ تو ان کو سمندر کی لہریں اٹھا سکتی تھیں اور نہ ان کو سمانے کے لیے میدان ہی تھے۔" اکثر مؤرخین کا اندازہ ہے کہ دونوں بادشاہوں کے جھنڈے کے نیچے نَو لاکھ کے قریب جنگجو تھے جو شام اور فلسطین کے عیسائیوں کی مدد کے جذبہ سے سرشار تھے۔

صلیبی لشکر قسطنطنیہ میں

صلیبی لشکر کا پہلا پڑاؤ قسطنطنیہ تھا۔ وہاں اس وقت شاہ مینوئل اوّل کی حکومت تھی۔ وہ صلیبیوں کی کثرتِ تعداد سے گھبرا گیا تاہم اس نے حتّی الوسع ان سے اچھا سلوک کیا اور ہر ممکن امداد دینے کا یقین دلایا لیکن صلیبیوں کی بدمستیوں پر کوئی کہاں تک قابو رکھتا۔ قسطنطنیہ کے یونانی باشندے بہت جلد ان سے بیزار ہوگئے اور انہوں نے کوشش کی کہ یہ بلا جلد از جلد ان کے سر سے ٹل جائے۔ چنانچہ ان کی رہنمائی میں صلیبی لشکر دو حصوں میں

---

[1] ملکہ ایلینر (Eleaner of Guienne) کو بعد میں لوئیس ہفتم نے طلاق دے دی اور اس نے ہنری دوم شاہِ انگلستان سے شادی کر لی۔ اس کے بطن سے رچرڈ پیدا ہوا جس نے تیسری صلیبی جنگ میں سلطان صلاح الدّین ایوبی کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مغربی مؤرخین اس کو رچرڈ شیر دل (Rechard The Lion Heart) کے نام سے پکارتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم ہو کر شاہِ فرانس اور شہنشاہِ جرمنی کی قیادت میں ایشیائے کوچک میں جا داخل ہوا۔

شیر کی کچھار میں

اس زمانے میں ایشیائے کوچک میں سلطان مسعود سلجوقی (اوّل[1]) کی حکومت تھی۔ اس نے بڑی سرعت سے صلیبیوں کے مقابلے کی تیاری کی اور اپنی فوجوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیلا دیا۔ صلیبی لشکر جونہی ان کی زد میں آیا۔ سلجوقی فوجوں نے چاروں طرف سے اس پر یلغار کر دی۔ صلیبی جنگجو پہلے ہی رسد کی کمی اور راستے کی دشواریوں سے سخت پریشان تھے' اس بلائے ناگہانی سے بدحواس ہو گئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں بری طرح پٹ گئے۔ ان کی فوج کے نو حصے مکمل طور پر تباہ و برباد ہو گئے اور صرف ایک حصہ بمشکل تمام بچ نکلنے میں کامیاب ہوا۔ شہنشاہ کانرڈ اپنی بچی کھچی فوج کے ہمراہ بہزار دِقّت و خرابی نیقیہ پہنچا جہاں شاہِ فرانس دوسرے راستے سے پہنچ چکا تھا۔ دونوں بادشاہوں کی ملاقات بڑے پُرالم ماحول میں ہوئی۔ مچاڈ لکھتا ہے کہ ''شہنشاہ کانرڈ اپنی کل فوج کا صرف دسواں حصہ بچا کر نیقیہ پہنچا' جہاں لوئیس شاہِ فرانس صلیبیوں کی بربادی کی خبر سن کر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے اور عہد کیا کہ دونوں اکٹھے فلسطین جائیں گے لیکن شہنشاہِ جرمنی کے حوصلے پست ہو چکے تھے اور وہ دوبارہ کسی صورت میں سلجوقی مسلمانوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چند دن کے بعد وہ موسم سرما گزارنے کے بہانے قسطنطنیہ چلا گیا۔''

فرانسیسی لشکر کی تباہی

شاہ لوئیس جرمن فرمانروا کے الگ ہو جانے کے باوجود اپنے عزم پر قائم رہا اور بڑی ہشیاری اور احتیاط کے ساتھ نیقیہ سے لاؤڈیسیا[2] (Laodicea) کی طرف روانہ

---

[1] یہ سلطان مسعود وہ نہیں ہے جس کے عمادالدین زنگی سے معرکے رہے۔ وہ سلطان مسعود عراق و کردستان کا حکمران تھا اور یہ ارض روم کا فرمانروا تھا۔ سلطان مسعود والیِ عراق و کردستان کا زمانۂ حکومت ۵۲۷ھ/۱۱۳۳ء تا ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء ہے اور سلطان مسعود والیِ قونیہ کا ۵۱۰ھ/۱۱۱۶ء تا ۵۵۱ھ/۱۱۵۶ء

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا۔ اس نے اپنی فوج کے دو حصے کر دیے جو ہر روز دو نئے سرداروں کے ماتحت بادشاہ کی ہدایات کے مطابق سفر کرتے تھے۔ ایک دن اگلے حصہ کی کمان جیافری ڈی رینکن کر رہا تھا۔ بادشاہ نے اسے حکم دیا تھا کہ سامنے کے بلند پہاڑ (کوہ باباداغ) کی چوٹی پر جا کر ٹھہر جائے۔ جیافری نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی لیکن ملکہ ایلینر نے جو اگلے حصۂ فوج میں سفر کر رہی تھی' اصرار کیا کہ ہمیں سامنے نظر آنے والی سرسبز نشیبی وادی میں قیام کرنا چاہیے۔ جیافری مجبور ہو کر نشیبی وادی میں اتر گیا۔ جونہی اس نے پہاڑ کی بلندی کو چھوڑا' سلجوقی فوج جو گھات لگائے بیٹھی تھی' اس پر قابض ہو گئی۔ صلیبی فوج کے پچھلے حصے کی قیادت خود بادشاہ کر رہا تھا۔ اس کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہ ہوئی اور اس نے اطمینان سے اپنی پیش قدمی جاری رکھی۔ جونہی یہ لوگ سلجوقیوں کی زد میں آئے وہ تکبیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے اور ہزاروں صلیبیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ فرانس کے تیس نامور امرا جو بادشاہ کے محافظ دستہ (باڈی گارڈ) میں شامل تھے' اس معرکہ میں ایک ایک کر کے مارے گئے اور بادشاہ یکہ وتنہا بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر فوج کے اگلے حصے میں پہنچا۔ مؤرخ آرچر "کارزارِ صلیبیہ" میں لکھتا ہے:

"کروسیڈروں کے لیے یہ ایک مہلک صدمہ تھا۔ فرانس کا پھول دمشق تک پہنچنے اور پکنے سے پہلے ہی مرجھا گیا تھا۔"

صلیبی لشکر کے محفوظ حصے کو بھی سلجوقی مسلمانوں نے راستے میں جگہ جگہ پریشان کیا لیکن لوئیس تنگ پہاڑی راستوں سے گزرتا ہوا اطالیہ کی بندرگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

صلیبی لشکر کا انطاکیہ میں وُرُود

بندرگاہ اطالیہ سے لوئیس نے سمندر کا سفر اختیار کیا اور مارچ ۱۱۴۸ء میں انطاکیہ پہنچ گیا' یہاں پہنچ کر اس نے فوج کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ تین چوتھائی لشکر راستے میں تباہ

۱؎ علامہ شہاب الدین مصنف کتاب الروضتین کا بیان ہے کہ لوئیس کی صرف بیس ہزار فوج راستے میں تباہ ہوئی تھی اور انطاکیہ پہنچنے پر اسّی ہزار فوج بدستور اس کے جھنڈے کے نیچے کٹنے مرنے کے لیے موجود تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگیا تھا اور صرف ایک چوتھائی اس کے ساتھ انطا کیہ پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا[1] انطا کیہ میں اس وقت ریمنڈ حکمران تھا جو ملکہ ایلینر کا چچا تھا۔ ریمنڈ نے بادشاہ اور اس کے لشکر کی ایسی فراخدلی سے خاطر مدارات کی کہ ان کو اپنی گزشتہ مصیبتیں یکسر فراموش ہوگئیں۔ صلیبی لشکر میں یورپ کی حسین ترین عورتیں موجود تھیں ۔ وہ انطا کیہ میں آ کر کھل کھیلیں اور صلیبی سورماؤں نے ان کے ساتھ خوب خوب دادِ عیش دی۔ ملکہ ایلینر ' کونٹس ٹورلوز' کونٹس بلوئیس' ٹال کیولری' مورائل کونٹس آف روسی' ڈچس آف بوئلن' سیبلے آف فلینڈرز وغیرہ جیسی حور شمائل اور بلند مرتبہ عورتوں نے شرم وحیا کی تمام حدود کو توڑ دیا اور شہوت رانی اور بدکاری میں سب سے بازی لے گئیں۔ مغربی مُؤرخین صلیب بردار عورتوں کی ہوس رانیوں کا بڑے دُکھ کے ساتھ اعتراف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ دوسرے کردسیڈ کی ناکامی کی ایک وجہ ان عورتوں کی بدکاری تھی۔

تھوڑی ہی مدت کے بعد ریمنڈ اور لوئیس میں بدمزگی پیدا ہوگئی اور لوئیس انطا کیہ سے رخت سفر باندھنے پر مجبور ہوگیا[1]

یروشلم میں صلیبیوں کا اجتماع

لوئیس اپنی فوج کے ساتھ سیدھا یروشلم پہنچا۔ عیسائیوں نے اس کی آمد پر بڑی خوشی منائی۔ اسی اثنا میں شہنشاہِ جرمنی بھی سمندر کے راستے عکہ سے ہوتا ہوا یروشلم آ پہنچا۔

---

[1] اکثر مُؤرخین کا بیان ہے کہ ریمنڈ اور لوئیس میں بدمزگی کی وجہ ملکہ ایلینر کی روزافزوں بدکاریاں تھیں۔ لوئیس کو ریمنڈ اور ایلینر میں ناجائز تعلقات کا شبہ پیدا ہوگیا۔ جب اس نے ملکہ پر اس شبہ کا اظہار کیا تو وہ ناراض ہوکر ریمنڈ کے پاس چلی گئی او لوئیس سے طلاق لینے کی کوشش کی۔ لوئیس اپنی اس توہین پر برافروختہ ہوگیا اور اس نے رات کے وقت ایلینر کو جبراً ریمنڈ کے محل سے اٹھوالیا۔ مجاز کا بیان کسی قدر مختلف ہے وہ لکھتا ہے کہ ملکہ الینیر ا کی بدچلنی سے مسلمانوں اور مشرقی عیسائیوں میں صلیب برداروں کی بڑی بدنامی ہوئی اور فوج پر بھی بہت برا اثر ہوا۔ ملکہ نے قیامِ انطا کیہ کے زمانہ میں عیسائی نائٹوں کے علاوہ ایک نوجوان ترک پر بھی خاص عنایات کیں۔ اس مسلمان ترک کو اس نے بیش قیمت تحائف دیے اور اسی کی خاطر لوئیس سے اپنی شادی منسوخ کرانی چاہی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یورپ کے ان طاقتور حکمرانوں کے اکٹھے ہو جانے سے عیسائیوں کی مسرت دوچند ہوگئی۔ دونوں بادشاہ گلے مل کر خوب روئے اور توبہ و استغفار کر کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر جنگ کرنے کا عہد کیا۔ ان دنوں یروشلم کا بادشاہ بالڈون ثالث تھا۔ وہ اپنی تخت نشینی کے دن سے ہی یروشلم کی سلطنت کو وسیع کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اب جو اس نے فرانس اور جرمنی کے بادشاہوں کی متحدہ قوت کو اپنی پشت پر دیکھا تو اس کے دل میں ملک گیری کی خواہش زور پکڑ گئی۔ تینوں بادشاہوں نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی جس میں طے پایا کہ مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے لیے سب سے پہلے دمشق پر حملہ کیا جائے۔

دمشق پر صلیبیوں کی یلغار اور پسپائی

تینوں عیسائی بادشاہوں کا متحدہ لشکر طے شدہ منصوبہ کے مطابق تیزی سے دمشق کی طرف بڑھا اور ربیع الآخر ۵۴۳ھ کے آغاز میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ شہر کے تین طرف مٹی کی مضبوط فصیل بنی ہوئی تھی اور ایک طرف گنجان باغوں کی اس قدر کثرت تھی کہ کوئی بڑا لشکر ان میں سے آسانی سے نہ گزر سکتا تھا۔ صلیبیوں نے اسی طرف سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ دمشق پر ان دنوں امیر مجیرالدین ابک (یا ابق) کی حکومت تھی[1] یہ بڑا نااہل آدمی تھا اور اس کی نالائقی کی وجہ سے حکومت کے سیاہ و سپید کا مالک اس کا وزیر معین الدین انز (انار) بنا ہوا تھا[2]۔ معین الدین دمشق کے پُرجوش عوام اور علما کی مدد سے کئی ماہ تک صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اس دوران میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے

---

۱ مجیرالدین ابک دمشق کے خاندان بوریین کا آخری حکمران تھا۔ اس خاندان کا بانی تتش بن الپ ارسلان سلجوقی کا ایک جرنیل سیف الاسلام ظہیرالدین طغتگین تھا۔ تتش کے جانشینوں کے عہد میں وہ دمشق کا گورنر مقرر ہوا اور ۴۹۷ھ میں ان کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ ۵۲۲ھ/۱۱۲۸ء میں طغتگین کی وفات پر اس کا بیٹا تاج الملوک بوری تخت نشین ہوا۔ وہ بڑا بہادر آدمی تھا۔ اپنے باپ کے ساتھ صلیبیوں کے خلاف کئی لڑائیوں میں حصہ لے چکا تھا۔ ایک دفعہ اس کے وزیر طاہر المزدغانی نے اسماعیلیوں سے ساز باز کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ دمشق عیسائیوں کو دے دیا جائے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان کئی خونریز جھڑپیں ہوئیں۔ شیخ عبدالرحمٰن حلحلولؒ اور فقیہ امام یوسف فندلاوی مالکیؒ جن کا شمار دمشق کے مشائخ کبار میں ہوتا تھا' انہی جھڑپوں میں عیسائیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام یوسفؒ بے حد کبیرالسن تھے۔ معین الدین نے ان کو لڑائی سے روکنا چاہا لیکن ان کی غیرتِ دینی نے گوارا نہ کیا کہ ان کے گھر یعنی دمشق کے دروازے پر جہاد ہو رہا ہو اور وہ اس میں شرکت سے محروم رہیں۔ وہ قرآنِ کریم کی آیت اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (بیشک اللہ نے مومنوں کا مال اور جانیں جنّت کے عوض خرید لی ہیں۔) پڑھتے ہوئے مردانہ وار صلیبی فوج میں گھُس گئے اور نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

صلیبی لشکر چونکہ تعداد اور قوّت میں بہت زیادہ تھا اس کا دباؤ دمشق پر اس قدر بڑھ گیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور اس کے عوض ان سے صور (Tyre) لے لیا جائے۔ بوری کو اس سازش کا علم ہوا تو اس نے طاہر کو قتل کرا دیا اور دمشق میں موجود ہزاروں اسماعیلیوں کو بھی غداری کے جرم میں مروا ڈالا (مقتول اسماعیلیوں کی تعداد دو ہزار سے چھ ہزار تک بیان کی جاتی ہے) اس کے ساتھ ہی اس نے دمشق کے دفاعی انتظامات کو اس قدر مضبوط بنا دیا کہ عیسائیوں کو سالہا سال تک اس کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

۵۲۶ھ/ ۱۱۳۱ء میں بوری کی وفات پر اس کا بھائی شمس الملوک اسماعیل تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے زمانۂ حکومت میں بانیاس عیسائیوں سے چھین لیا اور عیسائیوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کی غرض سے دمشق پر عمادالدین زنگی کی سیادت تسلیم کرنی چاہی۔ اس پر اس کی سنگ دل ماں نے غضبناک ہو کر اپنے لختِ جگر کو مروا ڈالا۔ شمس الملوک کے بعد اس کے دو بھائی شہاب الدین اور جمال الدین محمد یکے بعد دیگرے ۵۲۹ھ/ ۱۱۳۴ء اور ۵۳۳ھ/ ۱۱۳۸ء میں دمشق کے حکمران بنے۔ مجیرالدین ابک جمال الدین محمد کا بیٹا تھا اس نے ۵۳۴ھ/ ۱۱۳۹ء میں دمشق کی عنانِ حکومت سنبھالی۔

ع معین الدین انز ایک زیرک سیاست دان اور خاندانِ بورئین کا بہی خواہ تھا' اس نے ۵۳۴ھ/ ۱۱۳۹ء میں عمادالدین زنگی کا مقابلہ کرنے کے لیے عیسائیوں سے مدد طلب کی تھی اور پھر اس مدد کے صلہ میں ان کو بانیاس کا قلعہ فتح کرنے میں مدد دی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایک دن وہ شہر سے مُتّصِل میدانِ اخضر تک پہنچ گیا۔ والیِ دمشق کے پاس اس کے سوا اب کوئی چارہ نہ رہا کہ سیف الدین غازی یا نورالدین محمود کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجے کیونکہ ان کی زبردست قوت ہی صلیبیوں کا سر توڑ سکتی تھی۔ اس نے سیف الدین غازی کو سارا حال لکھ بھیجا اور اس سے درخواست کی کہ بلاتاخیر دمشق کے مسلمانوں کی مدد کے لیے پہنچ جائے۔

سیف الدین غازی یہ پیغام ملتے ہی ایک جرّار فوج لے کر دمشق کی طرف چل پڑا۔ دوسری طرف سے نورالدین محمود بھی مجاہدین کی ایک بہت بڑی جمعیت کے ہمراہ حلب سے دمشق کی طرف روانہ ہوا اور حمص میں سیف الدین غازی سے آملا۔ اب دونوں بھائی صلیبیوں پر ایک بھرپور ضرب لگانے کے لیے تیار ہو گئے۔ ادھر صلیبیوں نے جب اس زبردست لشکر کی آمد آمد کی خبر سنی تو انہوں نے خیریت اسی میں سمجھی کہ فی الفور دمشق سے اپنا محاصرہ اٹھالیں۔ چنانچہ وہ راتوں رات ہی دمشق سے یروشلم کی طرف روانہ ہو گئے اور سیف الدین غازی اور نورالدین محمود کو ان سے جنگ کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ مغربی مُؤرّخین صلیبیوں کی اس شرمناک ناکامی کا سبب عیسائی سرداروں کے باہمی تشتت وافتراق کو بتاتے ہیں۔

اس کے بعد صلیبی لشکر نے عسقلان پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا لیکن یہ بیل بھی منڈھے نہ چڑھ سکی کیونکہ اس عرصہ میں شہنشاہِ جرمنی جو اس ہنگامہ خیزی سے بیزار ہو چکا تھا، دمشق کے محاصرہ میں ناکامی کے بعد بہت جلد اپنے وطن کو واپس چلا گیا۔ شاہِ فرانس کچھ عرصہ اور فلسطین میں رہا اور پھر ۱۱۴۹ء میں وہ بھی یورپ کو واپس چلا گیا۔ اس طرح دوسری صلیبی جنگ جس جوش اور سرگرمی سے شروع ہوئی تھی، اُس سے کہیں زیادہ ناکامی اور تباہی پر ختم ہوگئی۔ یورپ نے اس جنگ میں اپنے لاکھوں آدمی کٹوا ڈالے لیکن حاصل کچھ بھی نہ کر سکا۔ لوئیس ہفتم اور کانرڈ سوم کے ماتھے پر بدنامی کا ایسا داغ لگا کر پھر انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی بھول کر بھی ''جنگِ مقدّس'' کا نام نہ لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصنِ عریمہ کی فتح

دوسری صلیبی جنگ میں شریک ہونے والے جنگجوؤں میں فنش والیِ طلیطلہ (اندلس) کا ایک نوجوان فرزند بھی اپنی والدہ کے ساتھ شامل تھا۔ اس کی غیرت اور حوصلہ مندی نے گوارا نہ کیا کہ شاہِ فرانس اور شہنشاہِ جرمنی کی طرح ناکام و نامراد وطن کو واپس جائے چنانچہ وہ اپنے ہم خیال صلیبیوں کی ایک مضبوط جمعیت کے ساتھ ارضِ مشرق ہی میں ٹھہر گیا اور اپنی ترکتازیوں کے لیے سب سے پہلے حصنِ عریمہ کو منتخب کیا۔ یہ قلعہ اس وقت کونٹ آف ٹریپولی (نواب طرابلس) کی حکومت میں شامل تھا۔ ابنِ فنش نے پہلے ہلّے ہی میں اس قلعہ پر قبضہ کرلیا اور چند دن کے بعد طرابلس کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔ کونٹ آف ٹریپولی نے سلطان نورالدین محمود کو لکھا کہ حصنِ عریمہ پر ابنِ فنش کے قبضہ کی نسبت میں مسلمانوں کے قبضہ کو ترجیح دیتا ہوں۔ آپ اس کو فتح کرلیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ سلطان نورالدّین ان دنوں بعلبک میں معین الدین انز والیِ دمشق سے ملاقات کے لیے گیا ہوا تھا۔ اس نے یہ پیغام ملتے ہی حصنِ عریمہ کا رخ کیا۔ معین الدین اور اس کی فوج نے بھی سلطان کا ساتھ دیا۔ سلطان نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے سیف الدین غازی کو بھی اس مہم کی اطلاع بھیج دی۔ اس نے امیر عزیزالدین ابوبکر والیِ جزیرہ ابنِ عمر کی سرکردگی میں ایک زبردست فوج نورالدین کی مدد کے لیے روانہ کردی۔ مسلمانوں کا متّحدہ لشکر دو تین دن میں حصنِ عریمہ کے قریب جا پہنچا اور آناً فاناً اسے محاصرے میں لے لیا۔ صلیبیوں نے بڑی پامردی سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور ان پر تیروں کی ایسی زبردست بارش کی کہ چار روز تک ان سے کچھ بن نہ پڑا۔ پانچویں دن

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے بارودی سرنگ لگا کر قلعہ کی جنوبی دیوار کو اڑا دیا اور پھر تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے قلعہ میں گھس گئے۔ صلیبیوں نے مقدور بھر مقابلہ کیا لیکن جب ان کی کثیر تعداد کو مسلمانوں نے تہ تیغ کر ڈالا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے ہتھیار ڈال کر امان کی التجا کی۔ مسلمانوں نے اپنے ہاتھ روک لیے اور بچے کھچے صلیبیوں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں ان کا نوجوان سردار اور اس کی ماں بھی شامل تھی۔ نورالدین نے قیدیوں اور مال غنیمت کو امیر عزیز الدین کے ہاتھ سیف الدین غازی کے پاس بھیج دیا اور خود حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں باسوطا اور ہاب کے باشندوں نے بھی بخوشی اس کی اطاعت قبول کر لی۔

عیسائیوں کی عام بغاوت

اسی زمانہ میں زنگی خاندان کے شامی مقبوضات میں عیسائیوں نے عام بغاوت کر دی اور جگہ جگہ فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دی۔ اس شورش کی وجہ عیسائیوں کے دلوں میں اس خیالِ غلط کا جاگزیں ہونا تھا کہ عمادالدین زنگی کے بعد اس کے بیٹے اپنی وسیع سلطنت کو کسی صورت میں نہیں سنبھال سکیں گے' بس ذرا سر اٹھانے کی دیر ہے' اُن کا قصرِ اقتدار دھڑام سے زمین پر آ رہے گا۔ نورالدین نے حالات کا نہایت تحمل سے جائزہ لیا اور پھر بڑے عزم اور حوصلہ کے ساتھ عیسائی بلوائیوں کا قلع قمع کرنے پر تل گیا۔ اس نے بڑی مستعدی کے ساتھ بلوائیوں پر تابڑ توڑ ایسی ضربیں لگائیں کہ ان کے ہوش پراگندہ ہو گئے اور وہ الامان الامان پکار اٹھے۔ ارتاح' کفرلاثا بصرفوت اور مابولہ باغیوں کے خاص مراکز تھے۔ سلطان نے ان مقامات پر تیز و تند حملے کر کے باغیوں کی قوت کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔ ان میں اکثر اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جل کر بھسم ہو گئے اور جو باقی بچے انہوں نے راہِ فرار اختیار کر کے اپنی جانیں بچائیں۔

ایک سال کے بعد عیسائیوں کی باسی کڑھی میں پھر اُبال آیا اور وہ بصرٰی کے مقام پر آئندہ لائحہ عمل تجویز کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ کافی بحث وتمحیص کے بعد طے پایا کہ ارضِ شام کے تمام عیسائی متحد ہو کر حلب پر حملہ کر دیں' جب نورالدین ان کے مقابلے پر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے تو نصفِ عیسائی لشکر اس کو لڑائی میں الجھائے رکھے اور نصف دوسرے اسلامی مقبوضات پر حملہ کر دے۔ اس طرح نورالدین کی قوت کئی محاذوں پر بٹ جائے گی اور وہ آسانی سے اس کو مغلوب کر لیں گے۔

سلطان نورالدین کے وقائع نگار بڑے مستعد تھے۔ انہوں نے فی الفور عیسائیوں کی اس سازش کی اطلاع سلطان کو بھیج دی۔ وہ فوراً حلب سے ایک زبردست فوج کے ہمراہ عیسائی شورش پسندوں کے سر پر جا پہنچا اور ان کو شرارت کا آغاز کرنے سے پہلے ہی کچل کر رکھ دیا۔ کثیر التعداد عیسائی جو شام کے کونے کونے سے یہاں جمع ہوئے تھے مقتول ہوئے اور باقی نہایت بے سروسامانی کی حالت میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

علامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں بے شمار عیسائی مارے گئے اور جو باقی بچے ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ شورش پسندوں کے کئی نامور سرداروں کو نورالدین نے گرفتار کر لیا اور اس طرح اس ہولناک فتنہ کا مکمل استیصال کر دیا۔ سلطان نے مالِ غنیمت اور قیدیوں کے حصے خلیفۂ بغداد سیف الدین غازی اور سلطان مسعود سلجوقی کے پاس بھی بھیجے۔ مسلمان شعرا نے سلطان کی اس شاندار کامیابی پر طویل تہنیتی قصیدے لکھے ان میں قیسرانی کے قصیدے نے بڑی شہرت پائی۔

حکومتِ مُوصل کی سیادت

۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء میں والیِ ماردین نے سیف الدین غازی والیِ موصل کے کچھ علاقوں پر دست درازی کی۔ سیف الدین نے جوابی حملہ کر کے ماردین کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور والیِ ماردین کو اس قدر دبایا کہ وہ صلح پر مجبور ہو گیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر سیف الدین موصل کو واپس آ رہا تھا کہ راستے میں سخت بیمار ہو گیا اور موصل پہنچتے ہی داعیِ اَجَل کو لبیک کہا۔ اس کے بعد قطب الدین مودود (عماد الدین شہید کے تیسرے بیٹے) نے وزیرِ اعظم جمال الدین اور قلعہ دار زین الدّین کے ایما پر موصل کی حکومت سنبھال لی۔

سلطان نورالدین ان دنوں شام میں تھا اور انطاکیہ پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا۔ مرحوم سیف الدین غازی کے بہت سے امرا نے اس کو پیغام بھیجا کہ موصل کی حکومت پر آپ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حق ہے اس لیے آپ کو فی الفور یہاں پہنچنا چاہیے۔ سلطان نورالدین یہ پیغام ملتے ہی اپنے ستر مخصوص امرا کو ساتھ لے کر موصل کی طرف چل پڑا۔ اس کے ساتھیوں میں اسدالدین شیرکوہ اور مجدالدین ابوبکر ابن الدایہ جیسے بااثر لوگ بھی شامل تھے۔ راستے میں ایک رات انہوں نے ماکسین میں قیام کیا اور دوسرے دن سنجار جا پہنچے۔ عبدالملک المقدم حاکم سنجار نے نورالدین کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی مقام پر نورالدین نے بنظر احتیاط فخرالدین قرا ارسلان والی حصن کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا وہ نورالدین کا زبردست حامی تھا فوراً ایک مضبوط فوج لے کر نورالدین کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ قطب الدین مودود کر نورالدین کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بھی اپنی فوج کو لے کر نکلا اور تل یعفر کے مقام پر نورالدین کے راستے میں حائل ہو گیا۔ دونوں بھائیوں کے درمیان جنگ چھڑنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ اس موقع پر وزیر جمال الدین کی فراست کام آئی اور اس نے مسلمانوں کو کشت و خون سے بچانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ اس کے سمجھانے بجھانے پر قطب الدین مودود نے نورالدین کی اطاعت قبول کر لی اور اس کو اپنے خاندان کا سربراہِ اعلیٰ تسلیم کر لیا۔ نورالدین نے قطب الدین کو اپنی طرف سے موصل کا امیر مقرر کر دیا اور پھر حمص و رحبہ کو براہ راست اپنے تصرّف میں لا کر سنجار قطب الدین کو دے دیا۔ اس کے بعد قطب الدین مودود جب تک زندہ رہا ہمیشہ اپنے بھائی کی اطاعت اور حمایت کا دم بھرتا رہا۔

معرکۂ انیب

صفر ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء میں ریمنڈ والیٔ انطاکیہ نے سلطان نورالدین کے مقبوضات پر دست اندازی کرنے کا ارادہ کیا اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ حلب کی طرف بڑھا۔ نورالدین نے امیر معین الدین انار کو دمشق سے بلا بھیجا۔[1] وہ خود تو نہ آیا البتہ مجاہد الدین بزان

---

[1] عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ عیسائیوں کی پیش قدمی کی وجہ سے حرّان کو بھی سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس لیے معین الدین انار حرّان کی حفاظت کے لیے چلا گیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ دمشق سے حلب بھیج دیا۔ اس اثنا میں نورالدین بھی ریمنڈ کے مقابلہ کے لیے تیار ہوگیا تھا۔ وہ تین ہزار سواروں کے ساتھ حلب سے نکلا اور مجاہدالدین بزان کی فوج کو ہمراہ لے کر انیب کے مقام پر خیمہ زن ہوگیا۔ ریمنڈ کی فوج پہلے ہی اس مقام پر پہنچ چکی تھی۔ ۲۱ صفر ۵۴۴ھ/ ۱۱۴۹ء (چہار شنبہ) کو ریمنڈ اور نورالدین کی فوجوں میں ٹکر ہوئی۔ نورالدین اور اس کے سپہ سالار اسدالدین شیرکوہ نے اس جنگ میں کمال جوانمردی دکھائی۔ دونوں جان ہتھیلی پر رکھ کر ادھر سے ادھر دوڑتے پھرتے تھے اور عیسائیوں کے تیز و تند حملوں کو روک رہے تھے۔ دفعۃً شیرکوہ کی نظر عیسائیوں کے علمبردار پر پڑی۔ وہ غنیم کی صفوں کو چیرتا ہوا باز کی طرح اس پر جھپٹا اور ایک ہی وار میں اس کو خاک و خون میں لوٹا دیا۔ قریب ہی ریمنڈ اپنی فوج کو جوش دلا دلا کر لڑا رہا تھا۔ شیرکوہ نے آناً فاناً اس کو بھی تہ تیغ کر ڈالا۔ عیسائیوں نے نرغہ کر کے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا لیکن اس کی شمشیرِ خاراشگاف نے دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔ عیسائیوں کے حوصلے اب پست ہوگئے اور وہ نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے دُور تک ان کا تعاقب کیا اور جگہ جگہ ان کی لاشوں کے انبار لگا دیے۔ اس خونریز معرکہ میں مغرور ریمنڈ کے علاوہ اس کے کئی نامور سردار بھی مارے گئے اور عیسائیوں کی قوت پر کاری ضرب لگی لیکن نورالدین نے اس فتح کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا اور انطاکیہ پر قبضہ کیے بغیر ہی واپس آ گیا۔ ریمنڈ نے اپنے پیچھے بوہمینڈ نامی ایک کمسن بچہ چھوڑا۔ اس کی ماں (ریمنڈ کی بیوہ) نے ایک اور عیسائی امیر سے شادی کر لی اور انطاکیہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ اس امیر کی جنگجو طبیعت نے اسے چین سے نہ بیٹھنے دیا اور عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے اس نے نورالدین سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ نورالدین محمود نے ایک خونریز لڑائی میں اس کو عبرتناک شکست دی اور وہ بھاگتا ہوا سلطان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کی موت کے بعد بوہمینڈ انطاکیہ کے تخت پر بیٹھا لیکن اس کو سالہا سال تک نورالدین کے مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمشق پر پہلا حملہ

اسی زمانے میں معین الدین انار نے وفات پائی اور دمشق کا نظم ونسق امیر مجیر الدین ابک نے خود سنبھال لیا۔ ادھر عیسائیوں نے موقع پا کر حرّان کے نواحی علاقوں کو تاخت وتاراج کرنا شروع کر دیا۔ وہ دن دہاڑے مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لے جاتے تھے اور ان کو غلام بنا کر فروخت کر ڈالتے تھے۔ نورالدین کو ان رنجدہ واقعات کا علم ہوا تو اس نے عیسائیوں کی سرکوبی کا ارادہ کر لیا اور والیِ دمشق سے اس کام میں مدد دینے کے لیے ایک ہزار سوار طلب کیے۔ مجیر الدین ایک نااہل آدمی تھا اور قومی حمیت سے بالکل عاری تھا۔ اس نے عیسائیوں سے سازباز کر لی اور نورالدین کے پیغام کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ سلطان کو مجیر الدین کے بیہودہ رُویّہ کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوج کے دو حصے کیے۔ ایک حصے کو اسدالدین شیرکوہ کی سرکردگی میں عیسائی مفسدین کی سرکوبی کے لیے حرّان کی طرف روانہ کیا اور دوسرے حصے کو اپنے ساتھ لے کر دمشق کا قصد کیا۔ راستہ میں دو دن مرج بیوس میں قیام کیا اور پھر بعلبک میں جا پڑاؤ ڈالا۔ بعلبک کے لوگ خشک سالی کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ خدا کی قدرت جس دن سلطان بعلبک میں داخل ہوا اسی دن موسلا دھار بارش ہوئی۔ اہلِ بعلبک نے سلطان کے وُرُود کو رحمتِ خداوندی تصوّر کیا اور اس کے حق میں فتح ونصرت کی دعائیں مانگیں۔ سلطان نے بعلبک میں ایک دن قیام کیا اور پھر وہاں سے کوچ کر کے ۲۶ ذی الحجہ ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء کو دمشق کے قریب "جسر خشب" میں جا کر مقیم ہو گیا۔ والیِ دمشق کو نورالدین کی آمد کی خبر ملی تو اس نے ایک گستاخانہ خط سلطان کو روانہ کیا جس میں لکھا کہ "بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے واپس چلے جاؤ ورنہ ہماری تلواریں اور نیزے تمہارا استقبال کریں گے اور تم کو شکست اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

سلطان کو یہ خط پڑھ کر سخت غصہ آیا لیکن اس نے بڑے تحمل سے کام لیا اور مجیر الدین کو لکھا کہ تم خود یہاں آؤ یا اپنے کسی معتمد امیر کو میرے پاس بھیج دو تا کہ باہمی گفت وشنید

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ہم کسی فیصلے پر پہنچ جائیں اور ناحق مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو۔

مجیرالدین نے سلطان کے پیغام کو اس کی کمزوری پر محمول کیا اور بدستور اپنے نامعقول رَوِیّہ پر اڑا رہا۔ اس پر نورالدین نے دمشق کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور ایسا سخت دباؤ ڈالا کہ مجیرالدین کی ساری شیخی کرکری ہوگئی اور اس نے بڑی لجاجت سے صلح کی درخواست کی۔ سلطان نے مصلحتاً اس کی درخواست قبول کرلی کیونکہ وہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتا تھا۔ یکم مُحَرَّمُ الحرام ۵۴۵ھ کو معاہدۂ صلح تحریر ہوا جس کے مطابق مجیرالدین نے تسلیم کیا کہ جامع دمشق میں خلیفہ بغداد اور سلطان سلجوقی کے نام کے بعد خطبوں میں سلطان نورالدین محمود کا نام بھی پڑھا جائے گا۔ علاوہ ازیں تمام فوجی افسروں کا تقرر نورالدین کی منظوری سے ہوا کرے گا اور اسی کے نام کا سِکّہ دمشق میں رائج کیا جائے گا۔ البتہ مالی انتظامات مجیرالدین کے پاس رہیں گے۔ اس معاہدہ کے بعد سلطان نورالدین حلب واپس آ گیا۔ دوسری طرف اسدالدین شیرکوہ نے مضافات حران میں عیسائی مفسدہ پردازوں پر کاری ضربیں لگا کر ان کی شرانگیزیوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر وہ نورالدین کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان نے فرطِ مَسرّت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

www.KitaboSunnat.com

جنگ افامیہ

۵۴۵ھ/۱۱۵۰ء میں سلطان افامیہ کے قلعے کی طرف متوجہ ہوا۔ افامیہ انطاکیہ سے پچاس میل دور جنوب مشرق میں عیسائیوں کا ایک مضبوط گڑھ تھا۔ عیسائی فوجیں یہاں سے اکثر حماۃ اور شیزر کے نواحی علاقوں پر حملے کرتی رہتی تھیں۔ نورالدین سات ہزار سوار لے کر حلب سے نکلا اور افامیہ پہنچ کر قلعہ کی دوطرفہ ناکہ بندی کرلی۔ مشرقی دروازہ کے سامنے وہ خود چار ہزار فوج کے ساتھ مقیم ہوگیا اور شیرکوہ کو تین ہزار فوج کے ساتھ مغربی دروازہ کے محاصرہ پر مامور کر دیا۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑی پر واقع تھا اور اس کی فصیلیں نہایت مضبوط تھیں۔ عیسائیوں نے کچھ دن تو محصور رہ کر مقابلہ کیا پھر ایک دن وہ قلعہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنوبی دروازہ سے نکل کر تنگ پہاڑی دروں سے ہوتے ہوئے نورالدین کے لشکر پر آپڑے۔ سلطان نے نہایت ہوشیاری اور استقلال کے ساتھ ان کے حملے کو روکا اور شیرکوہ کو دوسری طرف سے حملہ کرنے کا حکم بھیجا۔ شیرکوہ نے اپنی فوج کے میمنہ کو قلعہ کے جنوبی دروازے کی طرف روانہ کر دیا اور خود حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا۔ شام تک نورالدین کے جانباز لشکر نے عیسائیوں کو پسپا کر دیا جونہی وہ پیچھے ہٹ کر قلعہ میں داخل ہونے لگے۔ شیرکوہ ان پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑا۔ ادھر جنوبی دروازہ پر متعین اس کے میمنہ نے بھی عیسائیوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ عیسائی ان اچانک حملوں سے حواس باختہ ہو گئے اور اپنے ہتھیار پھینک کر امان امان پکارنے لگے۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے پیچھے بھیج دیا اور قلعہ کا محاصرہ بدستور جاری رکھا۔ اس لڑائی میں اڑھائی ہزار عیسائی مارے گئے اور تقریباً اسی قدر تعداد مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہو گئی۔ مسلمانوں میں سے بیس آدمی شہید اور پندرہ زخمی ہوئے۔ افامیہ کے بقیۃ السیف محصور عیسائیوں نے شام کے عیسائیوں کو درپردہ پیغام بھیج کر مدد مانگ بھیجی اور وقت گزارنے کے لیے نورالدین سے گفتگوئے مصالحت کی طرح ڈالنی چاہی۔ سلطان ان کے ارادوں کو بھانپ گیا اور گفت وشنید سے انکار کر کے محصورین کو کہلا بھیجا کہ میں تم کو صرف ایک رات کی مہلت دیتا ہوں اس عرصہ میں تم قلعہ سے نکل جاؤ یا اس کے دروازے کھول دو ورنہ کل ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔ عیسائی رات بھر مقابلے کی تیاری کرتے رہے اور صبح کو نورالدین کے حملوں کا مستعدی سے جواب دینے لگے لیکن مسلمانوں نے قلعہ پر تین اطراف سے ایسے تند و تیز حملے کیے کہ دوپہر تک عیسائیوں کی ہمت جواب دے گئی اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ نورالدین اپنے لشکر کے ساتھ مظفر و منصور قلعہ کے اندر داخل ہوا اور خود اپنے ہاتھ سے قلعہ کے سب سے بلند برج پر اپنا جھنڈا نصب کر دیا۔ اسی اثنا میں سلطان کو خبر ملی کہ شامی عیسائیوں کا ایک مضبوط لشکر افامیہ کے عیسائیوں کی مدد کے لیے آ رہا ہے۔ سلطان نے کچھ ایسے انتظامات کیے کہ جب شامی عیسائی چھ سات دن کے بعد افامیہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے گھیرے میں پایا۔ تین دن تک وہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گھیرے کو توڑ کر بچ نکلنے کی کوشش کرتے رہے لیکن شیرکوہ نے ان کی ہر کوشش ناکام بنا دی۔ ناچار انہوں نے سلطان کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ اس نے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے تاوان کی ایک کثیر رقم لے کر ان سے دو سال کے لیے صلح کر لی۔ سلطان کی رحم دلی نے افامیہ کے عیسائی اسیروں کو بھی زیادہ عرصہ اپنے پاس رکھنا گوارا نہ کیا اور اس نے چند دن کے بعد ان سب کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے حلب کو مراجعت کی۔

نورالدین محمود اور جوسلین ثانی

افامیہ کی فتح کے بعد سلطان نورالدین محمود جوسلین ثانی کی طرف متوجہ ہوا۔ جوسلین ایڈیسہ کے معرکے میں نورالدین سے شکست کھا کر بھاگ گیا تھا اور حلب کے شمال میں کچھ علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ جوسلین ایک جنگ پسند اور شریر النّفس متعصّب عیسائی تھا۔ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا اور آئے دن اسلامی علاقوں پر چھاپے مارتا رہتا تھا۔ علاّمہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ ''جوسلین فرانسیسی صلیبیوں میں سب سے بڑا شیطان تھا اور مسلمانوں کا شدید ترین دشمن تھا۔ فرانسیسی جب کبھی کسی مہم پر جاتے کا ارادہ کرتے تو جوسلین ہی کو اپنا قائد بناتے کیونکہ ان کو اس کی بہادری، ہوشیاری اور اسلام دشمنی پر پورا پورا یقین تھا۔''

نورالدین چند دن اپنی فوج مرتب کرنے میں مصروف رہا اور پھر یلغار کرتا ہوا جوسلین کے علاقے میں جا گھسا۔ جوسلین نے انطاکیہ اور شام کے عیسائیوں کو بھی اپنی مدد کے لیے بلا لیا اور صلیبیوں کے متحدہ لشکر نے نورالدین کی زبردست مزاحمت شروع کر دی۔ دو ماہ تک عیسائیوں اور مسلمانوں میں خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اس اثنا میں اطراف و جوانب سے صلیبیوں کی تازہ دم فوجیں جوسلین کی مدد کے لیے برابر پہنچتی رہیں لیکن نورالدین کو کسی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچی اور اس کی فوج میں بے دلی پھیل گئی۔ جوسلین مسلمانوں کی کمزوری کو بھانپ گیا اور اس نے ان پر چاروں طرف سے زبردست حملہ کر دیا۔ نورالدین کی فوج جس کی تعداد عیسائیوں کے مقابلے میں بہت کم تھی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابِ مقاومت نہ لا سکی اور اس میں ہزیمت کے آثار پیدا ہو گئے۔ نورالدین نے ہر چند اس کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم نہ جم سکے۔ ناچار سلطان چند جانباز ساتھیوں کے ہمراہ ایک ٹیلہ پر چڑھ گیا اور جب عیسائی بھاگتے ہوئے مسلمانوں کا تعاقب کر کے واپس آ رہے تھے' اس نے ان پر ایک طوفانی حملہ کر دیا لیکن عیسائیوں کے دل بڑھے ہوئے تھے' وہ ہر طرف سے دوڑ کر سلطان کے مقابلے پر آ گئے اور اس پر اس قدر دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے مٹھی بھر ساتھیوں سمیت پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس طرح سلطان کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ عیسائیوں کے مقابلے میں ہزیمت اٹھانی پڑی اور وہ زخمی شیر کی طرح پیچ و تاب کھاتا حلب کو واپس گیا۔ اس لڑائی میں نورالدین کا سلاح دار عیسائیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا تھا۔ جوسلین نے اس کی زرہ اتروالی اور فتح کے نشے میں بدمست ہو کر اس کو اس زرہ کے ساتھ ہی سلطان مسعود والیِ قونیہ کے پاس یہ کہلا کر بھیج دیا کہ یہ تمہارے حریف کا سلاح دار اور یہ اس کی زرہ ہے' عنقریب میں اتابک (نورالدین) کو بھی پکڑ کر تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

نورالدین نے حلب واپس آ کر دوبارہ جنگ کے لیے زور شور سے تیاری کی اور چند دن بعد جب جوسلین اپنے کھوئے ہوئے دارالحکومت ایڈیسہ پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لیے جا رہا تھا۔ وہ ایک جرّار فوج کے ساتھ اس کے مقابلے پر آ گیا۔ سلطان نے خلافِ معمول قلبِ لشکر کو اسدالدین شیرکوہ کے سپرد کیا اور خود میمنہ کی قیادت سنبھالی۔ یہ اس کی ایک جنگی چال تھی۔ جس کو عیسائی نہ سمجھ سکے اور اپنا سارا زور مسلمانوں کے قلب پر ڈال دیا۔ شیرکوہ نے سلطان کی ہدایت کے مطابق آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ ادھر سلطان اپنے میمنہ کے ہمراہ دو کوس کا چکر کاٹ کر عیسائیوں پر پیچھے سے آ پڑا۔ عیسائیوں نے اس کے مقابلہ کے لیے جونہی پیچھے کا رخ کیا' اسدالدین شیرکوہ نے ان پر ایک بلاخیز حملہ کر دیا۔ عیسائی فوج پر دونوں طرف سے ضربیں لگیں تو اس کی ترتیب ٹوٹ گئی اور جوسلین کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود عیسائی جنگجو میدانِ جنگ میں کسی جگہ قدم نہ جما سکے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے آناً فاناً ان کو مغلوب کر لیا اور جوسلین بڑی بے بسی کے عالم میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے ہاتھ اسیر ہوگیا۔ نورالدین اگرچہ جوسلین کی شرانگیزیوں اور بدتمیزیوں کی بنا پر اس سے سخت آزردہ تھا لیکن اس کی جوانمردی نے گوارا نہ کیا کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنگی قیدی کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے' تاہم مسلمانوں کے مفاد کی خاطر وہ اس دشمنِ اِسلام کو کُھلا بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا' چنانچہ اس نے حکم دیا کہ اس کو حلب میں قید کردیا جائے اور قید خانے کی کڑی نگرانی کی جائے۔ اس واقعہ کے بعد جوسلین نَو برس تک حلب کے قید خانے میں زندہ رہا۔ اس دوران میں وہ اپنی بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھا اور ۱۱۵۸ء میں نہایت کسمپرسی کے عَالم میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا۔ اس شیطان سیرت انسان نے اپنے زمانۂ اقتدار میں مسلمانوں پر جو بے پناہ مظالم ڈھائے تھے' قدرت نے ان کی عبرتناک سزا اس کو اسی دنیائے آب وگِل میں ہی دے دی۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارُ۔

فتوحات کا سیلاب

جوسلین کی گرفتاری کے بعد سلطان نورالدین نے ریاست ایڈیسہ کے باقی علاقوں کی طرف (جن پر جوسلین پراور دوسرے عیسائی سرداروں نے قبضہ کر رکھا تھا) فاتحانہ پیش قدمی شروع کردی۔ عیسائیوں کی مدد کے لیے اگرچہ کروسیڈروں کی کئی جماعتیں پہنچ گئیں اور حکومتِ انطاکیہ نے بھی ان کو بھرپور مدد دی لیکن نورالدین کی فتوحات کا سیلاب ساری رکاوٹوں کو بہا کر لے گیا۔ عیسائیوں کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں اور بہت تھوڑے عرصہ کے اندر سلطان نے ان سے قورس' تل خالد' کفرسوب' راوندان' مرعش' داوندار' برج الرّصاص' عین تاب' نہرالجوز' حصن البارہ وغیرہ کے قلعے چھین لیے اور پھر ان کے سب سے مضبوط گڑھ ''جلدک'' کی طرف بڑھا۔ جلدک کے قلعہ میں ہزاروں عیسائی جنگجو جمع تھے اور ان کی مدد کے لیے شام کے مختلف علاقوں سے بھی عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد آ پہنچی تھی۔ قلعہ کی فصیلیں نہایت مضبوط تھیں اور عیسائیوں نے اس کی حفاظت کے لیے بڑی تیاری کر رکھی تھی۔ نورالدین نے قلعہ کا محاصرہ کیا تو جلدک کے عیسائیوں نے اس کی فوج پر پتھروں اور تیروں کی بارش کردی۔ مسلمان مجبور ہو کر قلعہ کی فصیلوں سے دور ہٹ گئے۔ اب سلطان نے قلعہ کے چاروں جانب منجنیقیں نصب کرا دیں اور ان سے ایسی شدید

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنگباری کی کہ قلعہ کی فصیلوں میں شگاف پڑ گئے اور مسلمان تکبیریں بلند کرتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ عیسائی بغلی راستوں سے بھاگ نکلے اور قریب کے ایک دوسرے قلعہ دلوکا میں جا کر پناہ لی۔ سلطان جلدک پر اپنا قبضہ مستحکم کر کے دلوکا کی طرف بڑھا اور چند دن کے محاصرہ کے بعد اس پر بھی اپنا پرچم فتح وظفر نصب کر دیا۔ سلطان کی مسلسل فتوحات نے عیسائیوں کی ہمتیں پست کر دیں اور وہ اس کے نام سے تھرتھرانے لگے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ نورالدین انسان کے بھیس میں فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کو عیسائیوں کے چنگل سے چھڑانے کے لیے بھیجا ہے۔

فتح تِلّ باشر

دلوکا کی فتح کے بعد نورالدین عیسائیوں کے مضبوط ترین قلعہ تِلّ باشر کی طرف متوجہ ہوا۔ تِلّ باشر کے عیسائی مدتوں سے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے اور اب وقت آ گیا تھا کہ ہمیشہ کے لیے ان کا سر کچل دیا جائے۔ ان لوگوں کو جونہی سلطان کے ارادوں کا علم ہوا۔ انہوں نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی اور کافی بحث و تکرار کے بعد فیصلہ کیا کہ سلطان کی اطاعت قبول کر لی جائے کیونکہ اس کی زبردست قوت سے ٹکر لینا ان کے بس کی بات نہیں' چنانچہ انہوں نے اپنے سرکردہ آدمیوں پر مشتمل ایک سفارت مرتّب کی اور اس کو سلطان کی خدمت میں شرائطِ صلح طے کرنے کے لیے بھیجا' چونکہ ان لوگوں نے بغیر لڑے بھڑے سلطان کی اطاعت کا اقرار کر لیا اس لیے رحم دل سلطان نے ان کے ساتھ نہایت فراخ دلی کا برتاؤ کیا اور برائے نام جِزیہ کے عوض نہ صرف ان کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی بلکہ ان کو عام شہریوں جیسے حقوقِ شہریت مرحمت فرمائے۔ یہ صلح نامہ ۲۵ ربیع الاول ۵۴۶ھ/ ۱۱۵۱ء کو مرتّب ہوا اور عیسائی سفارت بڑی مطمئن ہو کر اپنے وطن کو واپس گئی۔

مغربی مؤرخین اعتراف کرتے ہیں کہ سلطان نورالدین کا سلوک' اطاعت قبول کر لینے والے عیسائیوں کے ساتھ بہت فراخدلانہ ہوتا تھا۔ ان میں اور مسلمانوں میں صرف اتنا فرق ہوتا تھا کہ مسلمانوں سے فوجی خدمت لی جاتی تھی اور وہ خراج سے مستثنیٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ دوسری قوموں (بالخصوص عیسائیوں) سے معمولی جزیہ لیا جاتا تھا اور ان کو فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا۔ یہ عیسائیوں کی کوتاہ اندیشی تھی کہ وہ اس کے خلاف موقع پا کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے' ورنہ سلطان کے خلاف ان کے بغض و عناد کی بظاہر کوئی معقول وجہ نہ تھی۔

دمشق پر دوسرا حملہ

امیر مجیرالدین والیِ دمشق نے ۵۴۵ھ/۱۱۵۰ء میں سلطان نورالدین سے بعض شرائط پر صلح کر لی تھی لیکن وہ بہت جلد اپنے عہدو پیمان سے منحرف ہوگیا اور ۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء میں عیسائی اُمرا سے سازباز کر لی۔ ایک دو موقعوں پر جب نورالدین نے اس کو اپنی فوج جہاد پر بھیجنے کے لیے لکھا تو وہ اس کے احکام کو حیلہ وحوالہ سے ٹال گیا۔ سلطان کے دل میں اسی وقت اس کی طرف سے کھٹک پیدا ہوگئی لیکن اس نے صبر سے کام لیا۔ چند دن بعد جب اس کے وقائع نگاروں نے اس خبر کی تصدیق کر دی کہ مجیرالدین نے درپردہ عیسائیوں کے ساتھ باہمی امداد و تعاون کا معاہدہ کرلیا ہے تو اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا اور وہ محرّم ۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء کے عشرۂ اول میں ایک زبردست فوج کے ساتھ حلب سے دمشق کی طرف چل پڑا اور بڑی تیزی سے منزلیں مارتا ہوا مضافات دمشق میں ارضِ عذرا کے مقام پر آ کر خیمہ زن ہوگیا۔ ایک رات وہاں قیام کرنے کے بعد دوسرے دن اس نے اپنی فوج کو دمشق کی طرف حرکت دی۔ مجیرالدین بڑے سازوسامان کے ساتھ اس کے مقابلہ پر نکلا۔ عین معرکۂ کارزار میں سلطان کی فوج کا ایک دستہ جو دمشق کے مغرب میں ایک پہاڑی دَرّے میں گھات لگا کر بیٹھا تھا' دمشقی لشکر پر عقب سے آ پڑا اور اس کے ساتھ اسدالدین شیرکوہ نے دوسَو قدم کا چکر کاٹ کر دمشقیوں پر ایک طوفانی حملہ کر دیا۔ دمشقی لشکر ان دو طرفہ حملوں میں سے حواس باختہ ہوگیا اور میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان کی فوج نے تھوڑی دور تک اس کا تعاقب کیا پھر اس کے حکم سے اپنے ہاتھ روک لیے۔ دوسرے دن سلطان کے حکم کے مطابق شیرکوہ میمنہ اور میسرہ کو ساتھ لے کر عیون فاسریا میں (جو عذرا اور دومہ کے درمیان واقع تھا) جا کر مقیم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گیا اور سلطان خود قلبِ لشکر اور مقدمہ کے ساتھ جحیرا کے مقام پر جا ٹھہرا' وہاں سے اس نے مجیر الدین کو پیغام بھیجا کہ "میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں اور ہزار ہا مسلمانوں کی جانوں کا امین ہوں۔ میں مسلمانوں کی کسی حکومت کا (بشمول حکومتِ دمشق) دشمن نہیں ہوں۔ میرا مقصدِ حیات محض اعدائے اسلام سے جہاد کرنا ہے اور ان کے ظلم و ستم سے مسلمانوں کو نجات دلانا ہے۔ میں نے دمشق پر اس لیے چڑھائی کی ہے کہ تم نے دشمنانِ اسلام سے ساز باز کر لی ہے' اگر اب بھی تم جہاد فی سبیل اللہ میں میرے ساتھ شریک اور معاون ہونے کا عہد کرو تو میرے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ بصورتِ دیگر میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو دشمنانِ دین کے ساتھ کرتا ہوں اور وہی تلوار میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی جو اعدائے اسلام کا قلع قمع کرنے کے لیے وقف ہو چکی ہے۔"

مجیر الدین نے سلطان کے اس پیغام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور بدستور جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہا۔ نور الدین نے اب دمشق کا گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا' یہاں تک کہ اس کی فوج کے خیمے مسجدِ قدم سے مسجد حدید تک پھیل گئے۔ اسی اثنا میں اس کو خبر ملی کہ عیسائیوں کا ایک زبردست لشکر حرّان سے مجیر الدین کی مدد کے لیے دمشق کی طرف آ رہا ہے۔ سلطان نے اس کے بارے میں اپنے امرا سے مشورہ کیا تو سب نے یہی رائے دی کہ پہلے عیسائیوں سے نبٹنا ضروری ہے چنانچہ سلطان نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے وہاں سے کوچ کر دیا۔ ایک حصہ جو بیس ہزار سواروں پر مشتمل تھا' شیرکوہ کی سرکردگی میں اعوج کی طرف بڑھا اور دوسرا حصہ سلطان کی قیادت میں داریا سے ہوتا ہوا قدایا کے مقام پر جا کر مقیم ہو گیا۔ عیسائی افواج نے اس کی نقل و حرکت کی خبر سنی تو وہ دمشق کا راستہ چھوڑ کر "راس الماء" کی طرف چلی گئیں۔ ادھر مجیر الدین بھی اپنی فوجوں کے ساتھ دمشق سے نکل کر عیسائیوں کے ساتھ اس مقام پر آ ملا اور ان کی متحدہ فوج نے سلطان کی توجہ دمشق سے ہٹانے کے لیے حصنِ بُصریٰ پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے بُصریٰ کے دفاع کے لیے کافی انتظامات کر رکھے تھے' اس لیے وہ عیسائیوں کی چال میں نہ آیا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدایا میں جم کر بیٹھا رہا۔ بصریٰ کے حاکم نے حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو سخت نقصان پہنچا کر پسپا کر دیا۔ سلطان اب قدایا سے دلہمیہ ہوتا ہوا جسر خشب میں پہنچا اور دمشق پر زبردست دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ کئی دن تک دمشقی فوج سے جھڑپیں ہوتی رہیں۔ سلطان نہیں چاہتا تھا کہ دمشق کے مسلمان اس کے ہاتھ سے برباد ہو جائیں۔ اس لیے وہ ہر شام دمشقی لشکر کو کہلا بھیجتا تھا کہ میں اپنی طاقت کو مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کرنا چاہتا' اگر تم معاہدہ کی پابندی کا اقرار کرو تو میں تم سے تعرّض نہیں کروں گا۔ دمشقی فوج چند جھڑپوں کے بعد حوصلہ ہار بیٹھی اور مجیر الدین سلطان سے پھر صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا۔ سلطان نے مسلمانوں کو کشت وخون سے بچانے کے لیے اس کی درخواست اس شرط پر قبول کر لی کہ عیسائیوں سے جہاد کے وقت والیِ دمشق کو فوج اور سامانِ حرب سے اس کی مدد کرنی ہوگی۔ ۱۰ ربیع الآخر ۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء کو معاہدۂ صلح پر دستخط ہوئے اور دوسرے دن سلطان دمشق سے حلب کی طرف روانہ ہو گیا۔

امن کے آٹھ مہینے

دمشق سے واپسی کے بعد سلطان کے آٹھ مہینے نہایت امن و امان سے گزرے۔ اس دوران میں وہ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی تدبیروں میں مصروف رہا۔ جمادی الاولیٰ ۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء میں عباسی خلیفۂ بغداد مقتفی لِأمرِ اللہ نے سلطان کے کارناموں پر اظہار خوشنودی کیا اور شیخ شرف الدین ابنِ ابی عصرون کے ہاتھ اس کو بیش بہا خلعت اور کئی دوسرے تحائف بھیجے۔ ان میں منجملہ دوسری اشیاء کے ایک مرصّع عربی تلوار اور سیاہ و زرد رنگ کے کئی گھوڑے بھی شامل تھے۔

رجب ۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء میں امیر مجیر الدین ایک والیِ دمشق اپنے کئی سربرآوردہ امرا کے ہمراہ سلطان کی ملاقات کے لیے حلب آیا۔ سلطان نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا اور بڑی دھوم سے اس کی دعوتیں کیں۔ رخصت کے وقت سلطان نے اس کو خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا اور اپنی طرف سے دمشق کا گورنر مقرر کر دیا۔

اسی سال صلاح الدین یوسف اپنے باپ نجم الدین ایوب سے رخصت ہو کر اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چچا اسدالدین شیرکوہ کے پاس حلب آ گیا۔ شیرکوہ نے ہونہار بھتیجے کو ایک مناسب موقع پر سلطان نورالدین کی خدمت میں پیش کیا۔ صلاح الدین کی پیشانی پر بڑائی کے آثار نمایاں تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی   می تافت ستارۂ بلندی

سلطان کی نگاہِ مردم شناس نے اس کی غیر معمولی لیاقت اور فہم و فراست کا اندازہ کر لیا اور اس کو نہ صرف اپنے خاص مصاحبین میں شامل کر لیا بلکہ مختلف شہروں میں کئی جاگیریں بھی عطا کیں۔

فتح انطرطوس

۵۴۶ھ/۱۱۵۱ء کے آخر میں سلطان کو اطلاع ملی کہ انطرطوس[1] کے عیسائیوں کے تیور بدلے ہوئے ہیں اور وہ اس کے مقبوضات پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ سلطان نے فی الفور ان کی سرکوبی کے لیے تیاری شروع کر دی اور یکم مُحرّم الحرام ۵۴۷ھ کو عیسائیوں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ اس اعلان سے مسلمانوں میں زبردست جوش پیدا ہوا اور مختلف علاقوں سے مجاہدین کے مسلّح جتھے جن میں نوعمر لڑکے تک شامل تھے جوق در جوق سلطان کے لشکر میں آ کر شامل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ چند دن کے اندر اندر حلب میں ان کے ٹھہرنے کے لیے جگہ نہ رہی۔ سلطان نے کچھ فوج حلب اور اس کے نواحی علاقوں کی حفاظت کے لیے چھوڑی اور باقی فوج اور مجاہدین کو ساتھ لے کر ۱۰ محرم ۵۴۷ھ کو تیزی سے انطرطوس کی طرف کوچ کر دیا۔ اس قلعہ میں جنگجو عیسائیوں کی کثیر تعداد موجود تھی اور انہوں نے بھاری مقدار میں سامانِ رسد اور آلاتِ حرب و ضرب وہاں جمع کر رکھے تھے۔ سلطان انطرطوس کے سامنے پہنچا تو انہوں نے بڑی بے جگری سے اس کا مقابلہ کیا لیکن سلطان کے پُرجوش لشکر نے ان کے بیشتر حصے کو برباد کر ڈالا اور بقیۃ السّیف کو حاکم انطرطوس سمیت گرفتار کر لیا۔ ان میں سے جن لوگوں نے امان طلب کی،

---

[1] اس شہر کو لاطینی میں تارتوسا (Tortusa) کہتے ہیں۔ عرب مؤرّخین نے اس کو طرطوس، انطرسوس اور انطرطوس تینوں طریقوں سے لکھا ہے۔ اس کا موجودہ نام طرطوس ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان نے بلا تامل ان کو آزاد کر دیا اور کسی کو مطلق کوئی ایذا نہ پہنچائی۔ اس کے بعد حاکم انطرطوس کے ماتحت کئی اور چھوٹے چھوٹے قلعوں نے برضاؤ رغبت سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ فراخدل سلطان نے معمولی جزیہ عاید کرنے کے سوا ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور اپنے دارالحکومت کو واپس چلا گیا۔

فتحِ دمشق

۵۴۹ھ مطابق ۱۱۵۴ء میں مجیرالدین ایک والیِ دمشق نے پھر بدعہدی پر کمر باندھی اور عیسائیوں سے سازباز شروع کر دی۔ بعض مؤرخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس نے یروشلم کی صلیبی ریاست کو خراج دینا منظور کر لیا تھا۔ یہ بات صحیح ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ثابت ہے کہ دمشق کا انتظامِ حکومت بیحد ابتر ہو چکا تھا اور عیسائیوں اور والیِ دمشق کے مابین کسی نہ کسی نوع کے تعلّقات ضرور تھے۔ ظاہرداری کے ان دوستانہ تعلقات کے پردے میں عیسائی دمشق پر اپنے دانت تیز کر رہے تھے۔ اس سے ایک سال پہلے ۵۴۸ھ/۱۱۵۳ء میں بالڈون ثالث شاہِ یروشلم نے اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کی کوششوں کا آغاز کر دیا تھا۔ اس کو نورالدین کے مقبوضات پر دست اندازی کی جرأت تو نہ ہوئی البتہ مصر کی فاطمی حکومت کی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے عسقلان کے اہم ساحلی شہر کو فتح کر لیا[1]۔ اب اس کی نظر ایک طرف تو دمشق پر تھی اور دوسری طرف خاص مصر پر۔ سلطان نورالدین

۱۔ عسقلان پر عیسائی پہلے بھی کئی حملے کر چکے تھے لیکن وہ ابھی تک خلافتِ مصر کے ماتحت تھا۔ ۵۴۴ھ میں ظافر بامراللہ مصر کا خلیفہ مقرر ہوا۔ وہ ایک عیاش نوجوان تھا اور اُمورِ سلطنت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا۔ اس کے برعکس بالڈون ثالث شاہ یروشلم ایک ہونہار نوجوان تھا اور ہر وقت عیسائیوں کی ترقی اور فلاح کی تدبیروں میں مشغول رہتا تھا۔ بالڈون نے زبردست جنگی تیاریوں کے بعد ذیقعد ۵۴۷ھ/جنوری ۱۱۵۳ء میں عسقلان کا محاصرہ کر لیا۔ اس کی مدد کے لیے یورپ سے کروسیڈروں کی کئی جماعتیں بھی پہنچ گئیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھ رہا تھا۔ وہ یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ عیسائی مصر اور دمشق پر قبضہ کر کے وہاں کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیں اور پھر اس کو گھیرے میں لے لیں لیکن والیِ دمشق کے منافقانہ کردار نے اس کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ دمشق کے اس سنگِ گراں کی وجہ سے نہ تو وہ مصر کی طرف بڑھ سکتا تھا اور نہ یروشلم کی توسیع پسند صلیبی ریاست پر کاری ضرب لگا سکتا تھا۔ جب تک مجیر الدین ظاہری طور پر اس کی دوستی اور حمایت کا دم بھرتا رہا' نور الدین بھی اس کے ساتھ حق وفا نبھاتا رہا لیکن ۵۴۹ھ/۱۱۵۴ء میں جب وہ کھل کر اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوا تو نور الدین کے لیے سوا لے اس کے کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ جسدِ اسلام کے اس رِستے ہوئے ناسور کو ہمیشہ کے لیے کاٹ کر پھینک دے۔

مؤرخ ابنِ ابی طے کا بیان ہے کہ ۵۴۹ھ/۱۱۵۳ء میں سلطان نور الدین نے ایک خاص کام کے لیے اسد الدین شیر کوہ کو ایک ہزار سواروں کے ہمراہ سفارتاً دمشق روانہ کیا۔ والیِ دمشق کے دل میں چور تھا' اس نے نہ تو شیر کوہ سے ملاقات کی اور نہ اس کے دستۂ فوج کے لیے رسد کا انتظام کیا۔ جب شیر کوہ نے اس سے ملاقات کی درخواست کی تو اس نے نہایت درشت لہجے میں کہلا بھیجا کہ میرے نوکدار نیزے اور خارا شگاف تلواریں ہی تم سے ملاقات کریں گی۔ شیر کوہ اس جواب پر سخت غضبناک ہوا لیکن نور الدین کی طرف سے اس کو لڑائی کی اجازت نہیں تھی اس لیے صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے دمشق کے قریب مرج قصب میں خیمہ زن ہو گیا اور وہاں سے سلطان نور الدین کو مجیر الدین کی بدسلوکی کا حال لکھ بھیجا۔ نور الدین شیر کوہ کا پیغام ملتے ہی آزمودہ کار جنگجوؤں کی ایک فوج کے ہمراہ حلب سے چل پڑا اور بڑی سرعت سے منزلیں طے کرتا ہوا دمشق کے مشرقی دروازے کے سامنے پہنچ گیا۔ دوسرے دن ایک طرف سے سلطان نے اور دوسری طرف سے شیر کوہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

شہر کے مسلمان ۶ ماہ تک ڈٹ کر صلیبی یلغار کا مقابلہ کرتے رہے لیکن افسوس کہ ان کو کسی طرف سے کوئی مدد نہ پہنچ سکی۔ اس پر غضب یہ ہوا کہ ان کے اندر پھوٹ پڑ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے ایک زبردست حملہ کر کے اہلِ عسقلان کو شکست دے دی اور ہزیمت خوردہ مسلمانوں نے بعض شرائط طے کر کے ۱۲ اگست ۱۱۵۳ء کو شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے دمشق پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ ۱۰ صفر ۵۴۹ھ تک مجیر الدین اور سلطان کی فوجوں کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۱۱ صفر کو شیرکوہ زبردست یلغار کرتا ہوا شہر پناہ کے نیچے پہنچ گیا۔ دمشقی لشکر نے پیچھے ہٹ کر شہر کے دروازے بند کر دیے اور فصیلوں پر سے آگ برسانی شروع کر دی۔ ایک دن اور رات یہی کیفیت رہی۔ ۱۲ صفر کو سلطان اور شیرکوہ نے مل کر ایک فیصلہ کُن حملہ کیا اور فصیل کو ایک جگہ سے توڑ کر شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ دمشقی فوج پہلے ہی بددل ہو رہی تھی۔ اس نے فوراً ہتھیار رکھ دیے۔ سلطان نے اہلِ دمشق کو عام معافی دے دی اور دمشق کو مکمل طور پر اپنے تسلّط میں لے لیا[1]۔

رئیس ابویعلٰی لکھتا ہے کہ سلطان نے شہر میں داخل ہوتے ہی حکم دیا کہ:

۱- کسی کی جان و مال کو نقصان نہ پہنچایا جائے!

۲- کوئی شخص کسی کے گھر میں ڈاخل نہ ہو!

۳- زخمیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے!

۴- کسی بھاگتے ہوئے کا تعاقب نہ کیا جائے!

مجیر الدین نے شہر پر سلطان کا عَلَم لہراتا دیکھا تو وہ اپنے چند امرا کو ساتھ لے کر قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا لیکن جب وہاں بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ پایا تو دوسرے دن سلطان

---

[1] بعض مُورّخین کا بیان ہے کہ دمشق کے دربار میں نجم الدین ایّوب (سلطان صلاح الدین ایوبی کا والد) بڑی مقتدر حیثیت کا مالک تھا۔ وہ زنگی خاندان کا دل سے خیرخواہ تھا۔ مجیر الدین کے رُسوا کن کردار کو دیکھ کر اسی نے نورالدین کو دمشق پر قبضہ کرنے کی تحریک کی۔ کچھ دوسری روایتوں میں ہے کہ نورالدین نے حکمتِ عملی سے کام لے کر مجیر الدین کے بہت سے امرا کو توڑ لیا البتہ ایک مقتدر امیر عطاء بن حفاظ سلمی ثابت قدمی سے مجیر الدین کا ساتھ دیتا رہا لیکن نورالدین نے مجیر الدین کو اس کی طرف سے بھی بدظن کر دیا اور اس نے عطا کو گرفتار کر کے قتل کرا ڈالا۔ قتل سے پہلے اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے: "اِنَّ الْحِيلَةَ قدتمت عليك فلا تقتلنی فانه سيظهر لك ما اقول" (یعنی بلاشبہ تجھ پر حیلہ ختم ہو گیا تو مجھ کو قتل نہ کر کیونکہ جو کچھ میں تجھ سے کہتا ہوں عنقریب ظاہر ہو جائے گا۔) لیکن یہ روایتیں مستند نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں حاضر ہو کر عفوِ تقصیر کا خواستگار رہوا۔ سلطان ایک انتہائی بلند حوصلہ اور فراخ دل انسان تھا۔ اس کی نظروں میں تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا نقشہ پھر گیا۔ اس نے خاندان بوریئین کے اس آخری فرمانروا کی تمام خطائیں معاف کر دیں اور حمص کا شہر جاگیر میں دے کر اس کو ہمیشہ کے لیے دمشق سے رخصت کر دیا۔ اس طرح ۵۲ سال پہلے نامور طغتگین نے دمشق میں جس خود مختار حکومت کی بنیاد رکھی تھی' نورالدین زنگیؒ اس کا وارث بن گیا۔

مجیرالدین کے دمشق سے رخصت ہونے کے بعد پنجشنبہ کے دن نورالدین محمود نے ایک دربارِ عام منعقد کیا جس میں شہر کے تمام اہلِ علم' ذی ثروت اور تجارت پیشہ لوگ موجود تھے۔ سلطان نے ان تمام لوگوں کو جن کا مال و اسباب لڑائی میں برباد ہو گیا تھا' معقول معاوضہ دیا اور علما' رؤسا و امرا کو علیٰ قدرِ مراتب خلعتوں اور انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مختلف قسم کے محاصل میں زبردست رعایتوں کا اعلان کیا[1] اور عام لوگوں کی آگاہی کے لیے اپنے دستخط و مہر سے ایک گشتی فرمان جاری کیا جس کو شہر کے تمام اہم مقامات پر آویزاں کیا گیا اور جمعہ کے خطبہ میں بھی لوگوں کو پڑھ کر سنایا گیا۔ اہلِ دمشق نے اس پر کمال مُسَرَّت کا اظہار کیا اور سلطان کو اپنے حق میں رحمتِ الٰہی متصور کر کے اس کے لیے فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں۔

دمشق پر سلطان نورالدین کا قبضہ اُس دَور کا اہم ترین واقعہ تھا اس سے سلطنتِ نوریہ موصل سے حرّان تک پھیل گئی اور یروشلم تک بڑھنے کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ اس فتحِ مبین پر عباسی خلیفہٗ بغداد کو اس قدر مُسَرَّت ہوئی کہ اس نے سلطان کو ''اَلْمَلِكُ الْعَادِلُ'' کا خطاب دیا اور مبارکباد بھیجی۔

فتح بعلبک

دمشق کی فتح کے بعد نورالدین نے بعلبک کے مشہور قلعہ کی طرف توجہ کی اور

---

[1] مثلاً مالِ تجارت کا درآمدی و برآمدی محصول' ترکاریوں پر محصول اور نہروں سے آب پاشی کا محصول وغیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَاخِتلافِ روایت ۵۵۰ھ/ ۱۱۵۵ء یا ۵۵۲ھ/ ۱۱۵۶ء میں اس پر قبضہ کر لیا۔ بعلبک پر قبضہ کے وقت وہاں کس کی حکومت تھی؟ اس کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ علّامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ بعلبک پر مجیر الدین والی دمشق کی طرف سے امیر ضحاک حکومت کر رہا تھا۔ سلطانؒ نے جب دمشق پر قبضہ کیا تو اصولاً حکومت دمشق کے تمام مقبوضات پر اس کی سیادت مُسلّم ہو گئی لیکن امیر ضحاک نے اس کو بعلبک پر قبضہ دینے سے انکار کر دیا۔ چونکہ یہ قلعہ ہر وقت عیسائی حملوں کی زد میں رہتا تھا اور ضحاک میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ عیسائیوں کا مقابلہ کرتا اس لیے سلطان نے بعلبک پر طاقت کے ذریعہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد امیر ضحاک کا کیا حشر ہوا؟ مُؤرّخین نے اس کی تصریح نہیں کی۔ ابنِ اثیر کے بیان کے برعکس مُؤرّخ ابنِ ابی طے حلبی لکھتا ہے کہ فتح دمشق سے پہلے نجم الدّین ایوب (صلاح الدّین ایوبی کا باپ) والیِ دمشق کی طرف سے بعلبک کا گورنر تھا۔ دمشق پر سلطان نور الدّین کا قبضہ ہوا تو نجم الدین ایّوب نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر بعلبک کی کنجیاں اس کے سامنے رکھ دیں۔ سلطان کو اس کے اظہارِ اطاعت پر بڑی خوشی ہوئی اور اس نے نجم الدین ایوب کو اپنے حلقۂ خواص میں داخل کر لیا۔ ایک تیسری روایت یہ ہے کہ مجیر الدین کے عہدِ حکومت میں نجم الدّین ایوب شہر دمشق کا امیر تھا۔ دمشق سلطان نور الدّین کے ہاتھوں میں چلا گیا تو نجم الدّین بعلبک کی طرف چلا گیا اور امیر ضحاک کو شکست دے کر خود وہاں کا حاکم بن گیا۔ اس کے بعد اپنے بھائی شیر کوہ کی وساطت سے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی بیعت کر لی۔ سلطان نے اس کو اپنے الطاف و اکرام سے نوازا اور اس کے لڑکوں شمس الدولہ توران شاہ اور صلاح الدین یوسف کو یکے بعد دیگرے دمشق کا کوتوال مقرر کیا۔

قلیج ارسلان ثانی سے کشمکش

۵۵۱ھ/ ۱۱۵۶ء میں مسعود اوّل فرمانروائے قونیہ (ارض روم) نے وفات پائی اور اس کے بعد عز الدین قلیج ارسلان ثانی نے قونیہ کے تختِ حکومت پر قدم رکھا۔ قلیج ارسلان نے سیوا اس کے دانشمندیہ خاندان کے حکمرانوں ذوالنون بن محمد ثانی اور یعقوب ارسلان بن غازی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ اس جنگ کے دوران میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ سلطان نورالدین قلیج ارسلان ثانی سے بدظن ہو گیا اور اس نے مؤخرالذکر کے کئی سرحدی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ قلیج ارسلان نے گھبرا کر دانشمندیہ حکمرانوں کے خلاف جنگ وجدال کا سلسلہ بند کر دیا اور حدود قونیہ پر پہنچ کر سلطان نورالدین کو پیغام بھیجا کہ میرے دل میں آپ کا بے حد احترام ہے اور میں آپ کی دوستی کو اپنے لیے باعثِ افتخار سمجھتا ہوں' ہم دونوں کا اتحاد مسلمانوں کو صلیبیوں کے پنجۂ ستم سے محفوظ رکھنے کا ضامن بن سکتا ہے۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ میرے قلعوں پر سے اپنا قبضہ اٹھا لیں۔ آپ کے اس اقدام سے میرے اور آپ کے درمیان کوئی وجہِ مناقشت نہ رہے گی۔ سلطان نورالدین طبعاً صلح پسند تھا اس نے قلیج ارسلان کے پیغام کا ویسی ہی گرم جوشی اور محبت سے جواب دیا اور معذرت کے بعد تمام مفتوحہ قلعے اس کو واپس کر دیے۔

قلعۂ حارم کی مہم

اسی سال سلطان نورالدین نے قلعہ حارم پر لشکر کشی کی۔ عیسائیوں کا یہ مضبوط قلعہ حلب کے مغرب میں انطاکیہ کے قریب واقع تھا۔ اہلِ حارم قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور سلطان نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بوہمنڈ والی انطاکیہ اہلِ حارم کی مدد کے لیے ایک جرار لشکر لے کر سلطان پر چڑھ دوڑا لیکن سلطانی فوج نے انطاکیہ کے لشکر کا منہ پھیر دیا اور بوہمنڈ کی تمام کوششیں حارم کا محاصرہ اٹھوانے میں ناکام ہو گئیں۔ محصورین جب مایوس ہو گئے تو انہوں نے بوہمنڈ کو کہلا بھیجا کہ نورالدین کے مقابلہ میں تمھارا کامیاب ہونا محال ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ نورالدین کو نصف مضافاتِ حارم بطور تاوانِ جنگ دے کر اس سے صلح کر لی جائے۔ بوہمنڈ کو اہلِ حارم کی یہ رائے معقول نظر آئی اور اس نے بلا تامل اسی شرط پر سلطان سے صلح کر لی۔ اس مہم سے سلطان کی کامیاب واپسی پر مسلمانوں نے بڑی خوشی منائی اور شعرا نے تہنیتی قصیدے لکھے۔

رئیس ابو یعلی حمزہ مصنف ''حیاتِ نورالدّین'' کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں سلطان نے قلعۂ حارم کا محاصرہ کر رکھا تھا' کئی چھوٹے چھوٹے عیسائی امرا نے جمع ہو کر حلب پر حملہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا منصوبہ بنایا۔ سلطان کے وقائع نگاروں نے اس کو عیسائیوں کی سازش سے مطلع کر دیا۔ اس نے فوج کا ایک حصہ عیسائیوں کی سرکوبی کے لیے فوراً مضافاتِ حلب کی طرف روانہ کر دیا۔ سلطانی فوج نے سازشی عیسائیوں کو چند دن کے اندر اندر کچل کر رکھ دیا اور ان کی ایک کثیر تعداد کو گرفتار کر لیا۔ مہم حارم سے فارغ ہو کر جب سلطان حلب کو واپس جا رہا تھا تو فتح مند فوج راستے میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سلطان نے ان کے کارنامے پر اظہارِ مسرّت کیا اور تمام لشکریوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے بعد وہ حلب میں چند دن قیام کر کے دمشق چلا گیا۔

شوّال ۵۵۱ھ/ ۱۱۵۶ء میں شاہِ فرانس نے سلطان نورالدّین کی خدمت میں صلح کی گفت و شنید کے لیے ایک سفارت بھیجی۔ بحث و تمحیص کے بعد قرار پایا کہ دونوں حکمران ایک برس تک جنگ سے محترز رہیں گے۔ شاہِ فرانس نے اس معاہدۂ صلح کی پابندی نہ کی اور دو تین مہینہ کے بعد ایک حلبی قافلہ کو لوٹ لیا' تاہم سلطان نے اس واقعہ کو چنداں اہمیت نہ دی اور شاہِ فرانس سے نبٹنے کے لیے کسی مناسب موقع کا منتظر رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سالِ حوادث

۵۵۲ھ/ ۵۷۔۱۱۵۶ء کا سال شام کے باشندوں کے لیے ہولناک مصائب و آلام کا پیغام لایا۔ قیامت خیز زلزلوں نے دُور دُور تک ایسی تباہی و بربادی پھیلائی کہ ملحدوں اور بے دینوں کو بھی خدا یاد آ گیا۔ کفرتاب' معرۃ النعمان اور افامیہ کے شہر پیوندِ زمین ہو گئے۔ حلب اور حماۃ کے اکثر دیہات کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ صرف شہر حماۃ میں مرنے والوں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ حماۃ کے دارالعلوم کے ایک استاد نے جو حُسنِ اتفاق سے اس آفتِ ناگہانی سے بچ گئے تھے' بعد میں بیان کیا کہ میں طلبہ کو پڑھاتے پڑھاتے کسی ضرورت سے اٹھ کر مدرسہ سے باہر گیا۔ آناً فاناً زمین کو ایک زبردست جھٹکا لگا اور مدرسہ کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بج گئی' تمام لڑکے اس کے ملبہ کے نیچے دب گئے لیکن ادھر شہر میں مرنے والوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی متنفّس اپنے جگر پارے کا حال دریافت کرنے نہ آیا کیونکہ سب لوگ عَالَمِ بقا کو سدھار چکے تھے۔

شیزر میں ہزاروں لوگ عَالَمِ خواب میں گھروں کے اندر دب کر مر گئے۔ ان میں حاکم شیزر تاج الدولہ بن ابی العسا کر بن منقذ بھی تھا۔

۴ رجب ۵۵۲ھ کو خاص شہر دمشق کو زلزلہ نے ہلا کر رکھ دیا اور کئی قدیم یادگاریں اور مضبوط عمارتیں زمیں بوس ہو گئیں۔ اہلِ دمشق دہشت زدہ ہو کر اپنے گھروں سے باہر نکل آئے اور کھلے میدانوں' باغوں اور افتادہ زمینوں میں خیمے لگا لیے۔ شاید ہی کوئی شہر یا قلعہ ایسا بچا ہو جس کی شہر پناہ یا فصیل برباد نہ ہو گئی ہو۔

سلطان نورالدین محمود نے آلام و مصائب کے اس دَور میں ہر قسم کا آرام اپنے اوپر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام کر لیا تھا۔ اس نے اپنی تمام فوج اور دوسرے حُکّام و ملازمین کو مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کے لیے ہر طرف پھیلا دیا تھا اور خود شہر شہر' قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں میں پھر کر حاجت مندوں کو مالی مدد دے رہا تھا۔ وہ فوج کی مدد سے نہ صرف قلعوں اور شہروں کی منہدم فصلیں دوبارہ بنوا رہا تھا بلکہ لوگوں کے گرے ہوئے مکانات بھی سرکاری خرچ پر ازسرِنو تعمیر کرا رہا تھا۔ اس زمانے میں اس کو بس ایک ہی دُھن تھی کہ مصیبت زدہ لوگوں کی ہر طریقہ سے دلجوئی کی جائے اور ویران شہروں کو دوبارہ آباد کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے اس نے دن رات ایک کر دیے تھے۔ اسے نہ کھانے کا ہوش تھا اور نہ سونے کا۔ البتہ اس نازک وقت میں بھی وہ عیسائیوں کی شر انگیزیوں کی طرف سے چوکنا رہا اور ان کو اپنے مقبوضات پر دست درازی کا موقع نہ دیا۔ عرب مُوَرِّخین کا قول ہے۔

"لَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی مَنَّ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِنُوْرِ الدِّیْنَ وَاِلَّا کَانَ دَخَلَهَا الْفَرَنْج بِغَیْرِ حِصَارٍ وَقِتَالٍ"

(یعنی اللہ تعالیٰ اگر نورالدین کے ذریعہ مسلمانوں پر احسان نہ کرتا تو فرنگی محاصرہ اور لڑائی کے بغیر ہی اسلامی ممالک میں گھس جاتے)

صلیبی دہشت پسندوں کا اِستیصال

سلطان نورالدین کو جب زلزلے کی تباہ کاریوں سے ذرا فرصت ملی تو اس نے صلیبی دہشت پسندوں (ہاسپٹلرز یعنی استبار یہ اور ٹمپلرز یعنی داویہ) کی طرف توجہ کی جنہوں نے حِمص' حماۃ اور ان کے نواحی علاقوں میں لُوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا اور ان کے منظّم گروہوں کی دہشت انگیز سرگرمیاں حلب کے نواحی علاقوں تک پہنچ گئی تھیں۔ یہ دہشت پسند یروشلم کی عیسائی سلطنت کی پشت و پناہ تھے اور ان سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی اور دشمن نہیں تھا۔ یہ لوگ سخت متعصب' کینہ توز' کمینہ فطرت اور سفّاک تھے۔ ان کی تنظیموں کا اصل مقصد تو یروشلم کے عیسائی زائرین کی حفاظت اور خدمت کرنا تھا لیکن انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے آپ کو فوجی گروہوں کی صورت میں منظم کر لیا تھا اور اپنی سرگرمیوں کو مسلمانوں کے خلاف ہر جگہ اور ہر محاذ پر لڑنے یا ان کی پرامن آبادیوں پر چھاپے مارنے پر مرکوز کر دیا تھا۔ مکر' فریب' حیلہ' رہزنی غرض جس طریقہ سے بھی وہ مسلمانوں کو ایذا پہنچا سکتے تھے' پہنچاتے تھے اور اس کو کارِ ثواب سمجھتے تھے۔ ان کی سرگرمیوں کی وجہ سے راستے مخدوش ہو گئے تھے۔ سلطان نے اپنے چھوٹے بھائی ناصرالدین امیر امیراں کو سات سَو سواروں کے ہمراہ ان دہشت پسندوں کی سرکوبی کے لیے حمص و حماۃ کی طرف روانہ کر دیا اور اسدالدین شیرکوہ کو حلب کے علاقے میں ان کے استیصال پر مامور کر دیا۔ امیر امیراں نے ایک مناسب جگہ پر پہنچ کر اپنی فوج کے دو حصے کر دیے۔ ایک حصے کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور دوسرے کو ساتھ لے کر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جونہی صلیبی دہشت پسند مار دھاڑ کرتے ہوئے اسلامی علاقے میں داخل ہوئے' کمین گاہ میں بیٹھی ہوئی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ دوسری طرف سے امیر امیراں ایک کوس کا چکر کاٹ کر ان پر برقِ صاعقہ کی طرح آ گرا۔ صلیبی دہشت پسند دو طرفہ ناگہانی حملوں سے حواس باختہ ہو گئے اور سینکڑوں آدمی مروا کر میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور بھگوڑوں میں سے بیشتر کو ہلاک یا زخمی کر دیا اور بقیۃ السّیف کو گرفتار کر لیا۔ دوسرے دن جب ان قیدیوں کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان کی سارے شہر میں تشہیر کی جائے اور پھر سب کو حوالۂ تیغ کر دیا جائے کیونکہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ کسی نرمی یا رحم کے مستحق نہیں تھے۔

دوسری طرف شیرکوہ نے حلب کے شمالی علاقے میں جہاں دہشت پسندوں کی سرگرمیوں کا زور تھا' اپنی فوج کے بیشتر حصے کو ٹیلوں اور جھاڑیوں کی اوٹ میں بٹھا دیا اور خود ایک مضبوط دستے کو ساتھ لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گیا۔ جونہی صلیبی دہشت پسند مسلمانوں کی زد میں آئے' شیرکوہ نے رومال کے اشارہ سے ان پر حملہ کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے کمین گاہوں سے نکل کر صلیبیوں کو اپنی تلواروں پر رکھ لیا۔ عین اسی وقت شیرکوہ نے بھی پہاڑی سے اتر کر ان کے عقب سے حملہ کر دیا۔ صلیبی عَلم بردار پہلے ہلے ہی میں مارا گیا اور عیسائیوں میں سخت افراتفری پھیل گئی۔ ان کے سینکڑوں آدمی میدانِ جنگ میں کھیت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے اور باقی سب گرفتار کر لیے گئے۔ دوسرے دن ان کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے حکم دیا کہ ان میں سے جو شخص بطیب خاطر اسلام قبول کرے اس کو رہا کر دیا جائے اور باقی سب کو قتل کر دیا جائے۔ ان واقعات کے بعد صلیبی دہشت پسندوں کو پھر کبھی اسلامی علاقوں پر اتنی دیدہ دلیری سے چھاپے مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔

فتح بانیاس

۵۵۲ھ/ ۱۱۵۷ء کے آخر میں شامی عیسائیوں کو پھر جنگ و جدال کا شوق چرایا اور انہوں نے مجتمع ہو کر حمص و حماۃ کے کئی نواحی علاقوں کو برباد کر ڈالا۔ سلطان نور الدّین کو عیسائیوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو وہ طوفان کی طرح ان کی طرف بڑھا اور ایک شبانہ روز کی خونریز لڑائی کے بعد ان کو شکست فاش دی۔ ہزیمت خوردہ عیسائی بھاگتے ہوئے بانیاس سے بھی آگے نکل گئے۔ نور الدّین ان کا تعاقب کرتا ہوا بانیاس تک جا پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محصور عیسائیوں نے جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور ان پر منجنیقوں سے ایسی شدید سنگباری کی کہ سات دن تک ایک مسلمان بھی قلعہ کے قریب نہ جا سکا۔ ۲۸ ربیع الاول ۵۵۲ھ کو اسد الدین شیر کوہ نے قلعہ کی شمالی فصیل کو بارودی سرنگ لگا کر اڑا دیا اور قلعہ میں گھس کر ایک برج پر اسلامی پرچم نصب کر دیا۔ محصورین کچھ دیر تک تو مقابلہ کرتے رہے لیکن جلد ہی حوصلہ ہار کر امان امان پکارنے لگے۔ مسلمانوں نے ایک ہزار عیسائیوں کو گرفتار کر لیا اور مال غنیمت کی ایک کثیر مقدار بھی ان کے ہاتھ لگی۔[1]

بانیاس کے محاصرے میں سلطان کے چھوٹے بھائی نصرت الدین امیر امیران کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھی۔ نور الدین نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"میرے مجاہد بھائی اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے

---

[1] قلعہ بانیاس ۵۴۳ھ/ ۱۱۴۸ء سے عیسائیوں کے قبضے میں چلا آ رہا تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سلطان نور الدین نے محرم ۵۶۰ھ/ ۱۱۶۵ء میں قلعہ بانیاس (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہشت میں کیا کیا نعمتیں جمع کر رکھی ہیں تو تم اپنی دوسری آنکھ بھی راہِ خدا میں دینے کی تمنا کرنے لگو۔''

فتح کے بعد سلطان نے چند دن بانیاس میں قیام کیا اور عیسائی قیدیوں کو اسدالدین شیرکوہ کی حفاظت میں دمشق کی طرف روانہ کر دیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ کچھ عیسائی امرا نے جمع ہو کر اس پر حملہ کر دیا۔ اس سے ان کا مقصد عیسائی قیدیوں کو چھڑانا تھا۔ شیرکوہ اپنے محافظ دستۂ فوج کو ساتھ لے کر حملہ آوروں کے مقابلہ پر ڈٹ گیا اور باقی فوج کو قیدیوں اور مالِ غنیمت کی حفاظت پر مامور کر دیا۔ تین چار گھنٹے کی شدید لڑائی کے بعد عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ شیرکوہ نے دو کوس تک ان کا تعاقب کیا اور ڈیڑھ سو کے قریب حملہ آور گرفتار کر لیے۔ ان کے علاوہ بہت سا مالِ غنیمت بھی اس کے ہاتھ لگا اور وہ مظفر و منصور دمشق میں داخل ہوا۔ سلطان نے اس معرکہ کی خبر سن کر کمال خوشنودی کا اظہار کیا اور شیرکوہ کو مبارکباد دی۔

جمادی الآخر ۵۵۳ھ میں شاہِ فرانس نے سلطان سے دوبارہ صلح کے لیے خط و کتابت شروع کر دی۔ سلطان نے محسوس کیا کہ شاہِ فرانس صلح کے پردے میں اپنی جنگی تیاریوں پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے چنانچہ اس نے صلح نامہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور ایک مضبوط فوج کو عیسائیوں کی سرحد پر چھوڑ کر خود غزہ سے ہوتا ہوا ۳۱ رجب ۵۵۳ھ کو حلب پہنچ گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کو فتح کیا لیکن ابنِ ابی طے حلبی کا بیان ہے کہ یہ قلعہ ۵۵۸ھ/۱۱۶۳ء میں فتح ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فتح بانیاس کے موقع پر معین الدین انار سابق وزیرِ دمشق کا لڑکا بھی سلطان کے لشکر میں شامل تھا۔ سلطان نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آج دوسرے لوگوں کو ایک خوشی ہوئی ہے اور تجھ کو دو۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ نورالدین نے کہا کہ آج اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کو آتشِ جہنم سے نجات دی کیونکہ اسی نے اس قلعہ کو عیسائیوں کے سپرد کیا تھا۔

قلعہ بانیاس کا موجودہ نام قلعۃ الصبیبہ ہے۔ عام بول چال میں اسے قلعۃ النمرود بھی کہتے ہیں۔ یہ قلعہ شام میں کوہِ حرمون (جبل الشیخ) کی ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان کی شدید علالت

رمضان المبارک ۵۵۳ھ/ ۱۱۵۸ء کے دوسرے عشرہ میں سلطان نورالدین سخت علیل ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کو اپنے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ چنانچہ وہ شہر حلب سے اٹھ کر قلعہ میں چلا گیا اور اراکینِ سلطنت کے مشورہ سے امیر امیراں نصرت الدین کو اپنا جانشین مقرر کیا اور شیرکوہ کو اس کی نیابت کی وصیت کر کے دمشق میں رہنے کی ہدایت کی۔ چونکہ دمشق پر عیسائیوں کے حملے کا خدشہ تھا' شیرکوہ سلطان کے حکم کے مطابق اسی وقت دمشق چلا گیا۔ عیسائیوں کو سلطان کی شدید علالت کا علم ہوا تو انہوں نے بالڈون ثالث شاہِ یروشلم کی سرکردگی میں قیصاریہ کا محاصرہ کر لیا۔ حاکم قیصاریہ نے بڑی بہادری سے ان کا مقابلہ کیا اور پندرہ دن تک ان کو قلعہ کے نزدیک پھٹکنے تک نہ دیا۔ اسی اثنا میں شیرکوہ ایک زبردست فوج کے ساتھ اہلِ قیصاریہ کی مدد کے لیے پہنچ گیا اور صلیبی لشکر ناکام و نامراد انطاکیہ کی طرف چلا گیا۔ اسی زمانے میں ایک فرانسیسی فوج نے شیزر پر حملہ کر دیا چونکہ شیزر کی فصیل گزشتہ زلزلہ سے منہدم ہو چکی تھی اس لیے فرانسیسیوں کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا لیکن حُسنِ اتفاق سے اسمٰعیلیوں نے اطراف و جوانب سے جمع ہو کر فرانسیسیوں کی مزاحمت کی اور چند جھڑپوں کے بعد ان کو پسپا کر دیا۔ انہی ایام میں دو عیسائی حکمرانوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ مینوئل شاہِ قسطنطنیہ ایک زبردست فوج کے ساتھ انطاکیہ پر حملہ آور ہوا اور رتیجنالڈ والیِ انطاکیہ کو شکست دے کر واپس چلا گیا۔

سلطان کے ایامِ علالت میں امیر امیراں نصرت الدین اور مجد الدین قلعہ دار حلب کے درمیان ناچاقی پیدا ہو گئی۔ یہ جھگڑا شاید طول پکڑ جاتا لیکن اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان کو صحت دے دی اور اس نے اس معاملہ کو بطریقِ احسن سلجھا دیا۔ شیرکوہ کو سلطان کی شفایابی کی اطلاع ملی تو وہ اس کو مبارکباد دینے کے لیے فوراً حلب پہنچا۔ سلطان نے اس کا شکریہ ادا کیا اور قیصاریہ اور دمشق کے دفاع کے لیے اس کی کوششوں کی تعریف کی۔

فتح شیزر[1]

صحت یابی کے بعد سلطان نے سب سے پہلے کام یہ کیا کہ اسد الدین شیرکوہ کو ایک مضبوط فوج کے ہمراہ شیزر کی طرف روانہ کیا کیوں کہ عیسائی کئی مہینوں سے اس پر دانت تیز کر رہے تھے۔ قلعہ شیزر حماۃ سے نصف منزل کے فاصلے پر ایک پہاڑی پر واقع تھا۔ اس کے تین طرف اونچے اونچے پہاڑ تھے اور چوتھی طرف اورنٹس[2] کا مواج دریا تھا اس کے آگے ایک طویل سرنگ تھی جس کے بعد ایک گہری خندق تھی۔ اہلِ شیزر نے اس پر لکڑی کا ایک پل بنا رکھا تھا اور اسی کے ذریعہ شیزر میں آمدورفت ہو سکتی تھی۔ باوجود ایک قدرتی محفوظ قلعہ ہونے کے اس کو عیسائیوں کی طرف سے سخت خطرہ پیدا ہو گیا تھا کیونکہ گزشتہ سال کے زلزلے میں اس کے حکمران تاج الدولہ بن ابی العساکر کی موت کی وجہ سے وہاں کے نظامِ حکومت میں ابتری پیدا ہو گئی تھی۔ سلطان نورالدّین یہ کبھی گوارا نہ کر سکتا تھا کہ اس اہم قلعہ پر عیسائی تسلّط جما لیں اور اس کے لیے مستقل دردسری کا باعث بن جائیں۔ اسی خطرہ کا تدارک کرنے کے لیے اس نے شیزر پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ شیرکوہ شیزر کے قریب پہنچا تو اہلِ شہر نے بغیر کسی حیل و حجت کے سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ شیرکوہ نے شہر میں داخل ہو کر اس کی شہر پناہ کو از سرِ نو تعمیر کرایا اور نورالدّین کے حکم کے مطابق مجد الدّین ابنُ الدایہ کو وہاں کا حاکم بنا کر واپس آ گیا۔

مہماتِ حارم وصیدا

اسی سال یعنی ۵۵۳ھ / ۱۱۵۸ء میں قلعۂ حارم کے عیسائیوں نے پھر سرکشی پر کمر باندھی اور اپنے عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف قلعۂ حارم کے نصف محاصل دینے سے انکار کر دیا بلکہ قرب و جوار کے اسلامی علاقوں پر بھی چھاپے مارنے شروع کر دیے۔

---

[1] (Shaizar) [2] (Orontes)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان کو جونہی ان کی سرکشی اور شرارتوں کی اطلاع ملی، وہ حلب سے حارم کی طرف چل پڑا۔ مقدمۃ الجیش کی قیادت اسد الدین شیر کوہ کے سپرد تھی۔ اس نے سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی مفسدہ پرداز عیسائیوں پر ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ ان کو دوبارہ اطاعت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ اہلِ حارم کی مدد کے لیے نواحی علاقوں سے جو عیسائی آئے تھے وہ بھی منتشر ہو کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ اطرافِ حرّان و صیدا میں عیسائیوں نے مسلمانوں کو سخت پریشان کر رکھا ہے۔ نورالدّین نے شیر کوہ کو ان کی سرکوبی کا حکم دیا اور خود دمشق چلا گیا۔ شیر کوہ کی اس مہم میں نجم الدّین ایوب اور صلاح الدین بھی شریک تھے۔ شیر کوہ نہایت خاموشی سے پیش قدمی کرتا ہوا ارضِ صیدا میں پہنچ گیا اور سرکش عیسائیوں کو مہلت دیے بغیر ان پر حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں کثیر التعداد عیسائی مارے گئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے یا مسلمانوں کے ہاتھ قید ہو گئے۔ نورالدین اس فتح کی خبر سن کر سجدۂ شکر بجا لایا اور شیر کوہ کے استقبال کے لیے دمشق کے باہر جسر خشب کے مقام تک آیا۔ عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ عیسائی قیدیوں میں حاکم حارم کا بیٹا بھی تھا جو صلیبی فوج میں نائٹ بن کر مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا۔

اسی زمانے میں حلب اور دمشق میں پر زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس ہوئے تاہم جانی نقصان کوئی نہ ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرکہ جبیش

یروشلم کی صلیبی ریاست کا حکمران بالڈون ثالث ایک مہم جُو طبیعت کا انسان تھا۔ اپنے پڑوسی سلطان نورالدّین کی روزافزوں طاقت اور وسعت پذیر اقتدار اس کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ چنانچہ وہ سلطان کے خلاف نت نئے فتنے اٹھاتا رہتا تھا۔ سلطان کے مقبوضات پر براہ راست حملہ کرنے کی جرأت تو اسے کبھی کبھار ہی ہوتی تھی البتہ سلطان کے خلاف دہشت پسندوں کی سرگرمیوں اور جنگ پسند عیسائیوں کی مفسدہ پردازیوں کے پیچھے بالعموم اسی کا ہاتھ ہوتا تھا چنانچہ ۵۵۴ھ میں حارم اور صیدا کے مفسد عیسائیوں سے نپٹنے کے بعد سلطان نے فیصلہ کیا کہ یروشلم کی ریاست کے اندر گھس کر صلیبی شر پسندوں سے دو دو ہاتھ کیے جائیں۔ اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سلطان نے ۹ ربیع الآخر ۵۵۳ھ کو دمشق سے کوچ کیا اور ایک دو دن جسر خشب میں قیام کرنے کے بعد اپنی سرحد کو عبور کر کے عیسائی علاقے میں داخل ہو گیا۔ عیسائیوں کو اس کی پیشقدمی کی اطلاع مل چکی تھی اور انہوں نے مقابلہ کے لیے پوری تیار کر لی تھی۔ عیسائیوں کی سرحد کے چند میل اندر جبیش نامی ایک ٹیلہ کے قریب مسلمانوں اور عیسائیوں میں ٹکر ہوئی۔ لڑائی کے آغاز سے پہلے عیسائی لشکر سے دو جنگجو میدان میں نکلے اور مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی۔ عمادالدین شہید کا آزاد کردہ غلام خطلخ زاہد سلطان سے اجازت لے کر ان کے مقابلے پر نکلا اور دونوں عیسائیوں کو آن واحد میں خاک و خون میں لوٹا دیا۔ اب عام لڑائی شروع ہو گئی۔ سلطانی لشکر کے میمنہ میں بہت سے نو آموز مجاہدین بھی شامل تھے۔ عیسائیوں کے ایک تیز و تند حملے کے سامنے وہ اپنی صفوں کی ترتیب قائم نہ رکھ سکے اور منتشر ہو کر پیچھے ہٹنے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگے۔ میسرہ نے ان کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن عیسائیوں نے تین اطراف سے مجتمع ہو کر ایسا شدید حملہ کیا کہ مسلمانوں میں ہزیمت کے آثار نمودار ہو گئے۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کی کمزوری کو بھانپ لیا اور ان پر ایسا سخت دباؤ ڈالا کہ وہ میدانِ جنگ سے نہایت بے ترتیب حالت میں پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔ تاہم سلطان اس نازک وقت میں بھی جاں نثاروں کے ایک دستہ کے ہمراہ میدانِ جنگ میں ڈٹا رہا۔ جب عیسائیوں نے ہر طرف سے نرغہ کیا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ٹیلہ حبیش پر چڑھ گیا اور وہاں سے عیسائیوں پر تیر برسانے شروع کر دیے۔ اس وقت اس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

"یَارَبَّ الْعِبَادِ اَنَا الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ مَلَّکْتَنِیْ هٰذِهِ الْوِلَایَةَ وَاَعْطَیْتَنِیْ هٰذِهِ النِّیَابَةَ عَمَرْتُ بِلَادَكَ وَنَصَحْتُ عِبَادَكَ وَاَمَرْتُهُمْ بِمَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ وَنَهَیْتُهُمْ عَمَّا نَهَیْتَنِیْ عَنْهُ فَرَفَعْتُ الْمُنْكَرَاتِ مِنْ بَیْنِهِمْ وَاَظْهَرْتُ شِعَارَ دِیْنِكَ فِیْ بِلَادِهِمْ وَقَدِانْهَزَمَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَا لَا اَقْدِرُ عَلٰی دَفْعِ هٰؤُلَاءِ الْكُفَّارِ اَعْدَاءِ دِیْنِكَ وَنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ هٰذَا وَقَدْ سَلَّمْتُهَا اِلَیْهِمْ ذَابًّا عَنْ دِیْنِكَ وَنَاصِرًا لِنَبِیِّكَ"

(ترجمہ: الٰہی تو نے مجھے بندۂ ناتواں کو اس ملک کی حکومت دی اور مجھ کو یہ نیابت عطا فرمائی۔ میں نے تیرے شہروں کو آباد کیا اور تیرے بندوں کو نصیحت کی اور میں نے ان کو ایسے کام سے روکا جس سے تو نے مجھے روکا ہے۔ پس میں نے ان میں سے منکرات کو دور کر دیا اور تیرے شعارِ دین کو ان کے علاقوں میں جاری کیا۔ بیشک مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور میں تنہا ان کفار کو جو تیرے دین اور نبی محمد ﷺ کے دشمن ہیں دفع نہیں کر سکتا اور میں اپنے نفس کے سوا اور کسی شے کا مالک نہیں ہوں اور بیشک میں نے اس کو تیرے دین کی حفاظت اور تیرے نبی ﷺ کی حمایت کے لیے ان کے سپرد کر دیا ہے"۔

سلطان اور اس کے ساتھیوں کی زبردست تیر باری سے عیسائیوں کا سخت جانی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان ہوا چونکہ وہ نشیب میں تھے اس لیے ان کے تیروں کا اثر مسلمانوں پر بہت کم ہوتا تھا۔ دوپہر سے شام تک لڑائی کی یہی کیفیت رہی۔ عیسائیوں نے جب سلطان پر غلبہ پانے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو آہستہ آہستہ قدم پیچھے ہٹانے لگے۔ سلطان اب ٹیلہ سے نیچے اتر آیا اور عیسائیوں پر ایک فیصلہ کُن حملہ کر دیا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹے اور رات کی تاریکی میں روپوش ہو گئے چونکہ اس لڑائی میں سلطان کے لشکر کا بڑا حصہ میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا تھا اس لیے اس نے دشمن کے علاقے میں مزید پیشقدمی جاری رکھنا مناسب نہ سمجھا اور واپس دمشق آ گیا۔ اس کی غیر حاضری میں دمشق کی مقامی حکومت نے سبزی' ترکاری' بازاروں اور نہروں کا ٹیکس عائد کر دیا تھا اور اس سلسلہ میں لوگوں سے کئی ہزار دینار بھی وصول کر لیے تھے۔ سلطان نے واپس آ کر یہ سب ٹیکس موقوف کر دیے اور وصول شدہ روپیہ لوگوں کو واپس ادا کر دینے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دودھ اور گھی پر بھی محصول معاف کر دیا اور اپنے دستخطوں اور مُہر سے اس بارے میں ایک گشتی حکم جاری کیا جس کو شہر کے تمام اہم مقامات پر آویزاں کیا گیا اور جمعہ کے خطبوں میں پڑھ کر سنایا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصرت الدّین امیر امیران کی بغاوت

اوائل ۵۵۴ھ مطابق ۱۱۵۹ء میں سلطان نورالدّین پھر علیل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ مرض نے اس قدر ترقی کی کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا۔ شدّتِ نقاہت سے بار بار غشی کے دَورے پڑتے تھے اور کوئی غذا ہضم نہ ہوتی تھی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سلطان اب کوئی دن کا مہمان ہے اس مایوس کُن حالت میں اس نے اپنے خاص خاص امرا کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ ''میں اس بیماری سے شاید ہی جانبر ہو سکوں اس لیے میری خواہش ہے کہ تم کو اپنی آخری وصیت کر دوں۔ اگر میرے بعد تم نے اس پر عمل کیا تو مسلمان باہمی خونریزی سے بچ جائیں گے۔ میں نے اپنی گزشتہ علالت میں نصرت الدین امیر امیران کے حق میں وصیّت کی تھی لیکن امیر امیران نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی سیادتِ عظمیٰ کا اہل ثابت نہیں کیا اس لیے میں اپنی پہلی وصیت کو منسوخ کرتا ہوں اور تم کو تاکید کرتا ہوں کہ میرے بعد قطب الدین مودود امیرِ موصل کے ہاتھ پر بیعت کر لینا کیونکہ اس کے اخلاق و عادات پسندیدہ ہیں اور اس کے دل میں دشمنانِ دین کے خلاف جہاد کرنے کا جذبہ بھی ہے''۔

اس موقع پر موجود تمام امرا نے سلطان کی وصیّت پر عمل کرنے کا حلف اٹھایا' چنانچہ سلطان نے ایک خاص قاصد کے ذریعہ قطب الدین مودود کو اپنی وصیت سے مُطّلع کیا اور اس کو دمشق آنے کے لیے لکھ بھیجا۔ دوسری طرف دمشق کے کچھ امرا جن میں امین الدین ابن الحاج ابوالقاسم' سعد الدین عثمان' عزّالدین حاکم قلعہ اور محمد بن جعفری حاجب پیش پیش تھے' امیر امیران نصرت الدین کے حق میں در پردہ زمین ہموار کر رہے تھے اور اس کو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمشق پر قبضہ کر لینے کی تحریک کر رہے تھے۔ ان لوگوں کا ایک قاصد اتفاق سے گورنر حلب کے سپاہیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا۔ جب اس کی تلاشی لی گئی تو اس کے سامان (یا کپڑوں سے) ایک خط برآمد ہوا جس میں مذکورہ امرا نے امیر امیران کو دمشق کی حکومت پر قبضہ کر لینے کی ترغیب دی تھی۔ گورنر حلب نے یہ خط اسی وقت سلطان نورالدین کو بھیج دیا۔ سلطان نے سازشی امرا کی گرفتاری کا حکم دیا۔ سعدالدین عثمان تو روپوش ہو گیا البتہ امین الدین' عزّالدین اور محمد کو گرفتار کر کے سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ ان لوگوں نے اعتراف جرم کر لیا اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ فراخدل سلطان نے ان کے قصور سے درگزر کیا اور ان کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ امیر امیران ایک جرّار فوج کے ساتھ دریائے فُرات کو عبور کر کے دمشق کی طرف آ رہا ہے۔ اسدالدّین شیرکوہ بعجلتِ تمام تیار ہو کر امیر امیران کو روکنے کے لیے دمشق سے چل پڑا۔ امیر امیران کو شیرکوہ کی روانگی کی خبر ملی تو وہ بغیر مقابلہ کیے راستے ہی سے واپس چلا گیا۔ ادھر سلطان کی طبیعت بھی رُو بہ اصلاح ہونے لگی۔ جس دن شیرکوہ امیر امیران کے قضیے سے فارغ ہو کر دمشق واپس آیا' سلطان بڑی حد تک صحت یاب ہو چکا تھا۔ دوسرے روز نورالدین کا قاصد بھی موصل سے واپس آ گیا۔ اس کے ساتھ وزیر جمال الدین ابوجعفر محمد بھی قطب الدین مودود کی طرف سے سلطان کی عیادت کے لیے آیا۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو سلطان نے اس کو بیش بہا خلعت اور انعام سے نوازا۔

سلطان کے ایامِ علالت میں قسطنطنیہ اور فرانس کے بادشاہوں نے مُتّحِد ہو کر اس کے مقبوضات پر قبضہ کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ وہ ایک زبردست فوج کے ساتھ حمص وحماۃ کی طرف بڑھے۔ اس اثناء میں سلطان صحت یاب ہو چکا تھا۔ وہ صلیبیوں کی یلغار کی خبر سن کر طوفان کی طرح اٹھا اور اپنے جرّار لشکر کے ساتھ حمص' حماۃ و شیزر سے ہوتا ہوا صلیبیوں کے مقابلے کے لیے بڑھا۔ صلیبیوں کا خیال تھا کہ سلطان کی علالت کے دوران میں وہ اپنی من مانی کر گزریں گے لیکن جب انہوں نے سلطان کو بہ نفسِ نفیس اپنے مقابلے پر موجود پایا تو انہوں نے لڑائی سے گریز کی راہیں ڈھونڈنی شروع کر دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ قسطنطنیہ (روم) کے بادشاہ نے سلطان کو پیغام بھیجا کہ ہمارا یہاں آنے کا مقصد جنگ وجدال نہیں ہے بلکہ ہم ان عیسائی قیدیوں کو چھڑانا چاہتے ہیں جو آپ کی قید میں ہیں۔ ان کے عوض ہم مناسب زرِ فدیہ دینے کے لیے تیار ہیں۔ سلطان نے اس کی درخواست قبول کر لی اور فدیہ کی ایک مقررہ رقم لے کر تمام عیسائی قیدیوں کو رہا کر دیا۔ شاہِ قسطنطنیہ نے سلطان کا شکریہ ادا کیا اور اس کو مختلف اقسام کے قیمتی پارچات اور جواہرات' دیبا کا ایک خیمہ اور چند گھوڑے تحائف کی صورت میں بھیجے۔ یکم جمادی الاُولیٰ ۵۵۴ھ کو دونوں بادشاہ اپنے لاؤ لشکر سمیت واپس چلے گئے۔

اس مہم سے فارغ ہو کر سلطان شہر حرّان کی طرف بڑھا۔ اس پر نصرت الدین امیر امیران نے سلطان سے سرکشی کے بعد قبضہ کر لیا تھا۔ سلطان شہر کے قریب پہنچا تو نصرت الدین اپنے اہل و عیال کو قلعہ میں چھوڑ کر تنِ تنہا فرار ہو گیا[1]۔ سلطان نے نصرت الدّین کے متعلقین کو اس کے پاس پہنچانے کا حکم دیا اور حرّان کو امیر زین الدین کی جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد اس نے دمشق کو مراجعت کی۔

دمشق پر عیسائیوں کا حملہ

۵۵۵ھ میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ قلیج ارسلان ثانی والیِ قونیہ اور سلطان نورالدین کے درمیان لڑائی چھڑ گئی' نورالدین نے قلیج ارسلان کو شکست دے کر مارش اور کریسن کے مقامات اس سے چھین لیے۔ دو مسلم حکمرانوں کی اس چپقلش کو بالڈون شاہِ یروشلم نے غنیمت جانا اور کئی ہزار فوج کے ساتھ دمشق پر چڑھ دوڑا۔ اسد الدین شیرکوہ جو اس خطرہ کو تاڑ کر پہلے سے راستہ میں فوج لیے پڑا تھا' بجلی کی سی تیزی سے ساتھ عیسائیوں کے مقابلے کے لیے بڑھا اور دو تین کاری ضربیں لگا کر بالڈون کے سارے عزائم خاک

[1] بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ نصرت الدّین قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا اور کئی دن تک سلطانی لشکر کا مقابلہ کرتا رہا۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ نورالدین قلعہ پر قبضہ کیے بغیر واپس نہیں جائے گا تو ایک رات قلعہ کے ایک خفیہ دروازے سے نکل کر بھاگ گیا۔ اس کے جانے کے بعد ۲۰ جمادی الآخر کو اہلِ قلعہ نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ملا دیے اور وہ یروشلم واپس جانے پر مجبور ہو گیا۔

ایک دوسری روایت کے مطابق بالڈون کے حملہ کے وقت نجم الدین ایوب دمشق میں سلطان کی نیابت کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اس نے کچھ ایسی حکمت عملی سے کام لیا کہ بالڈون نے ناکام و نامراد یروشلم کو لوٹ جانے ہی میں عافیت سمجھی۔ بہرصورت عیسائیوں نے دمشق کی فتح کا جو خواب دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اسی سال دمشق کے قاضی علامہ زکی الدین ابوالحسن علی بن محمد بن یحییٰ قریشی ضعیف العمری کی وجہ سے عہدۂ قضا سے مستعفی ہو گئے۔ ان کی جگہ سلطان نے قاضی کمال الدین شہرزوری کو دمشق کا قاضی مقرر کیا۔

نورالدّین کی عالی ظرفی

اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد نومبر ۱۱۶۱ء میں بالڈون شاہِ یروشلم نے وفات پائی۔ عیسائیوں کے نزدیک وہ ایک نہایت اچھا بادشاہ تھا اس لیے ان کو قدرتی طور پر اس کی موت سے سخت دھچکا لگا اور یروشلم کے نظم و نسق میں زبردست خلا پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے سلطان کو رائے دی کہ عیسائیوں کے ضعف سے فائدہ اٹھا کر یروشلم پر حملہ کر دینا چاہیے۔ اگر سلطان ان لوگوں کا مشورہ قبول کر لیتا تو اس وقت یروشلم پر قبضہ کر لینا چنداں مشکل نہ تھا لیکن بلند حوصلہ اور عالی ظرف سلطان نے یہ کہہ کر اس مشورہ کو رد کر دیا۔

> ''ہم کو غمزدہ عیسائیوں پر رحم کھانا چاہیے۔ بالڈون ان کے نزدیک ایک بہت اچھا بادشاہ تھا۔ اس وقت جب کہ وہ اس کا سوگ منا رہے ہیں' ان پر حملہ کرنا مردانگی سے بعید ہے۔ ان کے ہوش و حواس بجا ہو لیں تو میں ان سے ہر وقت لڑ سکتا ہوں''۔

بالڈون کے بعد عیسائیوں نے اس کے بھائی اموری (یا امالرک) حاکم یافہ و عسقلان کو یروشلم کا بادشاہ منتخب کیا۔ اس کمینہ صفت انسان نے نورالدّین کے اس احسان کا بدلہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس طرح چکایا کہ چند سال بعد جب سلطان نے وفات پائی تو اس نے فوراً بانیاس پر حملہ کر دیا اور سلطان کی بیوہ سے ایک کثیر رقم لے کر محاصرہ اٹھانے پر رضامند ہوا۔

اہلِ حارم کی سرکوبی

۵۵۷ھ میں حارم کے عیسائیوں نے شاہِ فرانس کی شہ پر پھر سلطان کے خلاف سر اٹھایا اور نواحی علاقے کے مسلمانوں کو ستانا شروع کر دیا۔ سلطان ان کی سرکوبی کے لیے فوراً حارم پہنچا اور نہایت سختی سے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس جنگ میں مشہور مجاہد امیر مؤید الدولہ اُسامہ بن مرشد بن منقذ بھی سلطان کے ہمراہ تھا۔[1] اہلِ حارم کی مدد کے لیے اطراف و جوانب کے کئی عیسائی امرا اپنے جتھے لے کے آئے لیکن سلطان کی زبردست قوت سے سر پھوڑ کر رہ گئے۔ آخر تنگ آ کر اہلِ حارم نے پچاس ہزار دینار سرخ تاوان جنگ دے کر سلطان سے اپنا پیچھا چھڑایا اور سلطان مظفر و منصور حلب کی طرف چلا گیا۔

1۔ امیر مؤید الدولہ اُسامہ شیزر کے حکمران خاندان بنو منقذ سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ ابتدائی صلیبی جنگوں کے بہادروں میں سے ایک تھا۔ اس کی خودنوشت داستانِ حیات ''کتاب الاعتبار'' ایک دلچسپ کتاب ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۸۸۴ء میں پیرس میں چھپی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عظیم سعادت

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۵۵۷ھ/۱۱۶۲ء میں جب سلطان نور الدین کا آفتابِ اقبال نصفُ النہار پر چمک رہا تھا' اسے ایک عظیم سعادت نصیب ہوئی۔ اس واقعہ کو جسے فی الحقیقت ایک تاریخی معجزہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ علامہ سمہودیؒ نے اپنی تاریخ ''خلاصۃ الوفا'' کے باب ''بنا گنبد خضرا روضۂ مقدس سید الوریٰ ﷺ'' میں جمال اسوی قدس سرہ کے رسالہ ''منع الولاۃ عن استعمال النصاریٰ'' کے حوالہ سے بالتفصیل درج کیا ہے۔ کئی دوسرے مسلم مؤرخین نے بھی اس واقعہ کو بادنیٰ تغیر بیان کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

سلطان نور الدینؒ ایک عابدِ شب بیدار تھا اور رات کا بیشتر حصہ عبادت و مناجات میں گزارتا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ نمازِ عشا کے بعد بکثرت نوافل پڑھتا اور پھر رسولِ اکرم ﷺ پر سینکڑوں مرتبہ دُرُود بھیج کر تھوڑی دیر کے لیے بستر پر لیٹ جاتا۔ چند ساعتوں کے بعد پھر نمازِ تہجد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا اور صبح تک نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتا۔ ۵۵۷ھ/۱۱۶۲ء کی ایک شب وہ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر بستر پر لیٹا تو خواب میں تین بار رسولِ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔[1] ہر مرتبہ دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا: ''نور الدین یہ آدمی مجھے

۱۔ بعض روایتوں میں ہے کہ سلطان نے متواتر تین رات حضورؐ کو خواب میں دیکھا۔ پہلے دو دن تو اس نے کثیر مال صدقہ کیا لیکن تیسری مرتبہ یہی خواب دیکھا تو علی الصباح اٹھ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستا رہے ہیں، ان کے شر کا استیصال کر"۔ نورالدّین یہ خواب دیکھ کر سخت مضطرب ہوا۔ بار بار استغفار پڑھتا اور رو رو کر کہتا "میرے آقا و مولا کو میرے جیتے جی کوئی ستائے، یہ نہیں ہو سکتا، میری جان، مال، آل اولاد سب آقائے مدنی ﷺ پر نثار ہے، خدا اس دن کے لیے نورالدّین کو زندہ نہ رکھے کہ حضور ﷺ غلام کو یاد فرمائیں اور وہ دمشق میں آرام سے بیٹھا رہے"۔

ہر مسلمان کا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ کوئی طاغوتی طاقت کسی حالت میں بھی رسولِ اکرم ﷺ کی شکل مبارک اختیار کرنے پر قدرت نہیں رکھتی۔ اگر کوئی خوش بخت حضور ﷺ کو خواب میں دیکھے تو اس خواب کے سچا ہونے میں مطلق شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہی سبب تھا کہ سلطان نورالدّینؒ بے چین ہو گیا اور اسے یقین ہو گیا کہ مدینہ منوّرہ میں ضرور کوئی ایسا ناشدنی واقعہ ہوا ہے جس سے سرور کونین ﷺ کی روحِ اقدس کو تکلیف پہنچی ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی اس نے بیس اعیانِ دولت کو ساتھ لیا اور بہت سا خزانہ گھوڑوں پر لدوا کر مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اہلِ دمشق سلطان کے یکایک عازمِ سفر ہونے سے بہت حیران ہوئے لیکن کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اصل بات کیا ہے۔

دمشق سے مدینہ منورہ پہنچنے میں عام طور پر بیس پچیس دن لگتے تھے لیکن سلطان نے یہ فاصلہ نہایت تیز رفتاری کے ساتھ طے کیا اور سولھویں دن مدینہ منورہ جا پہنچا۔ اہلِ مدینہ اس کی اچانک آمد پر حیران رہ گئے۔ سلطان نے آتے ہی شہر میں آنے جانے کے دروازے بند کرا دیے اور پھر منادی کرا دی کہ آج تمام اہلِ مدینہ اس کے ساتھ کھانا کھائیں۔ تمام اہلِ مدینہ نے نہایت خوشدلی سے سلطان کی دعوت قبول کی۔ اس طرح مدینہ منورہ کے تمام لوگ سلطان کی نظر سے گزر گئے لیکن ان میں وہ دو آدمی نہیں تھے جن کی شکلیں اسے خواب میں دکھائی گئی تھیں۔ سلطان نے اکابرِ شہر سے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص تو باقی نہیں رہا جو کسی وجہ سے دعوت میں شریک نہ ہو سکا ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اہلِ مدینہ میں سے تو کوئی شخص ایسا نہیں رہا جو دعوت میں شریک نہ ہوا ہو البتہ دو خدا رسیدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغربی زائر جو مدت سے یہاں مقیم ہیں نہیں آئے۔ یہ دونوں بزرگ ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر کچھ وقت بچتا ہے تو جَنَّتُ البقیع میں لوگوں کو پانی پلاتے ہیں اس کے سوا وہ کسی سے ملتے ملاتے نہیں۔

سلطان نے حکم دیا کہ ان دونوں کو بھی ضرور یہاں لاؤ۔ جب وہ دونوں سلطان کے سامنے حاضر کیے گئے تو اس نے ایک نظر میں پہچان لیا کہ یہ وہی آدمی ہیں جو اسے خواب میں دکھائے گئے تھے۔ انہیں دیکھ کر سلطان کا خون کھول اٹھا لیکن تحقیقِ حال ضروری تھی کیونکہ ان کا لباس زاہدانہ اور شکل وصورت مومنوں کی تھی۔ سلطان نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ روضۂ اقدس کے قریب ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے اور اسی میں ہر وقت ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

سلطان نے ان دونوں کو وہیں اپنے آدمیوں کی نگرانی میں چھوڑا اور خود اکابرِ شہر کے ہمراہ اس مکان میں جا پہنچا۔ یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا جس میں نہایت مختصر سامان مکینوں کی زاہدانہ زندگی کی شہادت دے رہا تھا۔ اہلِ شہر ان دونوں کی تعریف میں رطب اللّسان تھے اور بظاہر کوئی چیز قابلِ اعتراض نظر نہیں آتی تھی لیکن سلطان کا دل مطمئن نہیں تھا اس نے مکاں کا فرش ٹھونک بجا کر دیکھنا شروع کیا۔ یکا یک سلطان کو ایک چٹائی کے نیچے فرش ہلتا ہوا محسوس ہوا۔ چٹائی ہٹا کر دیکھا تو ایک چوڑی سل تھی۔ اسے سرکایا گیا تو ایک خوفناک انکشاف ہوا۔ یہ ایک سرنگ تھی جو روضۂ اقدس کی طرف جاتی تھی۔ سلطان سارا معاملہ آناً فاناً سمجھ گیا اور بے اختیار "صَدَقَ اللّٰهُ وَ صَدَقَ رَسُوْلِ النَّبِیُّ الْکَرِیْم" اس کے منہ سے نکلا۔ سادہ مزاج اہل مدینہ بھی ان بھیڑ نما بھیڑیوں کی یہ حرکت دیکھ کر ششدر رہ گئے' سلطان اب قہر وجلال کی مجسّم تصویر بن گیا اور اس نے ان دونوں ملعونوں کو پابہ زنجیر کر کے اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب وہ سلطان کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے ان سے نہایت غضبناک لہجہ میں مخاطب ہو کر پوچھا۔

"سچ سچ بتاؤ تم کون ہو اور اس ناپاک حرکت سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"

دونوں ملعونوں نے نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی سے جواب دیا:

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے بادشاہ! ہم نصرانی[1] ہیں اور اپنی قوم کی طرف سے تمہارے پیغمبر کی لاش چرانے پر مامور ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی کارِ ثواب نہیں ہے لیکن افسوس کہ عین اس وقت جب ہمارا کام بہت تھوڑا باقی رہ گیا تھا[2] تم نے ہمیں گرفتار کر لیا۔''

سلطان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ اس نے تلوار کھینچ کر ان دونوں بدبختوں کی گردنیں اڑا دیں اور ان کی لاشیں بھڑکتی ہوئی آگ کے الاؤ میں ڈلوا دیں۔ یہ کام انجام دے کر سلطان پر رِقّت طاری ہو گئی اور شدتِ گریہ سے اس کی گھگی بندھ گئی۔ وہ مدینہ منوّرہ کی گلیوں میں روتا ہوا گھومتا تھا اور کہتا تھا ''زہے نصیب کہ اس خدمت کے لیے حضور ﷺ نے اس غلام کا انتخاب فرمایا''

جب ذرا قرار آیا تو سلطان نے حکم دیا کہ روضۂ نبوی ﷺ کے گرداگرد ایک گہری خندق کھودی جائے اور اسے پگھلے ہوئے سیسے سے پاٹ دیا جائے۔

سلطان کے حکم کی تعمیل میں روضۂ اطہر کے چاروں طرف اتنی گہری خندق کھودی گئی کہ زمین سے پانی نکل آیا۔ اس کے بعد اس میں سیسہ بھر دیا گیا تاکہ زمانہ کی دستبرد سے ہر طرح محفوظ رہے۔ یہ سیسے کی دیوار روضۂ اقدس کے گرد آج تک موجود ہے اور اِن شاءَ اللہ اَبَدُ الآباد تک قائم رہے گی۔ اس سے بڑھ کر سلطان کی مغفرت کا اور کیا سامان ہو سکتا ہے۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے)

آج بھی اہلِ مدینہ سلطان نور الدّین ؒ کا نام نہایت محبت اور احترام سے لیتے ہیں اور اس کا شمار ان نفوسِ قدسی میں کرتے ہیں جن پر سید البشر ﷺ نے خود اپنے اعتماد کا اظہار فرمایا اور ان کے محبِ رسول ﷺ ہونے کی تصدیق فرمائی۔

ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

---

[1] بعض روایتوں میں ہے کہ یہ دونوں یہودی تھے۔

[2] ایک روایت میں ہے کہ یہ سرنگ حضرت عمرِ فاروقؓ کے جسدِ مبارک تک پہنچ چکی تھی یہاں تک کہ ان کا ایک پاؤں ننگا ہو گیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سانحہ حِصنُ الاکراد

۵۵۸ھ/ ۱۱۶۳ء میں کاؤنٹ ریمنڈ (قمص) والی طرابلس نے شرارت پر کمر باندھی اور اپنی ریاست (کاؤنٹی) کے نواحی مسلم علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ سلطان کو عیسائیوں کی شرانگیزی کی اطلاع ملی تو اس نے فی الفور اپنے لشکر کو مرتب کیا اور بعزمِ طرابلس تیزی سے قطعِ مسافت کرتے ہوئے حصن الاکراد[1] (قلعۂ اکراد) کے قریب "بقیعہ" کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ حصن الاکراد کے اندر کثیر التعداد عیسائی جنگجو جمع تھے اور کئی دن سے لڑائی کے لیے تیاری کر رہے تھے تاہم ان کو کھلے میدان میں سلطان کا سامنا کرنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ قلعہ بند ہو کر لڑائی کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔ ایک دن عین دوپہر کے وقت جب سلطان کی فوج ہتھیار کھول کر اپنے خیموں میں آرام کر رہی تھی۔ عیسائی قلعۂ اکراد کے ایک خفیہ دروازے سے نکل کر پہاڑی راستے طے کرتے ہوئے اچانک اس پر آ پڑے۔ مسلمانوں کو اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ ہتھیار سنبھال سکتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ایک بڑی تعداد کو عیسائیوں نے آناً فاناً شہید کر ڈالا اور پھر بڑھ کر سلطان کے خیمے کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نے اس نازک موقع پر بے مثال حوصلہ اور شجاعت کا مظاہرہ کیا وہ بغیر قبا پہنے شمشیر بدست اٹھ کھڑا ہوا اور دائیں بائیں آگے پیچھے وار کرتا ہوا عیسائیوں کی صفوں کو چیر کر نکل گیا۔ خوش قسمتی سے اس کا گھوڑا خیمے

---

[1] اکراد کا مضبوط پہاڑی قلعہ اس شمالی درّے کا پاسبان تھا جو طرابلس و طرطوس اور حمص و حماۃ کے درمیان تھا۔ اس قلعہ کو بالڈون ثانی شاہِ یروشلم کے داماد اور جانشین فلک (Fulk) نے اپنے زمانۂ حکومت ۱۱۳۱ء تا ۱۱۴۲ء میں تعمیر کرایا تھا۔ (فلپ کے حتی)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باہر کھڑا تھا۔ وہ اچک کر اس پر سوار ہو گیا اور دور تک پھیلے ہوئے عیسائیوں کے جتھوں کے درمیان سے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نکل گیا۔

اس ہزیمت سے سلطان کو صدمہ تو بہت ہوا لیکن اس کے عزم و ہمت میں ذرّہ بھر کمی نہ ہوئی۔ وہ جائے سانحہ (بقیعہ) سے صرف چھ کوس کے فاصلہ پر حمص کے قریب بحیرۂ قدس کے کنارے ایک جگہ ٹھہر گیا۔ جلد ہی بقیعہ سے وہ مسلمان بھی وہاں آ پہنچے جو عیسائیوں کی تلواروں کا شکار ہونے سے بچ گئے تھے۔ انہوں نے سلطان سے عرض کیا کہ ہم اس وقت بالکل بے سروسامان ہیں اور خدشہ ہے کہ عیسائی ہمارے تعاقب میں یہاں آ پہنچیں۔ فتح مند دشمن کے اس قدر قریب کھلی جگہ پر پڑاؤ ڈالنے کے بجائے بہتر یہ ہے کہ ہم حمص کے اندر جا کر قیام کریں۔

سلطان نے گرج کر کہا "دوستو! اگر میرے ساتھ صرف ایک ہزار سوار رہ جائیں تب بھی مجھے کثیر التعداد دشمن کی کوئی پروا نہیں۔ ربِّ ذوالجلال کی قسم جب تک میں عیسائیوں سے مسلمانوں کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ ہرگز کسی دیوار کے سایہ میں نہ بیٹھوں گا"۔

سلطان کا جواب بے مثال خود اعتمادی اور مومنانہ عزیمت کا آئینہ دار تھا۔ اس نے اس کے ساتھیوں کے سینوں میں ایمان اور یقین کی شمع روشن کر دی اور وہ آخری دم تک سلطان کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔

سلطان نے اسی وقت دمشق اور حلب سے خیمے، گھوڑے اور آلات حرب و ضرب وغیرہ منگوا بھیجے۔ جب یہ سامان پہنچ گیا تو اس نے اسے اپنے تمام ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے دو لاکھ کے قریب دینار نہ صرف ان لوگوں کے ورثاء میں نقد تقسیم کیے جو اس واقعہ میں شہید ہو گئے تھے بلکہ ان کی جگہ ان کی اولاد یا دوسرے اعزہ و اقارب کو فوج میں بھی بھرتی کر لیا۔ اس طرح چند دنوں کے اندر اندر اس کے لشکر کی حالت ویسی ہی ہو گئی جیسی کہ اس سانحہ سے پہلے تھی۔

صاحب "کتاب الروضتین" علامہ شہاب الدینؒ کا بیان ہے کہ اس موقع پر جب سلطان اپنے لشکریوں میں مال و اسباب اور روپیہ تقسیم کر رہا تھا، اس کے دیوان نے مشورہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ لوگ جس قدر نقصان کا دعویٰ کرتے ہیں اس پر ان سے حلف لیا جائے اور اسی کے مطابق ان کے نقصان کی تلافی کی جائے۔ سلطان کی فیاض طبیعت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اپنے کسی لشکری کے بیان پر شک کرے۔ اس نے حکم دیا کہ کسی شخص سے ہرگز حلف نہ لیا جائے' وہ جو طلب کرے اس کو دے دیا جائے۔ میں ان کو تھوڑا یا بہت جو کچھ بھی دیتا ہوں اس میں اجر و ثواب بھی میرے پیش نظر ہوتا ہے۔

ایک امیر نے عرض کیا کہ اگر آپ کو اجر و ثواب کا خیال ہے تو آپ کے شہر میں صوفیا' فقہا' زُہاد اور فقرا کثیر تعداد میں موجود ہیں' ان کو دیجیے اور ان سے امداد طلب کیجیے۔

اس امیر کی یہ بات سن کر سلطان کا چہرہ شِدّتِ جذبات سے سرخ ہو گیا اور اس نے تیز لہجے میں کہا:

''خدا کی قسم مَیں صرف اللہ تعالیٰ سے مدد کا طلب گار ہوں' جو لوگ میدانِ جہاد سے دور بیٹھے ہیں ان سے کیا مدد ملے گی' جو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نرم بچھونوں کو چھوڑ کر تیروں اور تلواروں کے سائے میں شب و روز گزارتے ہیں ان کا حق چھین کر دوسروں کو کیسے دوں؟ بیت المال کے سب سے زیادہ مستحق تو وہی لوگ ہیں جو تیروں اور تلواروں کی بارش میں کافروں سے لڑتے ہیں اور اعلائے کلمۃ الحق کرتے ہیں۔''

سلطان کا مجاہدانہ جواب سن کر ایسے مشورے دینے والے تمام لوگ خاموش ہو گئے اور وہ نہایت دریادلی سے اپنے فوجیوں میں مال و اسباب تقسیم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سب کی تالیفِ قلب ہو گئی اور ہزیمت کی ناخوشگوار یاد ان کے دلوں سے محو ہو گئی۔

بقیعہ کے واقعہ کے بعد عیسائیوں نے ارادہ کیا کہ تیزی سے آگے بڑھ کر حمص پر قبضہ کر لیں لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ صرف چھ کوس کے فاصلہ پر سلطان پھر جنگ کے لیے زور شور سے تیاریاں کر رہا ہے تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور کسی جارحانہ اقدام کے بجائے اپنے دِفاع کی فکر کرنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ سلطان بہت جلد واپس چلا جائے گا لیکن جب کافی عرصہ گزر گیا تو ان کو یقین ہو گیا کہ سلطان اب پوری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوّت سے اُن پر حملہ آور ہوگا۔ اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے انہوں نے سلطان کو صلح کا پیغام بھیجا۔ جب سلطان نے اس پیغام کا کوئی جواب نہ دیا تو وہ منتشر ہو کر اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے گئے۔ اسی اثنا میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ سلطان دمشق کو لوٹنے پر مجبور ہو گیا۔ تاہم بقیعہ کی ہزیمت کا بدلہ لینے کا خیال اس کے دل میں بدستور جاگزیں تھا اور اس کے شب و روز اسی فکر میں گزرتے تھے کہ کب عیسائیوں کو قرار واقعی سزا دی جائے۔

نبی کریم ﷺ کے عزیز واقارب

مصنف: محمد اشرف شریف' ڈاکٹر اشتیاق احمد

قیمت: 175 روپے

- ☆ رسول کریم ﷺ کے عزیز واقارب کی 20 پشتوں کا تعارف
- ☆ کیا نبی کریم ﷺ کے عزیز واقارب کو آپ کی نبوت کا علم تھا؟
- ☆ نبی کریم ﷺ کے گیارہ چچا اور چھ پھوپھیوں کا مفصل تعارف
- ☆ آپ کے سسرالی قرابت دار کون کون تھے؟ آپ کی اولاد' داماد اور نواسے' نواسیاں کتنے ہیں؟
- ☆ رسول کریم ﷺ کے عزیز واقارب بارے مستند بیانات اور بے شمار حوالے جو آپ تلاش کر رہے ہیں۔ اس کتاب میں موجود ہیں۔

طٰہٰ پبلی کیشنز

حبیب بینک بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور فون: 7231391

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِصر کی پکار

مِصر کی فاطمی خلافت کی شوکت و سطوت کا انحطاط پانچویں صدی ہجری (یا گیارھویں صدی عیسوی) کے وسط ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ تاہم جب تک پانچواں خلیفہ مستنصر بِاللہ (۴۲۷ھ تا ۴۸۷ھ) زندہ رہا' فاطمی خلافت کی ظاہری آب و تاب کسی حد تک قائم رہی۔ اس کی وفات کے بعد یہ ظاہری ڈھانچہ بھی تیزی سے درہم برہم ہونا شروع ہو گیا۔ فاطمیوں کے اسی انحطاط کا فائدہ اٹھا کر صلیبیوں نے اس صدی کے آخر میں (اور پھر چھٹی صدی ہجری کے وسط تک) شام اور فلسطین میں کئی ایسے شہر فتح کر لیے جو خلافتِ مصر کے زیرِ اقتدار تھے۔ اگر فاطمی حکمران اپنی ابتدائی ناکامیوں سے عبرت حاصل کرتے اور اپنی تمام تر توجہ صورتِ احوال کی اصلاح پر مرکوز کر دیتے تو شاید مصر کو آنے والے سالوں کی اس تباہی و خونریزی سے دوچار نہ ہونا پڑتا جس نے دولتِ فاطمیہ کے جاہ و جلال کو ہمیشہ کے لیے خاکِ نامرادی میں دفن کر دیا۔

دراصل اس زمانے میں مصر کے حکمرانوں کی حیثیت "شاہِ شطرنج" سے زیادہ نہ تھی۔ اصل طاقت وزرا کے ہاتھ میں تھی۔ مدعیانِ وزارت ہر وقت باہمی جنگ و جدال اور طاقت آزمائی میں مصروف رہتے تھے۔ جو جیت جاتا تھا وہی سلطنت کے سیاہ و سپید کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ خلیفہ کی مجال نہ تھی کہ اس کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی اٹھائے۔ وہ ہر حالت میں برسرِ اقتدار وزیر کے اشاروں پر چلنے کے لیے مجبور تھا۔

چھٹے فاطمی خلیفہ مستعلی باللہ نے بیت المقدس کو اپنے ہاتھوں سے کھو کر ۴۹۵ھ میں وفات پائی تو اس کے بعد آمر باحکام اللہ۔ حافظ الدّین اللہ اور ظافر بامراللہ یکے بعد

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیگرے مصر کی مَسندِ خلافت پر بیٹھے۔ ان کے عہدِ حکومت میں صلیبیوں نے شہر پر شہر فتح کر ڈالے اور وہ بے بسی کے عالم میں مسلمانوں کے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا تماشا دیکھتے رہے[1]۔ دسویں فاطمی خلیفہ فائز بنصر اللہ کے عہدِ حکومت (۵۴۹ھ تا ۵۵۶ھ) میں مصر کے ضعف و اضمحلال کی یہ کیفیت ہو گئی کہ حکومت مصر ہر سال صلیبی فرمانرواؤں کو ایک کثیر رقم محض اس لیے بھیجتی تھی کہ وہ مصر پر چڑھائی نہ کریں۔ فائز جب مَسندِ خلافت پر بیٹھا تو اس کی عمر پانچ سال سے زیادہ نہ تھی۔ حکومت کی باگ ڈور اس کے وزیر صالح طائع بن زریک ارمنی کے ہاتھ میں تھی اور حقیقت میں وہی سلطنت کے سیاہ و سپید کا مالک تھا۔ فائز کی وفات کے بعد صالح نے ۵۵۶ھ میں حافظ الدین اللہ کے ایک نابالغ پوتے

---

[1] (۱) آمر باحکام اللہ (۴۹۵ھ تا ۵۲۴ھ) خلیفہ بنتے وقت اس قدر کم عمر تھا کہ تنہا گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ اس کے عہد میں صلیبیوں نے عکہ، طرابلس الشام اور کئی دوسرے شہر فتح کر لیے۔ ۵۱۱ھ میں بالڈون شاہِ یروشلم نے خاص مصر میں داخل ہو کر "فرما" پر حملہ کیا اور شہر پر قبضہ کر کے باشندوں کو ذبح کر ڈالا، مکانات لوٹ لیے اور مسجدوں کو آگ لگا دی۔ خلیفہ کو اپنی مجلسِ عیش و نشاط چھوڑ کر صلیبیوں کے مقابلہ پر آنے کی توفیق نہ ہوئی۔ اگر بالڈون بیمار ہو کر واپس نہ چلا جاتا تو مصر کے مسلمانوں کو اس سے بڑی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ۲ ذیقعدہ ۵۲۴ھ کو ایک باطنی نے آمر کو قتل کر دیا۔

(۲) حافظ الدین اللہ (۵۲۴ھ تا ۵۴۴ھ) ساٹھ سال کی عمر میں مَسندِ خلافت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں روجر ثانی فرمانروائے سسلی نے ایک زبردست بحری بیڑے کے ساتھ افریقہ پر حملہ کیا اور برقہ، طرابلس الغرب اور مہدیہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر سکندریہ کی طرف بڑھا لیکن سسلی پر رومیوں کے حملہ کی وجہ سے واپس جانے پر مجبور ہو گیا۔ حافظ الدین اللہ نے ۵۴۴ھ میں وفات پائی۔

(۳) ظافر بامر اللہ (۵۴۴ھ تا ۵۴۹ھ) ۱۷ سال کی عمر میں خلیفہ بنا۔ دن رات عیش و عشرت میں مشغول رہتا تھا۔ اس کے عہد میں صلیبیوں نے عسقلان کو فتح کر لیا اور روجر ثانی شاہِ صقلیہ (سسلی) نے یلغار کر کے شہر تانیس اور فرما کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ ظافر محرم ۵۴۹ھ میں اپنے وزیر عباس کی سازش سے قتل کر دیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ (عمر نو سال) کو "عاضد الدین اللہ" کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ اسی سال خلیفہ کی پھوپھی نے سازش کر کے صالح کو قتل کرا دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محی الدین زریک وزیر مقرر ہوا۔ خلیفہ نے اس کو ملک العادل کا خطاب دیا۔

محی الدین زریک بن صالح دو سال ہی وزارت کرنے پایا تھا کہ ۵۵۸ھ میں ایک عرب امیر شاور السعدی نے (جو بعض روایتوں کے مطابق صعید کا گورنر تھا) اس کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کر دیا اور معمولی لڑائی کے بعد زریک کو مغلوب کر کے قاہرہ میں داخل ہو گیا۔ خلیفہ نے اپنی جان بچانے کے لیے قلمدانِ وزارت اس کے سپرد کر دیا اور یوں شاور مصر کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا لیکن حالات نے بہت جلد پلٹا کھایا اور ایک دوسرے امیر ضرغام لخمی نے ایک جمعیت فراہم کر کے شاور کو شکست دی اور خود وزیر بن بیٹھا۔ اب شاور کے لیے مصر میں کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ وہ تن تنہا چھپتا چھپاتا شام کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی غیر حاضری میں ضرغام نے اس کے دو نوعمر بیٹوں طیا (عمر ۱۳ سال) اور سلیمان (عمر ۱۱ سال) کو گرفتار کر کے بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا اور شاور کے محل کو لوٹ لیا۔ بعض مغربی مؤرخین کا بیان ہے کہ ضرغام نے شاور کی ایک نوجوان بیٹی کو بھی قتل کر ڈالا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے کانوں میں بھنک پڑی کہ بہت سے امرا شاور کو پھر وزارت پر بلانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اس نے تحقیق کے بغیر ان امرا کو (جن کی تعداد ساٹھ اور ستر کے درمیان تھی) اپنے گھر بلا بھیجا۔ جب وہ آ گئے تو ضرغام کے غلام برہنہ تلواریں لے کر ان پر پل پڑے اور آن واحد میں سب کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ نے سارے ملک میں سنسنی پھیلا دی اور حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔

ادھر یروشلم کا صلیبی فرمانروا اموری (اما لرک) مدت سے مصر پر نظریں جمائے بیٹھا تھا اور بڑی دلچسپی اور مسرت سے اس بدقسمت ملک کے مسلمانوں کی باہمی آویزشوں کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ گزشتہ چند سال کی وزارت گردی نے مصر کے قوائے حکومت کو مفلوج بنا کر رکھ دیا تھا۔ زریک بن صالح اور شاور اور پھر شاور اور ضرغام کے مابین جنگِ اقتدار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی اور اموری ایک جرّار فوج لے کر مصر پر چڑھ دوڑا۔ ضرغام نے اپنے بھائی ناصرالدین ملہم کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا لیکن وہ شکست کھا کر نہایت بری حالت میں قاہرہ واپس آ گیا اور صلیبیوں نے بلبیس کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔

دوسری طرف نورالدین محمود بھی مصر کے حالات پر کڑی نگاہ رکھ رہا تھا اور عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں اور بدعزائم کی اطلاعات اس کو برابر مل رہی تھیں۔ مصر عیسائیوں کے نزدیک جس قدر اہم تھا' نورالدین کے نزدیک اس سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اس نے مصر کے داخلی معاملات میں دخل دینے سے ہمیشہ گریز کیا تھا لیکن وہ یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ عیسائی مصر پر قابض ہو کر نہ صرف یروشلم کے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی تاریخ کو دہرائیں بلکہ تمام عَالَمِ اسلام کے لیے ایک عظیم خطرہ بن جائیں۔ مصر میں صلیبیوں کی پیش قدمی کی اطلاع اس کے لیے بڑی تشویش کا باعث ہوئی اور وہ فوراً اس خطرے کا تدارک کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گیا۔ عین اسی زمانے میں شاور بحالِ تباہ فریادی بن کر اس کے دربار میں پہنچا۔[1]

شاور کی فریاد

شاور سلطان کی خدمت میں پیش ہوا تو اس کی حالت بڑی دردناک تھی۔ اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا۔ کپڑے تار تار ہو چکے تھے اور راستے کی صعوبتوں سے جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔ حکومت' دولت' اولاد غرض ہر متاعِ عزیز اس سے

---

[1] شاور کے وُرُودِ دمشق کے زمانہ کے بارے میں مُورخین میں قدرے اختلاف ہے۔ قاضی ابن شداد کا بیان ہے کہ وہ ۵۵۸ھ میں دمشق پہنچا اور اُسی سال نورالدّین نے مصر کو پہلی مہم بھیجی لیکن ابنِ اثیر اور عماد کاتب لکھتے ہیں کہ وہ ربیع الاول ۵۵۹ھ میں دمشق آیا اور سلطان نے جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ میں شیرکوہ کو مصر بھیجا۔ ہوسکتا ہے کہ شاور ۵۵۸ھ کے آخر یا ۵۵۹ھ کے آغاز میں دمشق پہنچا ہو بہرصورت مصر کو پہلی مہم سلطان نے جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ ہی میں روانہ کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھن چکی تھی اور دنیا اس کی نظروں میں اندھیر ہو رہی تھی۔ اب سلطان نور الدین ہی اس کی امیدوں کا آخری سہارا تھا۔ شاور نے روتے ہوئے جب اپنی مظلومی اور ضرغام کی چیرہ دستیوں کی تڑپا دینے والی داستان سنائی تو رحم دِل سلطان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد جب اس نے مصر میں صلیبیوں کی ریشہ دوانیوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور سلطان کو بتایا کہ ضرغام کو اس کے خلاف ابھارنے میں صلیبیوں کا ہاتھ تھا اور اب وہ اس کو مغلوب کر کے یا اپنے دامِ تزویر میں پھنسا کر مصر پر اپنا تسلّط جمانا چاہتے ہیں تو حمیّتِ اسلامی نے سلطان کے خون کو گرما دیا اور اس نے شاور سے کہا کہ میں مصر کو کفّار کے تسلّط سے بچانے کے لیے تمہیں مدد دینے کو تیار ہوں لیکن اس کے عوض تمہیں بھی کچھ ذِمّہ داری قبول کرنی ہوگی۔

سلطان کے یہ الفاظ شاور کے لیے آبِ حیات ثابت ہوئے۔ اس نے فوراً حلف اٹھا کر کہا کہ ہر ذِمّہ داری قبول کرنے کو تیار ہوں۔ سلطان نے اعیانِ دولت سے مشورہ کرنے کے بعد شاور کو بتایا کہ فتح کے بعد اس کو سارے مصارفِ جنگ کے علاوہ مصر کی آمدنی کا تیسرا حصہ (ایک ثُلث) بھی ہر سال فوجی مصارف کے لیے حکومتِ دمشق کو ادا کرنا ہوگا اور شامی فوج جب تک ضروری ہوا' مصر میں قیام کرے گی۔ شاور نے جب یہ شرطیں بغیر کسی حیل و حُجّت کے تسلیم کر لیں تو سلطان نے اسدالدین شیرکوہ کو حکم دیا کہ وہ ضروری تیاری کے بعد شاور کے ساتھ مصر کو روانہ ہو جائے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کی پہلی مہم

اسدالدّین شیر کوہ ۱۱۔ جُمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ کو ایک مختصر لیکن مضبوط فوج کے ساتھ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس مہم میں اس کا بھتیجا صلاح الدین یوسف بھی شریک تھا۔ شیر کوہ نے اس کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر اور عَلَم بردار مقرر کیا تھا۔ ضرغام نے اس لشکر کی آمد آمد کی خبر سنی تو کمال بے غیرتی سے اموری شاہِ یروشلم سے مدد مانگ بھیجی حالانکہ چند دن پہلے وہ اس سے شکست کھا چکا تھا۔ اموری اس کو مدد دینے پر تیار ہو گیا مگر پیشتر اس کے کہ اس کی فوج مصر پہنچے شیر کوہ کا سر فروش لشکر منزل پر منزل طے کرتا ہوا ۲۹۔ جمادی الاولیٰ ۵۵۹ھ کو مصر میں داخل ہو گیا۔ ضرغام نے اپنے بھائی ناصر الدین ملہم کی سرکردگی میں ایک بڑی فوج شیر کوہ کی مزاحمت کے لیے روانہ کی خوش قسمتی سے اس فوج کی اکثریت ناتربیت یافتہ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ جب بلبیس کے قریب تل یسط کے مقام پر دونوں فوجوں میں ٹکر ہوئی تو شیر کوہ نے بڑی آسانی سے مصری فوج کو روند ڈالا اور اس کا تعاقب کرتا ہوا سیدھا قاہرہ میں جا داخل ہوا۔ ضرغام فاتح فوج کے ایک سپاہی کے ہاتھ سے مشہد سیدہ نفیسہ کے قریب قتل ہو گیا[1]۔ شاور نے اس کے بھائی ناصر الدین ملہم کو بھی قتل کرا دیا اور خود وزارت پر قابض ہو کر کاروبارِ حکومت اپنی مرضی کے مطابق چلانے لگا۔

چند دن کے بعد شیر کوہ نے شاور سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق مصارفِ جنگ

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ مصری فوج کو شکست کی خبر سن کر قاہرہ کے عوام نے ضرغام کے خلاف بغاوت کر دی اور اس کو پکڑ کر قتل کرا ڈالا۔ (صلاح الدین مصنفہ محمد فرید ابو حدید)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مصر کی آمدنی کا ایک ثُلث اس کو ادا کرے۔ شاور ایک بدفطرت آدمی تھا۔ ایوانِ وزارت پر قبضہ کرتے ہی اس کی نیت میں فتور آ گیا تھا اور وہ شیرکوہ سے نجات حاصل کرنے کی فکر میں تھا۔ پہلے تو اس نے حیلہ حوالہ سے کام لیا لیکن جب شیرکوہ نے آنکھیں دکھائیں تو بمشکل تیس ہزار دینار دینے پر رضامند ہوا۔ شیرکوہ نے یہ رقم لینے سے انکار کر دیا اور شاور سے کہا کہ وعدہ کے مطابق پوری رقم ادا کرو ورنہ میرے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

شاور کی غدّاری

بدبخت شاور نے اپنے محسن شیرکوہ سے مفاہمت کرنے کی بجائے غدّاری پر کمر باندھی اور قاہرہ کے دروازے بند کر کے لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ شیرکوہ نے اپنی فوج قاہرہ کے اردگرد پھیلا دی اور صلاح الدین کو کچھ سپاہیوں کے ساتھ ضروری سامان لانے کے لیے بلبیس روانہ کر دیا۔ شاور اگر اپنے بل بوتے پر شیرکوہ کا مقابلہ کرتا تو شاید اس کے کردار کی سیاہی اتنی نمایاں نہ ہوتی لیکن شیرکوہ کو زک پہنچانے کی دُھن میں اس کا ضمیر ایسا مردہ ہوا کہ وہ مِلّت فروشی کی راہ پر چل نکلا اور در پردہ اموری شاہِ یروشلم کو یکے بعد دیگرے دو خط لکھے جن میں اس سے شیرکوہ کے خلاف مدد مانگی اور صلیبی فوج کے لیے رسد اور فی پڑاؤ ایک ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا۔ اموری تو پہلے ہی مصر میں داخل ہونے کے لیے بہانہ ڈھونڈ رہا تھا۔ وہ فوراً بیس ہزار تربیت یافتہ فوجیوں کے ساتھ مصر میں داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ شاور کے پانچ ہزار سپاہی بھی مل گئے۔ شیرکوہ کے ساتھ صرف دو ہزار سپاہی تھے جن میں سواروں کی تعداد محض چھ سَو تھی۔ وہ عیسائیوں کی یلغار کی خبر سُن کر قاہرہ سے بلبیس چلا گیا اور وہاں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ عیسائی اور مصر فوجوں نے بلبیس کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بہتیرے جتن کیے لیکن شیرکوہ کی جانباز فوج نے ان کو قلعہ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنے دیا۔ یہاں تک کہ دن پر دن اور ہفتے پر ہفتہ گزرنے لگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتحِ حارم

سلطان نورالدّین کو جب خبر ملی کہ شاور نے شیرکوہ سے غدّاری کی ہے اور صلیبیوں کو اپنی مدد کے لیے بلا کر اس کو بلبیس میں محصور کر لیا ہے تو اس نے ماہِ رمضان ۵۵۹ھ (مطابق اگست ۱۱۶۴ء) میں عیسائیوں کے مشہور قلعے حارم پر چڑھائی کر دی۔ اس حملہ سے اس کا مقصد دوسرا محاذِ جنگ کھول کر عیسائی قوت کو منتشر کرنا تھا۔ سلطان نے جونہی حارم کا محاصرہ کیا' بوہمنڈ ثانی والی انطاکیہ' ریمنڈ (قمص) والیِ طرابلس اور جوسلین ثالث متحد ہو کر اس کے مقابلے پر آ گئے۔ ان تینوں کی افواج کی مجموعی تعداد ۳۲ ہزار کے لگ بھگ تھی[1]۔ دوسری طرف نورالدّین کے پاس صرف چار ہزار سپاہی تھے۔ تاہم وہ عیسائیوں کی کثرتِ تعداد سے مطلق ہراساں نہ ہوا اور اپنے لشکر کو ایسے ماہرانہ انداز میں مرتب کیا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گیا۔ عرب مُوَرِّخین نے اس موقع پر سلطان کے لشکر کی ترتیب اس طرح قلمبند کی ہے۔

مقدمۃ الجیش

اس میں پانچ سَو موصلی جانباز تھے جن کی قیادت سلطان کا بھائی قطب الدین مودود کر رہا تھا۔ قطب الدین کا فرزند زین الدین اس کی نیابت کر رہا تھا۔

میمنہ

اس میں ایک ہزار خلجی جنگجو تھے۔ ان کا افسر فخر الدین قزاارسلان تھا۔

---

[1] بوہمنڈ ثانی اور ریمنڈ دس دس ہزار اور جوسلین ثالث بارہ ہزار سپاہی اپنے ساتھ لائے۔ ان کی فوجوں میں فرانس اور روم کے کئی نامور امرا بھی شامل تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میسرہ

اس میں ماردین کے ایک ہزار سپاہی تھے' ان کا افسر نجم الدین تھا۔

قلب لشکر

اس میں دمشق کے ایک ہزار کرد سپاہی تھے۔ ان کی قیادت نورالدین خود کر رہا تھا۔

ساقہ

اس میں مختلف علاقوں کے پانچ سو مجاہدین شامل تھے۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے سلطان نے میمنہ کے افسر فخر الدین قزاارسلان کو تخلیہ میں بلا کر ہدایت کی کہ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر عیسائیوں کا پہلا ہلّہ روکو اور تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد اپنے قدم بتدریج اس طرح پیچھے ہٹاؤ کہ حملہ آور بہت سی ٹکڑیوں میں بٹ جائیں۔

قزاارسلان نے سلطان کی ہدایت پر عمل کیا۔ جب عیسائی لشکر نے اس پر دھاوا کیا تو اس نے اپنی جمعیت کو منتشر کر کے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دو کوس کے قریب پیچھے ہٹ گیا۔ عیسائی اس کی جنگی چال کو نہ سمجھ سکے اور اس کے منتشر سپاہیوں کا تعاقب کرتے ہوئے دور تک پھیل گئے۔ عین اس وقت سلطان نے اپنے میسرہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ماردینی جانباز "یاللاسلام" کے نعرے لگاتے ہوئے بجلی کی طرح عیسائیوں پر گرے اور ان کی صفیں درہم برہم کر کے رکھ دیں۔ عیسائی فوج کے سوار اور پیادے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ان میں افراتفری کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اب سلطان نے قلب لشکر اور مقدمۃ الجیش کو ساتھ لے کر اس زور کا حملہ کیا کہ عیسائی حواس باختہ ہو گئے اور اپنے ایک تہائی آدمی میدان جنگ میں کٹوا کر بھاگ نکلے۔[1] فتح مند مسلمانوں نے پانچ ہزار کے قریب عیسائی گرفتار کر لیے ان میں ان کے تمام سربرآوردہ سردار بوہمنڈ والی انطاکیہ' ریمنڈ والی طرابلس' جوسلین ثالث اور ڈیوک آف روم (یا کلیمر)

---

1. بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس جنگ میں بیس ہزار عیسائی مارے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شامل تھے۔ اس طرح سلطان نے عیسائیوں سے بقیعہ کی ہزیمت کا بدلہ لے لیا اور ۲۱۔ رمضان المبارک ۵۵۹ھ کو قلعۂ حارم میں داخل ہو کر اس کی فصیل پر اسلامی عَلَم نصب کر دیا۔ حافظ ابوالقاسم علی بن حسن دمشقی نے تاریخِ دمشق میں لکھا ہے کہ یہ معرکہ نورالدین محمود کے عظیم کارناموں میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اس میں اس نے صرف چار ہزار فوج سے عیسائیوں کے بتیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر کو شکست فاش دی۔

کچھ عرصہ کے بعد بوہمنڈ والیِ انطاکیہ نے ایک کثیر رقم فدیہ میں دے کر سلطان سے رہائی حاصل کر لی۔ سلطان نے اس رقم کو جہاد فی سبیل اللہ میں صَرف کر دیا۔ ریمنڈ (قمص) آٹھ سال تک سلطان کی قید میں رہا اور ۵۶۷ھ میں فخرالدین مسعود بن زعفرانی کی سفارش پر ڈیڑھ لاکھ دینار اور ہزار مسلمان قیدی رہا کرنے پر آزاد ہوا۔

فتح طبریہ

حارم کی فتح کے بعد سلطان تین چار ماہ تک مفتوحہ قلعے ہی میں ٹھہرا رہا۔

اس دوران میں وہ عیسائیوں کے نواحی علاقوں کو برابر تاخت و تاراج کرتا رہا۔

یہاں تک کہ اپنی حدودِ سلطنت کو لاذقیہ اور سویدا تک وسیع کر لیا۔ ذی الحجہ ۵۵۹ھ میں اس نے موصل اور دیارِ بکر کی فوجوں کو واپس جانے کا حکم دیا اور خود طبریہ پر لشکرکشی کی تیاری کرنے لگا۔ عیسائیوں کو سلطان کے ارادہ کی خبر ہوئی تو وہ ہر طرف سے طبریہ کو بچانے کے لیے اُمڈ آئے لیکن سلطان کے لشکر نے کچھ ایسے طریقہ سے نقل و حرکت کی کہ عیسائی متحد ہو کر آگے بڑھنے کی بجائے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے[1]۔ اب سلطان کا کام آسان ہو گیا اس نے مُحرّم ۵۶۰ھ میں بغیر کسی شدید مزاحمت کے طبریہ کو فتح کر لیا۔

---

[1] بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سلطان نے قلعہ بانیاس پر حملہ کر دیا۔ عیسائی اس کو بچانے کے لیے بڑھے تو وہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بانیاس پر قبضہ کر کے طبریہ کی طرف بڑھ چکا تھا لیکن ابنِ ابی طےحلبی کا بیان ہے کہ سلطان نے بانیاس پر ۵۵۲ھ (۱۱۵۷ء) میں قبضہ کر لیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ عیسائیوں نے بغاوت کر کے پھر اس قلعہ پر قبضہ کر لیا ہو اور سلطان نے ۵۶۰ھ میں اس کو دوبارہ فتح کیا ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر سے شیرکوہ کی واپسی

شیرکوہ کو مصر کے قلعہ بلبیس میں محصور ہوئے تین مہینے گزر چکے تھے۔ عیسائیوں نے قلعہ کے چاروں طرف ایسا مضبوط گھیرا ڈال رکھا تھا کہ شیرکوہ کو نورالدّین کی طرف سے براہِ راست کسی مدد کا پہنچنا بہت مشکل تھا۔ تاہم عیسائی مقبوضات پر نورالدّین کی فاتحانہ یلغار نے محاصرین کو حواس باختہ کر دیا اور وہ جلد از جلد یروشلم کو واپس جانے کی تدبیر سوچنے لگے۔ چنانچہ اموری شاہِ یروشلم نے شیرکوہ سے صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ کافی بحث و تکرار کے بعد طے پایا کہ فریقین کی فوجیں مصر کو خالی کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی شاور نے شیرکوہ کو ساٹھ ہزار دینار کی پیشکش کی۔ شیرکوہ نے مصلحتاً اس کی پیشکش قبول کر لی اور مصر سے واپس جانے پر رضامند ہو گیا۔

شیرکوہ کی فوج ذی الحجہ ۵۵۹ھ/ اکتوبر ۱۱۶۴ء میں بلبیس سے نہایت باوقار انداز میں اپنا پرچم لہراتی ہوئی نکلی اور چند دن کے اندر اندر بحفاظت تمام دمشق پہنچ گئی۔

شیرکوہ کے مصر سے رخصت ہونے کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عیسائی فوجیں محاصرہ اٹھا کر مصر سے نکلیں اور ان کے بعد شیرکوہ براہِ خشکی شام کو واپس آیا کچھ دوسروں کا بیان ہے کہ وہ عیسائیوں کی موجودگی میں مصر سے

۱؎ فی الحقیقت محاصرین اور محصورین دونوں لڑائی سے تنگ آ چکے تھے۔ محاصرین کو تو یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں نورالدّین ان کی غیر حاضری میں یروشلم پر قبضہ نہ کر لے اور محصورین رسد کی کمی کی وجہ سے سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے اور پھر اُن کو نہ نورالدّین کی فتوحات کی کوئی خبر تھی اور نہ کسی طرف سے مدد ہی ملنے کی امید تھی۔ ان حالات میں انہوں نے عیسائیوں کے پیغامِ مصالحت کو غنیمت سمجھا اور پُروقار طریقے سے صلح کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکلا۔ محمد فرید ابو حدید نے سیرۃ صلاح الدین میں بلبیس سے شیر کوہ کے رخصت ہونے کا منظر ان الفاظ میں کھینچا ہے:

''اکتوبر ۱۱۶۴ء میں شیر کوہ کی فوج بلبیس سے نکلی۔ نکلتے وقت اس کا منظر کسی فاتح لشکر سے کم نہ تھا۔ فوج بلبیس سے آگے آگے نکل رہی تھی اور اس کے پیچھے اسدالدین ایک بڑا کلہاڑا ہاتھ میں لیے ساقہ کی نگہبانی کرتا ہوا جا رہا تھا۔ فوج کے اردگرد فرنگیوں اور مصری مسلمانوں کی ایک جماعت کھڑی تھی اور ملک سے ان کے نکلنے کا نظارہ دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک فرنگی نے اسدالدّین سے کہا کہ دیکھتے نہیں یہ فرنگی اور مصری کس طرح تمہارے اور تمہاری فوج کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں' کیا تمہیں ان لوگوں سے یہ خطرہ محسوس نہیں ہوتا کہ وہ دھوکا دے کر تمہیں اور تمہارے فوجیوں کو ایک ایک کر کے ختم کر دیں گے۔ شیر کوہ نے جواب دیا کاش وہ ایسا کرنے کی جرأت کریں اور تمہیں میری جوابی کارروائی دیکھنے کا موقع مل جائے کیونکہ اس وقت میں اور میرے فوجی سپاہی تلواریں نکال کر مقابلہ شروع کر دیں گے۔ دشمن کے کئی آدمیوں کو قتل کیے بغیر ہمارا کوئی آدمی بھی جان نہیں دے گا۔ اس کے علاوہ ملک العادل نورالدّین بھی پہنچے گا اور فرنگی اور مصری فوج میں سے ایک فرد بشر بھی بچ نہیں سکے گا۔''

(صلاح الدین ترجمہ محمد عبدالقدوس قاسمی)

فتح منیطرہ

شیر کوہ کی دمشق کو مراجعت کے کچھ عرصہ بعد نورالدّین نے قلعہ منیطرہ کا قصد کیا۔ یہ قلعہ ارضِ لبنان میں افقہ کے قریب واقع تھا اور بعلبک وجبیل کے درّے کی حفاظت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے بنایا گیا تھا۔ یہ اُس دَور کے قلعوں میں سب سے بلند تھا اور صلیبیوں نے اسے ۱۱۰۹ء میں فتح کیا تھا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ سلطان نے ایک مختصر سی فوج کے ساتھ ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء میں المنیطرہ کا محاصرہ کرلیا۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ سلطان کے ہمراہ بہت بڑا لشکر ہوگا۔ اس لیے انہوں نے منیطرہ کے محصور عیسائیوں کو فوری مدد پہنچانے کی جرأت نہ کی اور فوجیں جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس اثناء میں نورالدّین نے قلعہ کو فتح کر لیا اور محصور عیسائیوں کو گرفتار کر کے دمشق بھیج دیا۔ عیسائی جتھہ بند ہو کر جب اہلِ منیطرہ کی مدد کے لیے پہنچے تو قلعہ پر اِسلامی عَلَم لہر رہا تھا اور نورالدّین کی فوج ہر طرف گشت کر رہی تھی۔ عیسائیوں کو سلطان سے ٹکر لینے کی ہمت نہ پڑی اور وہ ناکام و نامراد الٹے پاؤں واپس چلے گئے۔

قاضی ابنِ شداد اور علاّمہ شہاب الدین مقدسیؒ نے لکھا ہے کہ سلطان نورالدّین نے المنیطرہ کو ۵۶۲ھ میں فتح کیا۔ تاہم اس بات پر سب مُورّخین کا اتفاق ہے کہ منیطرہ کی فتح سے عیسائیوں کی قوت پر بڑی کاری ضرب لگی اور کچھ عرصے کے لیے ان کی سرگرمیاں بالکل سرد پڑ گئیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کی دوسری مہم

مصر کے تموّل اور ضعف کو مسلمان اور عیسائی دونوں دیکھ آئے تھے اور جان چکے تھے کہ اس ملک میں اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھنے کی سکت نہیں رہی۔ شیرکوہ نے نورالدین پر اچھی طرح واضح کر دیا کہ مصر عیسائیوں سے صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ ہم خود اس پر قبضہ کر لیں۔ ہمارا منتہائے مقصود یروشلم اور فلسطین و شام کے دوسرے علاقوں سے عیسائیوں کو نکالنا ہے۔ اگر خدانخواستہ انہوں نے مصر پر قبضہ کر لیا تو ان کا اقتدار نہ صرف ان علاقوں پر مستحکم ہو جائے گا بلکہ ہمارے مقبوضات اور دوسرے بلادِ اسلامیہ بھی معرضِ خطر میں پڑ جائیں گے۔ سلطان نے شیرکوہ کے مشورہ کی اصابت کو تسلیم کر لیا اور اس کو دوبارہ مصر جانے کی اجازت دے دی۔

۱۲۔ ربیع الاول ۵۶۲ھ کو شیرکوہ دو ہزار سواروں کے ساتھ دوبارہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس بار بھی صلاح الدین یوسف اس کے ہمراہ تھا۔ قاضی بہاؤ الدین ابنِ شداد کا بیان ہے کہ شاور نے شیرکوہ کی پیش قدمی کی خبر سن کر اموری شاہِ یروشلم کو اپنی مدد کے لیے بلا بھیجا۔ اموری ایک جرّار لشکر لے کر شیرکوہ کے پہنچنے سے پہلے ہی مصر میں داخل ہو گیا اور مصری فوج کے ساتھ مل کر شیرکوہ کی مزاحمت کی تیاری کرنے لگا۔ شیرکوہ خشکی کے راستے فرانسیسی مقبوضات کو دائیں جانب چھوڑتے ہوئے مصر میں داخل ہوا اور اطفیح کے قریب دریائے نیل کو عبور کر کے مصر کی مغربی جانب جیزہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں وہ چون (۵۴) روز تک مقیم رہ کر شاور اور اس کے عیسائی مددگاروں کی سرگرمیوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اس دوران میں مصری حکومت نے عیسائیوں سے تحریری معاہدہ کر لیا کہ ان کو دو لاکھ اشرفیاں جنگ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے اور دو لاکھ فتح حاصل کرنے کے بعد ادا کی جائیں گی۔ اس معاہدہ پر خلیفہ العاضد نے خود اپنے دستخط ثبت کیے۔ اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد عیسائیوں اور مصریوں کی مُتّحِدہ فوج شیرکوہ کی طرف بڑھی۔ شیرکوہ جیزہ سے صعید کی طرف کوچ کر کے بابین (Babain) کے مقام پر خیمہ زن ہو گیا۔ یہاں اس کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ دشمن کے پاس بے شمار فوج اور سامان جنگ ہے۔

شیرکوہ بڑا شجاع اور بلند حوصلہ آدمی تھا' وہ خود تو دشمن کے لاؤ لشکر سے ہراساں نہ ہوا البتہ یہ فکر اسے ضرور ہوئی کہ کہیں اس کی قلیل اور غریب الدّیار جمعیت کے دل نہ چھوٹ جائیں۔ چنانچہ اس نے تمام سرداران فوج کو بلا کر صحیح صورتِ حال ان کے سامنے رکھ دی اور آیندہ لائحۂ عمل کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ بیشتر امیروں نے یہ رائے ظاہر کی کہ اس اجنبی ملک میں اگر خدانخواستہ ہم شکست کھا گئے تو ہمارے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ یہاں کے عوام' خواص' لشکری اور کسان سب ہمارے خون کے پیاسے ہیں' وہ چُن چُن کر ہم کو قتل کر ڈالیں گے' پھر دو ہزار سواروں کے ساتھ بیس پچیس ہزار فوج کا مقابلہ کرنا یوں بھی دانائی سے بعید ہے' ہمارے لیے فی الحال بہتر یہی ہے کہ دریائے نیل کو مشرقی جانب سے عبور کر کے واپس شام چلے جائیں۔ لیکن ایک شیر دل فوجی سردار شرف الدین برغش تلوار زمین پر ٹیک کر کھڑا ہو گیا اور اس نے للکار کر کہا۔ "دوستو! دشمن کی کثرت کے خوف سے پیٹھ پھیر کر وطن کو بھاگ جانا صریح بزدلی اور نمک حرامی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص موت یا قید سے ڈرتا ہے وہ فوج میں کیوں شامل ہوتا ہے' اس کو چاہیے کہ مخنثوں میں شامل ہو جائے یا عورتوں کے ساتھ گھر میں بیٹھ رہے۔ خدا کی قسم اگر ہم یہاں سے بغیر جنگ کیے واپس گئے تو خدا کی ناراضی کے علاوہ الملک العادل نور الدّین محمود کے غضب کا نشانہ بھی بن جائیں گے' وہ ہماری تنخواہیں بند کر دے گا اور جاگیریں ضبط کر لے گا۔ جب وہ ہم سے پوچھے گا کہ تم مسلمانوں کا مال کھاتے ہو اور ان کے دشمنوں سے بھاگتے ہو' مصر کو کُفّار کے حوالے کیوں کر آئے تو اس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ ہوگا' بھائیو! خدا سے ڈرو' کل قیامت کے دن وہ تمہاری نمک حرامی کا محاسبہ کرے گا۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برغش کی مجاہدانہ للکار نے تمام فوجی سرداروں کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور پھر جب صلاح الدین یوسف نے بھی اٹھ کر پُرزور الفاظ میں اس کی تائید کی تو سب لوگ جنگ کرنے پر متفق ہو گئے۔ شیر کوہ بھی دل سے یہی چاہتا تھا۔ اس نے دوسرے دن اپنی فوج کو اس طرح مرتب کیا کہ سابقہ دستور کے خلاف قلب میں اپنی جگہ صلاح الدین کو مقرر کیا اور خود چند آزمودہ کار بہادروں کو لے کر میمنہ سنبھال لیا' میسرہ کی قیادت اس نے شرف الدین برغش کے سپرد کی اور اس کے ساتھ ہی اس نے صلاح الدین کو ہدایت کی کہ دشمن جب قلب پر دباؤ ڈالے تو تم منظم پسپائی اختیار کر لینا اور دشمن کو اپنے تعاقب میں آگے بڑھنے کا موقع دینا۔ اس کے بعد میں اور شرف الدین برغش اس سے نبٹ لیں گے۔ شیر کوہ کی یہ دور اندیشانہ جنگی چال بڑی کارگر ثابت ہوئی۔ جنگ کا آغاز ہوتے ہی عیسائیوں نے قلب لشکر پر زبردست حملہ کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ سپہ سالار (شیر کوہ) قلب کی قیادت کر رہا ہے اور اس کو مغلوب کر کے جنگ آسانی سے جیت لی جائے گی۔ صلاح الدین شیر کوہ کی ہدایت کے مطابق آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جب عیسائی اور مصری فوجیں اس کا تعاقب کرتے ہوئے شیر کوہ کی زد میں آئیں تو اس نے شرف الدین برغش کو ساقہ کی حفاظت کے لیے پیچھے بھیج دیا اور خود اپنے تجربہ کار ساتھیوں کے ہمراہ دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ اس طوفانی حملہ میں ہزاروں عیسائی اور مصری سپاہی قتل ہو گئے۔ اس اثنا میں دشمن کی فوج کا بڑا حصہ بھی آگے بڑھ آیا۔ اس وقت صلاح الدین نے اپنے جانبازوں کو جمع کر کے اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن کے حواس پراگندہ ہو گئے اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ شیر کوہ کی اس عظیم فتح پر مؤرخین انگشت بدنداں ہیں کہ کس طرح اس نے صرف دو ہزار سواروں کے ساتھ عیسائیوں اور مصریوں کی مہیب فوجی قوت کو چند گھنٹوں کے اندر اندر ملیامیٹ کر دیا۔

فرانسیسی مؤرخ میچاڈ لکھتا ہے کہ اس معرکہ نے ثابت کر دیا کہ بلاشبہ شیر کوہ بڑا ماہر جرنیل تھا۔

علامہ ابن الاثیر بڑے جوش کے ساتھ لکھتے ہیں کہ شیر کوہ نے صرف دو ہزار سواروں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ فرنگیوں اور مصریوں کی زبردست متحدہ فوج کے جس طرح پرخچے اڑا دیے اس کی بہت کم مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں ؎۱

اس خداداد فتح کے نتیجہ میں شیرکوہ صعید سے اسکندریہ تک قابض ہوگیا۔ اسکندریہ میں اس نے صلاح الدین یوسف کو چھوڑا اور خود بالائی مصر کا مالیہ وصول کرنے صعید کے علاقے میں چلا گیا۔

ادھر ہزیمت یافتہ عیسائی اور مصری افواج نے قاہرہ پہنچ کر اپنا سازوسامان پھر درست کیا اور اسکندریہ کا محاصرہ کرلیا۔ یہ محاصرہ تقریباً تین مہینے تک بڑی شدت سے جاری رہا۔ اس اثنا میں محصورین کے پاس سامان خورونوش ختم ہوگیا اور وہ بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگئے۔ صلاح الدین کے پاس محض مٹھی بھر فوج تھی اس لیے وہ قلعہ سے باہر نکل کر کوئی فوجی کارروائی کرنے سے بھی قاصر تھا تاہم وہ محض اپنے حوصلے اور ہمت کے بل بوتے پر کثیر التعداد محاصرین کے مقابلے پر ڈٹا رہا۔ اس محاصرے میں اس نے ایسی سختیاں اٹھائیں کہ وہ ان کو زندگی بھر نہ بھولا۔

محاصرے کا چوتھا مہینا شروع ہوا تو اسکندریہ کے محصورین نے یہ خوشخبری سنی کہ شیرکوہ نے صعید کے علاقہ سے واپس جا کر قاہرہ کا محاصرہ کرلیا ہے۔ گو قاہرہ کے زبردست دفاعی استحکامات کی وجہ سے شیرکوہ اس شہر کو تسخیر کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا تاہم اس کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ شاور اور اموری اس سے صلح کی گفتگو کرنے پر مجبور ہوگئے۔ شیرکوہ کے پاس ان کے قاصد پہنچے تو وہ قاہرہ سے اسکندریہ کی طرف روانہ ہو پڑا۔ اسکندریہ کے راستے میں یا اسکندریہ پہنچ کر اس نے ان شرائط پر صلح کرلی۔

۱۔ شیرکوہ جو کچھ مصریوں سے وصول کرچکا ہے اس کے پاس رہے گا۔

۲۔ اس کے علاوہ مصری حکومت اس کو پچاس ہزار دینار دے گی۔

۳۔ اموری اور شیرکوہ دونوں اپنی فوجیں مصر سے نکالیں گے۔

؎۱ اکثر مشرقی مؤرخین نے لکھا ہے کہ عیسائی اور مصری فوج کی مجموعی تعداد بیس اور پچیس ہزار کے درمیان تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ اسکندریہ مصریوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

معاہدۂ صلح کی تکمیل کے بعد شیر کوہ نے پچاس ہزار دینار وصول کر کے اسکندریہ مصریوں کے حوالے کر دیا اور ذی قعدہ ۵۶۲ھ میں شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

شیر کوہ کے جانے کے بعد اموری اپنے عہد پر قائم نہ رہا اور اس نے شاور سے کہا کہ میں تو صرف اسی صورت میں مصر سے واپس جاؤں گا کہ تم ایک لاکھ دینار سالانہ خراج دینا منظور کرو۔ شاور نے یہ شرط منظور کر لی اور اموری قاہرہ میں اپنا ایک شحنہ (نائب[1]) اور سواروں کا ایک دستہ چھوڑ کر یروشلم کو واپس چلا گیا۔ عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ شاور اور اموری کے مابین جو معاہدہ طے پایا اس کو بالکل خفیہ رکھا گیا۔ یہاں تک کہ خلیفہ العاضد کو بھی اس کی مطلق اطلاع نہ دی گئی۔

مصر کی دوسری مہم کا ان واقعات پر خاتمہ ہو گیا۔ مجموعی نتائج کے اعتبار سے یہ مہم خاصی مایوس کن ثابت ہوئی کیونکہ مصر پر صلیبی خطرے کی تلوار بدستور لٹکتی رہی۔ البتہ شیر کوہ اور صلاح الدین کو اس مہم میں بڑے کارآمد تجربے حاصل ہوئے۔ وہ شاور کی دسیسہ کاریوں اور صلیبیوں کے گھناؤنے عزائم سے بخوبی آگاہ ہو گئے اور ان کو یہ پتا بھی چل گیا کہ مصر کو سیاسی ابتری اور دشمنانِ ملّت کی دستبرد سے بچانے کے لیے کس قدر قوت درکار ہے۔

---

[1] (Resident)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح حصن الاکراد و ہونین

جن دنوں شیرکوہ اور صلاح الدین مصر کی دوسری مہم پر گئے ہوئے تھے' سلطان نورالدین نے فلسطین اور شام کے عیسائی مقبوضات میں گھس کر دوسرا محاذِ جنگ کھول دیا تھا۔ اس نے اپنی مدد کے لیے امیر قطب الدین مودود کو بھی موصل سے حمص بُلا بھیجا تھا اور پھر دونوں بھائیوں نے مُتّحِدہ یلغار کر کے حصن الاکراد' عریمہ' صافثیا اور ان کے نواحی علاقوں کو فتح کر لیا تھا۔ سلطان ان علاقوں کی فتح سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ ماہِ رمضان کا آغاز ہو گیا۔ یہ مبارک مہینہ اس نے حمص میں گزارا اور عیدالفطر کے بعد حمص سے روانہ ہو کر بانیاس ہوتے ہوئے قلعہ ہونین کا محاصرہ کر لیا۔ یہ مضبوط قلعہ شاہِ فرانس کے قبضہ میں تھا اور اس میں آزمودہ کار جنگجوؤں پر مشتمل ۱۵ ہزار فوج رہتی تھی۔ سلطان کے ساتھ صرف تین ہزار سوار تھے لیکن عیسائیوں کو کھلے میدان میں اس کے مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ پڑی۔ تین ہفتے تک طرفین ایک دوسرے پر شدید سنگ باری اور آتش باری کرتے رہے۔ چوتھے ہفتے کے آغاز میں چند جانباز مسلمان ایک سرنگ کے ذریعہ رات کو قلعہ کے شمالی برج میں داخل ہو گئے اور اس پر اپنا عَلَم نصب کر دیا۔ صبح کو عیسائیوں نے برج پر مسلمانوں کا جھنڈا لہراتے دیکھا تو گھبرا کر قلعہ سے باہر نکلے۔ سلطانی لشکر نے تلواروں سے ان کا استقبال کیا اور آناً فاناً پانچ ہزار عیسائیوں کو خاک و خون میں لوٹا دیا اور چار ہزار کو گرفتار کر لیا بقیۃ السَّیف اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ ہونین کی فتح کے بعد سلطان قلعۂ اکاف کو مسمار کر کے آگے بڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ شیرکوہ مصر سے واپس آ گیا۔ سلطان اس سے ملاقات کے لیے حمص پہنچا اور چند دن وہاں ٹھہر کر قلعہ منبج کے معائنہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے گیا وہاں سے روانہ ہو کر دریائے فرات کو عبور کیا اور الرہا (ایڈیسہ) میں پڑاؤ ڈال دیا کچھ عرصہ وہاں مقیم رہنے کے بعد حلب کو روانہ ہوا اور رجب ۵۶۳ھ میں وہاں پہنچ کر شہر کے باہر "راس المیدان الاخضر" میں خیمہ زن ہو گیا جب تک وہ یہاں مقیم رہا' ہر روز صلاح الدین یوسف کے ساتھ چوگان (پولو) کھیلتا تھا۔ سلطان کو اس کھیل سے بے حد شغف تھا اور وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس میں حصہ لینے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ دراصل سلطان اس کھیل کو ایک فوجی مشق سمجھتا تھا اور اس کے خیال میں جہاد کے لیے گھوڑوں کو مستعد رکھنے کا یہ بہترین طریقہ تھا۔ ایک دفعہ کسی نے اس کے چوگان کھیلنے پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا کہ خدا شاہد ہے میں یہ کھیل دل لگی کے لیے نہیں کھیلتا بلکہ اس لیے کہ ہمارے گھوڑے دشمن کے اچانک حملے کے لیے تیار رہیں اور ہم بھی جہاد میں حصہ لینے کے لیے چاق چوبند رہیں۔ علّامہ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ "سلطان نورالدین کے سوا شاذ و نادر ہی کوئی بادشاہ ہوگا جس نے کھیل کو خدا کی رضا جوئی کا باعث بنایا ہو۔" ایک دن سلطان کے ساتھ چوگان کھیلتے ہوئے صلاح الدین کے گھوڑے کا پاؤں رپٹ گیا اور اس (صلاح الدین) کی گردن ٹوٹنے سے بال بال بچی۔ اس موقع پر عماد کاتب نے چند پرلطف اشعار لکھ کر صلاح الدین کو پیش کیے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

لاتنكرن لسالج عثرت به	تم کسی عمدہ گھوڑے کی لغزشِ پا پر تعجب نہ کرو۔ اس وقت جبکہ اس پر بحرِ سخاوت
قدم و قدحمل الخضم الزاخرا	سوار ہو تمہارے گھوڑے کی نظر سلطان (نورالدین) پر پڑی تو وہ سلام کرنے کے
القى على السلطان طرفك طرفه	لیے آگے کو جھکا اور تمہاری بخشش کا ایک
فهوىٰ هنالك للسلام مبادرا	چھوٹا سا حصہ یہ ہے کہ اس گھوڑے کی لغزش
واتل جودك عفومااندرت له	کو معاف کر دو کیونکہ بڑا بخشش کرنے والا
ان الجوادلمن يقتل العاثرا	لغزش کرنے والے سے درگزر کیا کرتا ہے
وتوق من عين الحسود وشرها	اور تم حاسدوں کی آنکھ اور ان کی برائی سے
لاكان مناظرهابسوع ناظرا	

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واسلم لنور الدین سلطان الوریٰ
فی الحادثات معاضدا ومُوازِرا

بچو۔ (میری دعا ہے) کہ تم پر کسی کی نظرِ بد اثر نہ کرے اور تم نورالدّین شاہِ عالم کے لیے سلامت رہو اور ہر قسم کے حادثات میں اس کے معاون و مددگار رہو۔

سلطان نے اسی سال حلب اور کفر طاب میں صلاح الدّین کو جاگیریں دیں اور اسدالدین شیرکوہ کو شہر حمص جاگیر میں دیا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے بھائی قطب الدین مودود والیِ موصل کی جاگیر میں رقہ کا اضافہ کر دیا۔ منبج کا جاگیردار غازی حسان سرکش ہوگیا تھا۔ سلطان نے منبج کو اس سے چھین کر اس کے بھائی قطب الدین نیال کو دے دیا۔

قلعہ جعبر پر قبضہ

اوائل ۵۶۴ھ میں سلطان نورالدین قلعہ جعبر کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ وہی قلعہ تھا جس کے باہر چند سال پہلے اس کا نامور باپ عمادالدین زنگی شہید ہوا تھا۔ اس قلعہ پر سلطان ملک شاہ سلجوقی کے زمانے سے آلِ عُقیل بنی میتب کی حکومت تھی۔ اس وقت اس پر شہاب الدین بلک بن علی بن بلک عقیلی حکمران تھا۔ یہ قلعہ اس قدر مضبوط و مستحکم تھا کہ گزشتہ چند سال میں کئی لشکر سرتوڑ کوششوں کے باوجود اس کو سَر کرنے میں ناکام رہے تھے چونکہ اس قلعہ کا مالک مسلمان تھا اس لیے سلطان چاہتا تھا کہ کسی خونریزی کے بغیر اس پر قبضہ کرلیا جائے۔ اتفاق سے رجب ۵۶۳ھ میں شہاب الدین حاکم جعبر شکار کھیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جدا ہوگیا۔ بنوکلب کے لوگوں نے اس کو گرفتار کر کے سلطان نورالدّین کے پاس بھیج دیا۔ سلطان اس سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا اور اس کو ترغیب دی کہ اگر وہ قلعہ جعبر اس کے سپرد کر دے تو اس کے عوض اس کو بہت سی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاگیریں اور زرِنقد دیا جائے گا لیکن شہاب الدین نے سلطان کی بات ماننے سے انکار کر دیا چونکہ سلطان اس کو اپنا مہمان بنا چکا تھا اس لیے اس پر جبر کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کو واپس جانے کی اجازت دے دی۔ پانچ ماہ کے بعد سلطان نے امیر فخر الدین مسعود بن ابی علی زعفرانی کو ایک مضبوط فوج کے ساتھ قلعہ جعبر کی تسخیر کے لیے بھیجا جب امیر فخر الدین عرصہ تک قلعہ کو فتح کرنے میں ناکام رہا تو سلطان نے اس مہم پر امیر مجد الدین ابوبکر ابن الدایہ کو مامور کیا۔ اس نے شہاب الدین پر اتنا شدید دباؤ ڈالا کہ وہ صلح کی درخواست کرنے پر مجبور ہو گیا۔ باہمی گفت وشنید کے بعد طے پایا کہ جعبر کے عوض اس کو سروج اور حلب کے کچھ علاقے اور بیس ہزار دینار نقد دیے جائیں گے چنانچہ ۱۵ مُحَرَّم ۵۶۴ھ کو شہاب الدین نے قلعہ امیر مجد الدین کے حوالے کر دیا۔ سلطان نورالدّین نے جعبر کی تسخیر پر بڑی مَسَرّت کا اظہار کیا اور امیر مجدالدّین کو پروانۂ خوشنودی عطا کیا۔ امیر مذکور اپنے بھائی شمس الدین علی کو جعبر کا حاکم مقرر کر کے سلطان کی خدمت میں واپس حلب آ گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر پر صلیبیوں کی ہولناک یلغار

اموری شاہِ یروشلم مصر کے ضعف اور ابتری کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر آیا تھا اور اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اس وسیع و عریض زرخیز ملک کو فتح کر لینا چنداں مشکل نہیں ہے تاہم اپنی سرحدوں پر نورالدین محمود کی بے پناہ قوت کی موجودگی میں وہ مصر پر چڑھائی کرنے میں متامل تھا۔ انہی ایام میں اس کی شادی مینوئل شاہِ قسطنطنیہ کی بھتیجی سے ہو گئی۔ مینوئل نے اس کو مصر پر قبضہ کر لینے کی تحریک کی اور انجیل پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھایا کہ وہ اس مہم میں فوج اور سامانِ حرب سے اموری کی حسبِ دلخواہ مدد کرے گا۔ اموری نے نورالدین کے خطرے کا عذر کیا تو مینوئل نے اس کو سمجھایا کہ نورالدین آج کل فرات کے شمالی علاقوں میں ہے اور اس کا لشکر سارے شام میں بکھرا پڑا ہے۔ وہ جب تک مصر یا تمہاری سلطنت کی طرف توجہ کرے گا، تم مصر پر اتنا تسلط قائم کر چکے ہو گے۔

مینوئل کی ترغیب کارگر ثابت ہوئی اور اموری نے ۵۶۴ھ (مطابق ۱۱۶۸ء) میں ایک زبردست فوج کے ساتھ مصر پر یلغار کر دی۔[1]

---

[1] بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اموری قاہرہ میں اپنا جو شحنہ چھوڑ آیا تھا، اس نے مصر کی زبون سیاسی حالت اور اس کے فوجی و انتظامی نقائص کی طرف اموری کو توجہ دلائی اور اس کو لکھا کہ فصل پک چکی ہے۔ آپ یہاں پہنچ کر اس کو کاٹ لیں۔ اس کے علاوہ بعض ملت فروش مصری امرا نے بھی اموری کو خطوط لکھے کہ آپ یہاں آئیں تو ہم آپ کی مدد کریں گے۔ ان تمام عوامل نے اموری کا حوصلہ بلند کر دیا اور وہ تسخیرِ مصر کا ارمان پورا کرنے پر تل گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلبیس کے مسلمانوں کا قتل عام

صلیبی لشکر کی زد میں سب سے پہلے بلبیس کا بدقسمت شہر آیا۔ اس نے یکم صفر ۵۶۴ھ کو بلبیس کا محاصرہ کر لیا۔ ۵۔صفر کو مصری فوج شہر کو صلیبیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ گئی۔ صلیبیوں نے شہر میں داخل ہو کر سقوطِ یروشلم کی ستمرانیوں کی یاد تازہ کر دی اور شہر کے تمام مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا۔ ان میں پردہ نشین خواتین' کمسن بچے اور سن رسیدہ بوڑھے بھی شامل تھے۔ صلیبی درندے مسلسل تین دن تک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہے' یہاں تک کہ سارا شہر نعشوں سے پٹ گیا اور کوئی کسی پر رونے والا بھی باقی نہ رہا۔ اس کے ساتھ ہی صلیبیوں نے مالِ غنیمت سے خوب ہاتھ رنگے اور بلبیس کے کسی گھر میں ایک تنکا تک نہ چھوڑا۔

قاہرہ کا محاصرہ اور فسطاط کی تباہی

بلبیس کے مسلمانوں کے قتل عام کی خبر قاہرہ پہنچی تو شاور اور قاہرہ کے باشندے سمجھ گئے کہ اگر صلیبی قاہرہ پر قابض ہو گئے تو ان کا انجام بھی اہلِ بلبیس سے مختلف نہیں ہو گا چنانچہ انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لیے اور پوری طاقت سے مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ قاہرہ کے قریبی شہر فسطاط[1] کے دفاعی انتظامات مضبوط نہیں تھے اور صلیبی اس پر بسہولت قبضہ کر سکتے تھے۔ اس خطرے کا تدارک کرنے کے لیے شاور نے ۹ صفر ۵۶۴ھ کو فسطاط کو آگ لگا دی۔ اس سے اگلے دن صلیبیوں نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ جوں جوں محاصرہ طول کھینچتا گیا' خلیفہ العاضد اور اہلِ قاہرہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا گیا۔ پھر فسطاط کی آگ بھی ان کے دل و دماغ کو جھلس رہی تھی۔ اس عظیم الشان شہر کی خوبصورت عمارات اور لاتعداد مساجد چوّن (۵۴) دن تک برابر جلتی رہیں۔ کہیں پانچ ربیع الاول ۵۶۴ھ کو یہ آگ بجھی۔ اس وقت سارا شہر خس و خاشاک کا ڈھیر بن چکا تھا۔ خلیفہ العاضد نے محسوس کر لیا تھا کہ یہ ساری مصیبتیں شاور ہی کی لائی ہوئی ہیں۔ اس نے شاور سے درپردہ سلطان نور الدّین کو ایک دردناک عرضداشت لکھ بھیجی جس کے ساتھ اپنی

---

[1] فسطاط مصر کا قدیم دارالخلافہ تھا۔ اس شہر کو تسخیرِ مصر کے بعد حضرت عمروؓ بن عاص نے بسایا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیگمات کے بال اور خون آلودہ پارچات بھی سیاہ (ماتمی) کپڑوں میں لپیٹ کر بھیجے۔ اس عرضداشت میں خلیفہ نے صلیبیوں کے مظالم تفصیل کے ساتھ لکھے اور سلطان سے التجا کی کہ وہ مظلوم مصریوں کی امداد کے لیے جلد پہنچے ورنہ مصر میں اسلامی اقتدار دریائے نیل کی موجوں کا لقمہ بن جائے گا اور مصر کے چپہ چپہ میں یروشلم اور بلبیس کی خونریزی کی تاریخ دہرائی جائے گی۔[1]

ادھر شاور نے حیلہ اور تدبیر سے صلیبیوں کو قاہرہ سے ٹالنے کی کوشش کی۔ اس نے ان کو ایک لاکھ مصری دینار دینے کی پیشکش کی اور ساتھ ہی دبے الفاظ میں دھمکی دی کہ وہ قاہرہ کو ان کے حوالے کرنے کے بجائے نورالدّین کو بلا بھیجنا پسند کرے گا۔ اموری بھی اب قاہرہ کے طویل محاصرہ سے تنگ آ چکا تھا۔ اس نے شاور کی پیشکش قبول کر لی اور مصر سے کوچ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

---

[1] یہ بیان علاّمہ ابنِ اثیر کا ہے۔ اس کے برعکس عماد کاتب کا بیان ہے کہ خود شاور نے نورالدّین کے پاس قاصد بھیج کر مدد طلب کی اور ایک دردناک خط میں لکھا کہ خدا کے لیے بلاتاخیر اہلِ مصر کی مدد کے لیے پہنچیے ورنہ یہ ملک صلیبیوں کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس خط پر اس نے خلیفہ عاضد کے دستخط بھی کرا لیے ورنہ اس سے پہلے وہ سیاسی اور ملکی امور میں خلیفہ کو پوچھتا تک نہ تھا۔ کچھ دوسرے مصری امرا نے بھی شیرکوہ کو خطوط بھیجے کہ وہ پھر مصر کی طرف متوجہ ہو کیونکہ صلیبیوں نے اہلِ مصر پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر کی تیسری مہم

العاضد کی عرضداشت نے سلطان نورالدین کو بڑا متاثر کیا اور اس نے بلاتوقف شیرکوہ کو حمص سے حلب بلا بھیجا۔ شیرکوہ مصری امرا کی تحریریں ملنے پر پہلے ہی حمص سے حلب کی طرف چل پڑا تھا۔ جب وہ حلب پہنچا تو سلطان نے اس کو حکم دیا کہ ضروری تیاری کے بعد بلاتاخیر اسلامیانِ مصر کی مدد کے لیے روانہ ہو جائے۔ اس مرتبہ سلطان نے اس مہم کے لیے پہلے سے چار گُنا لشکر' روپیہ اور سامانِ حرب کا انتظام کیا۔ شیرکوہ نے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے دو ہزار سوار سلطان نورالدّین کی فوجِ خاصہ سے منتخب کیے اور چھ ہزار آزمودہ کار ترکمانی جنگجوان کے علاوہ اپنے لشکر میں شامل کیے۔ یہ لشکر جب حلب سے چلنے لگا تو سلطان نے دو لاکھ دینار شیرکوہ کو اور بیس بیس دینار دوسرے تمام مجاہدین کو بطور انعام عطا کیے اور خود راس الماء تک نہ صرف ان کو رخصت کرنے گیا بلکہ اپنے خاص امرا میں سے عزیزالدین جردیک' شرف الدین برغش' عین الدولہ باروقی' قطب الدین منجی' سیف الدین علی بن احمد ہکاری' صلاح الدین یوسف اور شہاب الدین محمود حارمی وغیرہ کو بھی شیرکوہ کے ہمراہ کر دیا۔ نامور صلاح الدین نے جس کو چند سال بعد سلطان نورالدّین کے جانشین بننے کا اعزاز حاصل ہوا' ایک موقع پر خود بیان کیا کہ میں نے مصر کی دوسری مہم کے دوران میں جو مصیبتیں اٹھائی تھیں' انہوں نے مجھ کو ایسے معرکوں میں شامل ہونے سے دل برداشتہ کر دیا تھا۔ حلب سے روانہ ہوتے وقت جب میرے چچا شیرکوہ نے مجھ سے پوچھا کہ اے یوسف تو میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی نے میرے دل میں برچھی ماردی ہے۔ میں نے ذرا پیچھے ہٹ کر کہا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمِ محترم! میں نے جو تکالیف اسکندریہ کے محاصرے میں جھیلی ہیں، وہ ابھی تک میرے دل پر نقش ہیں، اب مجھے اپنے ساتھ نہ لے جایئے اور یہیں سلطان المُعظّم کی خدمت میں رہنے دیجیے۔

اس پر شیرکوہ نے نورالدّین سے عرض کیا کہ صلاح الدین کا میرے ساتھ جانا ضروری ہے لیکن یہ عذر کرتا ہے۔

یہ سن کر نورالدّین محمود نے مجھ سے کہا کہ تم کو ضرور جانا ہوگا۔ میں نے سواری نہ ہونے اور قِلّتِ اسبابِ وزادِراہ کا حیلہ کیا۔ سلطان نے سب چیزیں فوراً مہیا کر دیں اور میں شیرکوہ کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا۔

صلاح الدین نے مزید بیان کیا کہ سلطان نورالدین باوجود اپنے حلم اور نرم دلی کے ایک انتہائی بارعب اور ہیبتناک آدمی تھا اسی لیے میں اس کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ کرسکا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ موت کی طرف کھنچا جا رہا ہوں۔

صلاح الدین کو مصر پر قبضہ کرنے کے بعد جب کبھی اپنی یہ ہچکچاہٹ اور اس سفر کے نتائج یاد آتے تھے تو بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو جاتی تھی۔

عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

(ممکن ہے تم اس چیز کو ناپسند کرو جو تمہاری بہتری کے لیے ہو)

غرض شیرکوہ ۱۵ ربیع الاول ۵۶۴ھ کو حلب سے روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا ربیع الآخر سنہ مذکورہ کو قاہرہ پہنچ گیا۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ہی صلیبی قاہرہ کا محاصرہ اٹھا کر یروشلم کی طرف کوچ کر چکے تھے۔ شاور نے شیرکوہ کو مشورہ دیا کہ صلیبیوں کا تعاقب کرے لیکن شیرکوہ سمجھ گیا کہ اس بہانے سے شاور اس کو قاہرہ سے دور ہٹانا چاہتا ہے۔ اس نے شاور کا مشورہ رَدّ کر دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ قاہرہ میں مقیم ہو گیا۔

شیرکوہ کے وُرُود سے قاہرہ میں امن وامان کا دَور دَورہ ہو گیا اور وہاں کے باشندوں کے چہروں پر رونق آ گئی۔ شیرکوہ خلیفہ عاضد سے ملنے گیا تو اس نے بڑی محبت اور اخلاص

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور اس پر اور اس کے لشکریوں پر مراحمِ خسروانہ کی دل کھول کر بارش کی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق خلیفہ خود رات کو شیرکوہ کی ملاقات کے لیے گیا۔ اس کو خلعت اور قیمتی تحائف دیے اور مختلف ملکی امور کے بارے میں مشورہ کیا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے شاور کے قتل کی تحریک بھی کی لیکن شیرکوہ اس کو ٹال گیا۔

خلیفہ کے ساتھ شیرکوہ کا ربط وضبط شاور کو ناگوار گزرا لیکن بظاہر وہ شیرکوہ کے ساتھ بڑی تواضع اور انکسار کے ساتھ پیش آتا رہا۔ چند روز کے بعد اس کے خُبثِ باطن نے اس کو گھناؤنی سازش پر آمادہ کیا اور اس نے ارادہ کیا کہ شیرکوہؒ صلاح الدین اور ان کے دوسرے معتدر ساتھیوں کو ضیافت کے بہانے بلا کر گرفتار کر لیا جائے (یا بروایتِ دیگر قتل کر دیا جائے)

اتفاق سے شاور کی سازش کی اطلاع اس کے بیٹے کامل کو ہو گئی۔ اس نے بڑی شِدّت سے اپنے باپ کے ارادے کی مخالفت کی اور اس کو خبردار کیا کہ ان لوگوں کی گرفتاری یا ہلاکت کے نتائج بہت خطرناک ہوں گے۔ اگر بالفرض ہم شیرکوہ کی فوج کی انتقامی کارروائی سے بچ بھی گئے تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ صلیبی دشمنانِ اسلام اس ملک کو آزاد چھوڑ دیں گے لیکن کامل کے تمام دلائل و براہین شاور کے جذبۂ حسد کو سرد کرنے میں ناکام رہے۔ بالآخر اس نے دھمکی دی کہ اگر آپ اپنے ارادے سے باز نہ آئے تو میں شیرکوہ کو ابھی خبردار کر دوں گا۔ اب شاور کے ہوش ٹھکانے آ گئے اور وہ اپنے مذموم ارادے سے باز آ گیا۔

شاور کا قتل

شاور کی چالبازیوں اور منافقت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک طرف تو وہ ہر روز شیرکوہ سے ملنے آتا تھا اور خوشامد و چاپلوسی کی باتیں کرتا رہتا تھا اور دوسری طرف اس سے نجات پانے کی پُخت و پَز کر رہا تھا۔ صلاح الدّین کی نگاہِ دُور بین نے اس کی مکروہ فطرت کا بخوبی اندازہ کر لیا تھا اور وہ اس کی حرکات کی کڑی نگرانی کر رہا تھا۔ ادھر خلیفہ بھی شاور سے سخت بیزار ہو چکا تھا اور جلد از جلد اس سے گُلوخلاصی کرانے کا متمنّی تھا۔ ایک دن جب شاور شیرکوہ سے ملنے کے لیے آیا تو اس کو اپنے خیمے میں موجود نہ پایا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما شافعیؒ کے مزار پر گیا ہوا ہے۔ شاور بھی ادھر ہی روانہ ہوا۔ صلاح الدین اور عزّ الدّین جردیک اس کے ہمراہ ہو لیے۔ راستے میں صلاح الدین نے اس کو گھوڑے سے گرا دیا اور گرفتار کر کے ایک خیمہ میں محبوس کر دیا۔ شاور کے ساتھی یہ واقعہ دیکھ کر بھاگ گئے [1] عاضد نے جب شاور کی گرفتاری کی خبر سنی تو فوراً اس کا سر مانگ بھیجا۔ شیرکوہ ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ خلیفہ کے پے در پے دو تین قاصد اور آ پہنچے۔ امیر عزّ الدّین جردیک اب صبر نہ کر سکا اور شاور کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ (یہ واقعہ ۱۷ ربیع الآخر ۵۶۴ھ کا ہے۔) اس طرح اس ننگ مِلت شخصیّت کا خاتمہ ہو گیا جو تقریباً سات برس تک اہلِ مصر کی قسمتوں کے ساتھ کھیلتی رہی۔

شیرکوہ کی وزارت اور وفات

شاور کے قتل کے بعد خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کو مصر کا وزیر اعظم مقرر کیا اور الملک المنصور امیر الجیوش کے خطاب سے اُس کو سرفراز کیا۔[2] ربیع الآخر ۵۶۴ھ کو شیرکوہ قصرِ وزارت میں داخل ہوا اور کامل آزادی کے ساتھ اپنی فوج کے لیے تنخواہیں اور

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ شاور اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ شیرکوہ کو قتل کرنے کی نیت سے امام شافعیؒ کے مزار کے راستہ میں بیٹھا تھا۔ کسی نے صلاح الدین کو اطلاع دی تو وہ عزّ الدین جردیک کو ساتھ لے کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچا۔ اس کے للکارنے پر شاور کے ساتھی بھاگ گئے اور صلاح الدین نے اس کی مشکیں باندھ لیں۔

۲- خلیفہ نے اس سلسلہ میں جو فرمان جاری کیا اس کے آغاز میں یہ عبارت تھی۔

من عبداللہ و ولیہ ابی محمد العاضد لدین اللہ امیر المومنین الی السید الاجل الملک المنصور سلطان الجیوش ولی الایمۃ مجیر الامۃ اسد الدین کا قل قضاۃ المسلمین و ھادی و عماۃ المومنین ابی الحارث شیرکوہ العاضدی عنداللہ بہ الدین و امتع بطول بقائہ امیر المومنین و ادام قدرہ و اعلیٰ کلمۃ سلام علیک فانہ یحمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو ویسالہ ان یصلی علی محمد خاتم النبین و سید المرسلین وعلی الہ الطاھرین والایمہ المھدین وسلم وتسلیمہ الخ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاگیریں مقرر کیں۔ پھر اس نے قاضی عبدالرحیم بن البیسانی کو قصر خلافت سے طلب کر کے دیوان انشاء مقرر کیا لیکن شیرکوہ دو مہینے ہی وزارت کرنے پایا تھا کہ اس کو پیغامِ اجل آ پہنچا اور وہ ۲۲ جمادی الآخر ۵۶۴ھ (مطابق ۲۳ مارچ ۱۱۶۹ء) بروز شنبہ دفعتہً بعارضہ خناق عالمِ فانی سے دارالبقا کو کوچ کر گیا۔ شیرکوہ کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ عمادالدین زنگی شہیدؒ کا یارِ وفادار اور نورالدّین محمود کا بازوئے شمشیرزن تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی ان دونوں نامور شخصیتوں کے ساتھ حقِ وفا نباہتے گزار دی۔ نورالدین محمود کو اس کی وفات کی خبر پہنچی تو بے اختیار اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوگیا اور وہ کئی دن تک سخت غمزدہ رہا۔

وزارتِ صلاح الدّین

شیرکوہ کی وفات کے بعد وزارتِ مصر کے بارے میں شامی امرا میں اختلاف پیدا ہوگیا' خلیفہ عاضد صلاح الدینؒ کی طرف مائل تھا لیکن امیر عین الدولہ بارقی' قطب الدین ینال منبجی' سیف الدین علی بن احمد ہکاری اور شہاب الدین محمود حارمی (صلاح الدین کا ماموں) بھی وزارت کے مدّعی تھے۔ ان کے علاوہ کچھ مصری امرا بھی وزارت کے امیدوار تھے۔ اس موقع پر ایک زیرک اور دردمند عالم "فقیہ ضیاء الدین عیسیٰ ہکاری" نے کمال فراست سے کام لیا۔ انہوں نے شامی امرا کو سمجھایا کہ موجودہ نازک حالات میں نوجوان صلاح الدین یوسف ہی کو وزارت کے لیے آگے بڑھانا مناسب ہے کیونکہ وہی مصر کی پیچیدہ سیاست سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ قطب الدین' سیف الدین اور شہاب الدین نے فقیہ ضیاء الدین عیسیٰ کی رائے کو تسلیم کر لیا اور وزارت کے دعوٰی سے دست بردار ہوگئے البتہ امیر عین الدولہ باروقی ناراض ہوگیا اور واپس دمشق چلا گیا۔[1] خلیفہ ۔ ضد

---

[1] امیر عین الدولہ باروقی مصر سے واپس جا کر سلطان نورالدّین کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اس سے سخت ناراض ہوا کہ صلاح الدین کو اکیلا کیوں چھوڑ آیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اب بغیر کسی تامّل کے صلاح الدّین کو قصرِ خلافت میں بلایا اور الملک الناصر کا خطاب دے کر عہدۂ وزارت پر فائز کر دیا۔ اس دن جمادی الاخری ۵۶۴ھ کی پچیس تاریخ تھی۔ اس انتخاب کے وقت خلیفہ کے پیشِ نظر صلاح الدّین کی ذاتی قابلیت اور وجاہت کے علاوہ یہ حقیقت بھی تھی کہ اس نوجوان کے پاس ذاتی فوج تو ہے نہیں اور پھر کئی شامی امرا بھی اس کے مخالف ہیں اس لیے وہ ہمیشہ میری مرضی کے تابع ہوگا۔ بہرصورت اس نے صلاح الدین کو وزارت دیتے وقت بیش قیمت خلعت اور تحائف پیش کیے اور اپنے فرمانِ وزارت میں اس کی بے حد تعریف وتوصیف کی۔[1]

وزارت پر فائز ہونے کے بعد صلاح الدّین نے بے مثال فیّاضی اور دادودہش سے کام لیا۔ اس نے شیرکوہ کی جمع کی ہوئی تمام دولت فوج میں تقسیم کر دی اور اس کے علاوہ مصر کے خزانے سے بھی ان کو بہت کچھ دیا۔ مستحق امرا اکابر کی جاگیریں مقرر کر دیں۔ علما وفضلا اور مساکین کی خاصی سرپرستی کی اور چند دن کے اندر اندر صرف فوج بلکہ عوام وخواص سب کے دل اپنی مٹھی میں لے لیے۔

سلطان نورالدّین نے صلاح الدّین کی وزارتِ مصر کی خبر بڑے اطمینان اور مسرّت کے ساتھ سنی۔ فی الحقیقت وہ مصر کے مفتوح ہونے کو اپنی کامیابی سمجھتا تھا اور صلاح الدّین

---

[1] العاضد کی طرف سے صلاح الدین کو جو تحائف دیے گئے ان میں سے کچھ کی تفصیل یہ ہے۔

۱- ایک شمشیرِ جواہر دار جس کی قیمت پانچ ہزار دینار تھی۔

۲- ایک مذہب ومطلا سفید عمامہ جس کے کناروں پر موتیوں کی جھالر تھی۔

۳- ایک مذہّب جُبّہ

۴- جواہرات کا ایک ہار جس کی قیمت دس ہزار دینار تھی۔

۵- زردرنگ کا ایک انتہائی تیز رفتار گھوڑا مع قیمتی زین وساز وسامان آرائش اس کی قیمت آٹھ ہزار دینار تھی۔ اس کے ایال میں موتی پروئے ہوئے تھے اور سر پر ایک جوہرِ آب دار لگا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اعلیٰ نسل کے کئی اور گھوڑے منشورِ وزارت سفید اطلس میں لپٹا ہوا تھا۔ یہ فرمان دارالوزارت میں خلیفہ کے سامنے پڑھا گیا۔ اس وقت تمام شامی اور مصری امراء وہاں موجود تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو مصر میں اپنا قابل اعتماد نمائندہ اور نائب سمجھتا تھا۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ نورالدّین صلاح الدّین سے اس بات پر کبیدہ خاطر ہو گیا کہ اس نے سلطان کی اجازت کے بغیر عہدۂ وزارت قبول کر لیا تھا اور داد و دہش میں اسراف سے کام لیا تھا لیکن ان قیاس آرائیوں کی تردید اس خط سے ہو جاتی ہے جو کچھ عرصہ بعد سلطان نے امام شرف الدین بن ابی عصرون کو قضاء مصر کے لیے خود اپنے قلم سے لکھا۔ اس خط میں اس نے صلاح الدین کا ذکر نہایت عمدہ الفاظ میں کیا اور اس کے کاموں پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔[1] اس اہم تاریخی خط کی نقل یہ ہے:

مکتوبِ نورالدّین محمودؒ بنام امام شرف الدّینؒ بن ابی عصرون

"حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰى وَفَّقَ اللّٰهُ الشَّيْخَ الْاَمَامَ شَرَفَ الدِّيْنِ بِطَاعَتِهٖ وَخَتَمَ لَهٗ بِخَيْرٍ غَيْرَ صَافٍ عَلَى الشَّيْخِ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَفِيْهِ وَكُلُّ غَرْضِىْ وَمَقْصُوْدِىْ فِىْ مَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ وَمَا يُقَرِّبُنِىْ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ وَلِىُّ التَّوْفِيْقِ وَالْمُطَّلِعُ عَلٰى نِيَّتِىْ وَاَنْتَ تَعْلَمُ نِيَّتِىْ كَمَا قَالَ عَزَّمَنْ قَالَ (وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ) اَنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مِصْرَ الْيَوْمَ قَدْ لَزِمَنَا النَّظْرَا فِيْهَا فَهِىَ مِنَ الْفُتُوْحَاتِ الْكِبَارِ الَّتِىْ جَعَلَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى دَارِ السَّلَامِ بَعْدَ مَا كَانَتْ دَارَ كُفْرٍ وَنُفَاقٍ فَلِلّٰهِ الْمِنَّةُ وَالْحَمْدُ اِلَّا اَنَّ الْمُقَدَّمَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ اُمُوْرِ الدِّيْنِ الَّتِىْ هِىَ الْاَصْلُ وَبِهَا النَّجَاةُ وَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنْ مِصْرًا وَاَقْلِيْمَهَا مَا هِىَ قَلِيْلَةٌ وَهِىَ خَالِيَةٌ مِنْ اُمُوْرِ الشَّرْعِ وَمَا تُتَّخَرُ الدُّمُوْعُ اِلَّا لِشَّدَائِدِ وَاَنَا مَا كُنْتَ اَسْخِىْ وَلَا اَشْتَهِىْ مَفَارِقُتَكَ وَالْاٰنَ فَقَدْ تَعَيَّنَ عَلَيْكَ وَعَلَىَّ اَيْضًا اَنْ نَنْظُرَ اِلٰى مَصَالِحِهَا وَمَالَنَا

---

[1] صاحب روضتین فی اخبار الدولتین علامہ شہاب الدّین مقدسی کا بیان ہے کہ انہوں نے یہ خط اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أَحَدُ الْيَوْمَ لَهَا إِلَّا أَنْتَ وَلَا أَقْدِرُ أُوْلِي أُمُوْرَهَا وَلَا أَقْدِرُهَا إِلَّا لَكَ حَتَّى تُبْرِ
أَذِمَّتِي عِنْدَ اللّٰهِ فَيَجِبُ عَلَيْكَ وَفَّقَكَ اللّٰهُ أَنْ تُشَمِّرَ مِنْ سَاقِ الْإِجْتِهَادِ
وَتَتَوَلَّى قَضَاءَهَا وَتَعْمَلَ مَا تَعْلَمُ أَنَّهُ يُقَرِّبُكَ إِلَى اللّٰهِ وَقَدْ بَرِئَتْ ذِمَّتِي وَأَنْتَ
تُجَاوِبُ اللّٰهَ فَإِذَا كُنْتَ أَنْتَ هُنَاكَ وَوَلَدُكَ أَبُو الْمَعَالِي وَفَّقَهُ اللّٰهُ فَيَطِيْبَ
قَلْبِي وَتُبْرِأُ ذِمَّتِي وَقَدْ كَتَبْتُ هٰذَا بِخَطِّي حَتَّى لَا تَبْقَى عَلَى حُجَّةٌ تَصِلُ أَنْتَ
وَوَلَدُكَ عِنْدِي حَتَّى أُسِيْرَكُمْ وَالسَّلَامُ بِمُوَافَقَةِ صَاحِبِي وَاتِّفَاقٍ مِنْهُ صَلَاحِ
الدِّيْنِ وَفَّقَهُ اللّٰهُ فَأَنَا مِنْهُ شَاكِرٌ كَثِيْرٌ جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا وَأَبْقَاهُ فَفِي بَقَاءِ
الصَّالِحِيْنَ وَالْأَخْيَارِ صَلَاحٌ وَمَنْفَعَةٌ الْإِسْلَامِ اللّٰهِ تَعَالَى بِكَثْرٍ مِنَ الْأَخْيَارِ
وَأَعْوَانِ الْخَيْرِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا۔

ترجمہ: اللہ جلّ شانہٗ میرے لیے کفایت کرتا ہے اور کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ امام شرف الدین کو اپنی طاعت کی توفیق دے اور ان کا خاتمہ بخیر کرے۔ غیر خائف ہوں شیخ سے جن کی طرف میں نے رجوع کیا ہے اور میری غرض اور مقصود کلیۃً مسلمانوں کی اصلاح سے متعلّق ہے اور اس چیز سے جو مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے اور اللہ صاحب توفیق ہے اور میری نیّت کو جانتا ہے اور آپ بھی میری نیّت کو جانتے ہیں۔ جیسا کہ کہا ہے کہ عزیز تر کہنے والے نے (اور اس کے پاس علم کتاب ہے) آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے مصر کی طرف اپنی توجہ منعطف کی ہے پس وہ بڑی فتوحات سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دار السلام بنایا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کفر اور نفاق کا مسکن بنا ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کا احسان ہے ہر چیز پر اُمورِ دین کو جو اصل اور مدارِ نجات ہیں، ترجیح حاصل ہے اور آپ جانتے ہیں کہ مصر اور اس کے بلاد کم نہیں ہیں لیکن وہ اُمورِ شروع سے خالی ہیں اور آنسو جمع نہیں کیے جاتے مگر شدائد کے لیے آپ کی جدائی مجھے پسند نہیں مگر اب آپ پر اور مجھ پر فرض ہو گیا ہے کہ مصر کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ فی الحال ہمارے پاس اس کام کے لیے آپ سے بڑھ کر کوئی اور موزوں آدمی نہیں۔ میں سوائے آپ کے مصر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمُورِ دین کی نگرانی کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری الذِمّہ ہو جاؤں پس آپ پر واجب ہے۔ (اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے) کہ ساقِ اجتہاد سے دامن کو سمیٹ لیں اور مصر کے عہدۂ قضاء کے متولّی بن جائیں اور اپنے علم کے مطابق عمل کریں۔ بیشک یہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دے گا۔ اب میں بری الذِمّہ ہو گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ جواب دِہ ہیں پس جب آپ اور آپ کا فرزند ابوالمعالی (اللہ اس کو توفیق دے) وہاں موجود ہوں گے تو میرا دل خوش رہے گا اور میں بری الذِمّہ رہوں گا اور بے شک یہ خط میں نے اپنے قلم سے لکھا ہے تا کہ مجھ پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔ آپ مع اپنے فرزند کے میرے پاس چلے آئیں تا کہ میں آپ کو مصر کی طرف بھیج دوں۔ والسّلام یہ خط میں نے اپنے دوست صلاح الدین (اللہ تعالیٰ اس کو خیر کی توفیق دے) کی موافقت اور اتفاق سے لکھا ہے۔ میں بیشک اس کا بہت بڑا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے اور اس کو باقی رکھے کیونکہ صالحین اور اخیار کی بقا میں اہلِ اسلام کے لیے بڑا فائدہ اور بہتری ہے۔

"اللہ تعالیٰ نیکی اور نیکی کے مددگاروں کو زیادہ کرے اور ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور اللہ تعالیٰ کا دُرُود اور سلام ہمارے آقا محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر پہنچے۔"

(کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین)

ایک اور واقعہ جس سے پتا چلتا ہے کہ نور الدّین کے دل میں صلاح الدّین کی کس قدر عزت اور وقعت تھی یہ ہے کہ صلاح الدّین کے بڑے بھائی شمس الدّولہ توران شاہ نے جب سلطان نور الدّین سے مصر جانے کی اجازت مانگی تو اس نے اوّل یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تو یہ خیال کرے گا کہ صلاح الدّین میرا چھوٹا بھائی ہے اور وہی ہے جو نور الدّین کی خدمت میں کھڑا رہتا تھا اور اس لیے تو اس کا ادب اور لحاظ نہیں کرے گا حالانکہ وہ اب مصر میں میرا نائب ہے۔

شمس الدّولہ نے عرض کیا کہ میں صلاح الدّین کو اپنا سردار سمجھوں گا اور اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احترام سے سرِمُو انحراف نہیں کروں گا چونکہ وہ آپ کا نائب ہے اس لیے عمر میں بڑا ہونے کے باوجود میں اس کا پورا پورا ادب کروں گا۔

سلطان اب مطمئن ہوگیا اور اس نے شمس الدّولہ کو مصر جانے کی اجازت دے دی۔

عرب مُؤرّخین کا بیان ہے کہ نورالدین محمود' صلاح الدین کو ہمیشہ ''الامیر الاسفاح سالار'' کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔ صلاح الدین کی وزارت کے بعد خطبوں میں العاضد کے بعد نورالدّین محمود کا نام بھی لیا جانے لگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوڈانیوں کی بغاوت

مصر میں سوڈانی حبشیوں کا بڑا زور تھا۔ ان کا سردار ایک خواجہ سرا موتمن الخلافہ تھا جو قصرِ خلافت کے جملہ امور کا منصرم اور محافظِ اعلیٰ تھا چونکہ یہ لوگ براہِ راست خلیفہ سے تعلق رکھتے تھے اس لیے ہر وزارت ان کو کسی نے کسی طریقہ سے اپنے قابو میں رکھتی تھی۔ صلاح الدّین ایک نڈر اور کھرا آدمی تھا۔ اس نے ان لوگوں کو چنداں اہمیّت نہ دی اور اپنی مرضی کے مطابق کاروبارِ حکومت چلانے لگا۔ موتمن الخلافہ کو صلاح الدّین کی روش پسند نہ آئی۔ اس نے درپردہ صلیبیوں کو ایک خط لکھا کہ صلاح الدّین کو مصر سے نکالنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ خط اتفاق سے صلاح الدّین کے کسی آدمی کے ہاتھ لگ گیا۔ صلاح الدّین نے جب یہ خط پڑھا تو اس نے اسی وقت غدار موتمن الخلافہ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ وہ موقع پا کر قصرِ خلافت سے بھاگ نکلا۔ صلاح الدّین نے اس کی تلاش جاری رکھی اور ۲۵ ذیقعدہ ۵۶۴ھ کو ایک گاؤں خرقانیہ سے گرفتار کر کے قتل کرا دیا۔ موتمن الخلافہ کے قتل سے سوڈانی حبشیوں میں بڑا اشتعال پیدا ہوا اور انہوں نے پچاس ہزار کی تعداد میں مجتمع ہو کر ایوان وزارت پر ہلّہ بول دیا۔ شامی فوج نے صلاح الدّین اور اس کے بھائی شمس الدّین کی قیادت میں شورش پسندوں کا جم کر مقابلہ کیا اور دو دن کی خونریز جنگ کے بعد ان کے پرخچے اڑا دیے[1] سوڈانیوں کے قلع قمع کے بعد صلاح الدین کے قدم مصر میں مضبوطی سے جم گئے یہاں تک کہ قصرِ خلافت کا نظم و نسق بھی اس کے ہاتھ میں

---

[1] بعض مُورّخین نے لکھا ہے کہ صلاح الدین خلیفہ عاضد کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تھا اس لیے سوڈانیوں کی شورش میں اس کا ہاتھ بھی تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گیا۔اس کا منتظم اس نے امیر بہاؤ الدین قراقوش اسدی کو مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر قصرِ خلافت میں داخل نہ ہو۔

دمیاط پر صلیبیوں کی یلغار

مصر پر سلطان نور الدّین کے بالواسطہ اور صلاح الدّین کے بلاواسطہ اقتدار سے صلیبی انگاروں پر لوٹنے لگے۔مصر پر نورالدّین کا تسلّط فی الحقیقت صلیبیوں کے لیے بہت بڑے خطرے کا نشان تھا۔ بالخصوص یروشلم کی عیسائی ریاست تو چکّی کے دو پاٹوں میں پھنس گئی تھی اور ہر لحظہ اس کو اپنے پِس جانے کو خطرہ تھا۔ اموری شاہِ یروشلم نے اس خطرے کا پوری طرح اندازہ کرلیا اور اس کی پیش بندی کے لیے مصر کے ساحلی شہر دمیاط پر چڑھ دوڑا۔اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ دمیاط کو مرکز بنا کر مصر پر بار بار حملے کرے یہاں تک کہ صلاح الدین وہاں سے نکلنے پر مجبور ہو جائے۔اس مہم میں مینوئل شاہِ قسطنطنیہ اور حکومت صقلیہ (سِسلی) نے بھی اموری کا ساتھ دیا اور اپنے جنگی بیڑے اس کی مدد کے لیے روانہ کیے۔جونہی صلیبیوں کے مُتّحِدہ لشکر نے دمیاط کا رخ کیا۔صلاح الدین نے فوج اور سامانِ حرب سے اس کے دفاع کو انتہائی مضبوط بنا دیا اور کچھ فوجی دستے عیسائیوں کی رسد بند کر دینے پر مامور کر دیے۔خلیفہ عاضد نے بھی اس موقع پر صلاح الدین کے ہاتھ مضبوط کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اس نے صلاح الدین کو دمیاط کی حفاظت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

چنانچہ اس نے محل کے جھروکے سے سر نکال کر سوڈانیوں کو شامی لشکر پر تیر اور پتھر برسانے کا حکم دیا تھا۔اس موقع پر شمس الدولہ نے ان پر پے در پے نفط کی پچکاریاں ماریں' جس سے ان میں ہراس پھیل گیا اور وہ بھاگ نکلے۔اس کے برعکس دوسرے مُورّخین کا بیان ہے کہ صلاح الدّین کا برتاؤ خلیفہ عاضد کے ساتھ بہت عمدہ تھا اور خلیفہ کا اس بغاوت میں کوئی ہاتھ نہ تھا بلکہ اس نے شورش کے وقت شمس الدّولہ کو پیغام بھیجا کہ ان غلام کتوں کو کچل ڈالو۔سوڈانیوں کا خیال تھا کہ خلیفہ ان کی پشت پر ہے مگر جب ان کو اس کے پیغام کا حال معلوم ہوا تو ان کی ہمتیں پست ہو گئیں اور وہ بری طرح شکست کھا گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے دس لاکھ دینار دیے۔

صلیبیوں نے دمیاط کا محاصرہ کیا تو ان کو ایسی زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا' جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ ادھر صلاح الدّین نے نورالدّین کو لکھ بھیجا کہ ''میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا ہوں' اگر مصر کو چھوڑ کر دمیاط کی طرف بڑھتا ہوں تو خدشہ ہے کہ مصری امرا کوئی فتنہ نہ برپا کر دیں اور اگر دمیاط کو صلیبی محاصرین سے بچانے کے لیے تاخیر کرتا ہوں تو شہر ان کے قبضے میں چلا جائے گا۔'' نورالدّین نے صلاح الدّین کا خط ملتے ہی آزمودہ کار جنگجوؤں پر مشتمل فوجی جتھے پے در پے دمیاط کی طرف بھیجنے شروع کر دیے اور خود عیسائی مقبوضات کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ صلیبی محاصرین پر جب اندر اور باہر دونوں طرف سے ضربیں پڑیں تو وہ حواس باختہ ہو گئے اور پچاسویں دن محاصرہ اٹھا کر نہایت بری حالت میں واپس جانے پر مجبور ہو گئے[1]

---

[1] عیسائی مورخ آرچر لکھتا ہے۔ ''صلاح الدین کی مستعدی اور جنگی مہارت کی بدولت محصورین کے بجائے محاصرین کو اپنے بچاؤ کی فکر لاحق ہو گئی۔ تمام لوگ بددل ہو گئے یہاں تک کہ محاصرہ اٹھا لینے کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح رومیوں اور لاطینیوں کے عظیم جنگی بیڑوں اور متحدہ لشکروں کا نہایت مصیبت ناک انجام ہوا۔ عیسائی لشکر بہت نقصان اٹھا کر دمیاط سے واپس آیا اور فتح صلاح الدین کے ہاتھ رہی۔ اسٹینلے لین پول لکھتا ہے۔ ''محاصرۂ دمیاط میں خدا نے مسلمانوں کی پوری مدد کی۔ پہلے سخت بارش ہوئی اور عیسائیوں کی لشکرگاہ پانی میں ڈوب گئی۔ پھر ایک سخت ہوا چلی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے اور بحری بیڑا تباہ ہو گیا' بے شمار لوگ ہلاک ہو گئے اور ان کی نعشیں ان شہروں کے قریب بہنے لگیں جن کو وہ فتح کرنے کے لیے آئے تھے۔''

عماد کاتب کا بیان ہے کہ ''دمیاط کو چھڑانے کے لیے نورالدین محمود نے ایک زبردست فوج بھیجی' جس کی قیادت امیر قطب الدین خسرو ہذبانی کر رہا تھا۔ جب یہ فوج دمیاط پہنچی تو اس کے محاصرہ کو تنتالیس ۴۳ سے دن گزر چکے تھے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی منجنیقوں کو نفط کی پچکاریوں سے جلا دیا اور ان کے لشکر کے ایک حصے کو بیکار کر کے ان کو واپس جانے پر مجبور کر دیا۔''

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمیاط سے صلیبیوں کے ناکام و نامراد واپس ہونے کے بعد سلطان نورالدّین نے خلیفہ عاضد کو ایک خط لکھا جس میں صلیبیوں کی شکست پر اس کو مبارکباد دی اور صلاح الدّین اوراس کی فوج کی تعریف کی لے

نجم الدّین ایوب کا ورودِ مصر

صلاح الدّین ایوبی نے وزارت پر فائز ہو کر اپنے بھائیوں اور کچھ دوسرے عزیزوں کو اپنے پاس مصر میں بلالیا تھا۔واقعۂ دمیاط کے بعد اس نے اپنے والد نجم الدین ایوب کو بھی مصر بلا بھیجا۔اس سے پہلے سلطان نورالدّین نے صلاح الدّین کو حکم بھیجا تھا کہ مصر میں فاطمی خلیفہ کا خطبہ موقوف کر کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا جائے' لیکن صلاح الدین نے اس حکم کی تعمیل میں تامّل کیا کیونکہ اس سے مصریوں کے بھڑک اٹھنے کا خطرہ تھا۔اس انقلابی اقدام کے لیے اس نے مناسب وقت کا انتظار کرنا مناسب سمجھا اور نورالدین کو ساری صورتِ حال تفصیل سے لکھ بھیجی تاہم سلطان مطمئن نہ ہوا اور جب نجم الدین ایوب نے اس سے مصر جانے کی اجازت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علّامہ شہاب الدّین مقدسی صاحبِ ''کتاب الروضتین'' نے لکھا ہے کہ ''محاصرہ دمیاط کے زمانہ میں ایک دن سلطان نورالدین کی مجلس میں حسبِ معمول حدیث پڑھی جارہی تھی۔ایک حدیث تبسّم کے بارے میں آ گئی۔حاضرین میں سے بعض نے حدیث پڑھنے والے سے تبسّم کی درخواست کی۔نورالدین محمود یہ سن کر برہم ہو گیا اور خشم آلود لہجے میں کہا ''خدا کی قسم اس حالت میں کہ مسلمان عیسائیوں کے محاصرے میں ہیں مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ کسی مسلمان کو متبسّم دیکھوں۔''

لے علّامہ شہاب الدّین مقدسی کا بیان ہے کہ سلطان نے اس خط میں لکھا کہ میں نے ترکمانی مجاہدین کو صلاح الدّین کے ساتھ اس لیے بھیجا ہے کہ یہ لوگ صلیبیوں سے نبرد آزما ہونے کی خوب صلاحیت رکھتے ہیں اور صلیبی انہی کے تیروں سے ڈرتے ہیں۔اگر یہ لوگ مصر میں نہ ہوتے تو عیسائی اپنے مذموم ارادوں میں کامیاب ہو جاتے۔عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی بدولت مسجدِ اقصیٰ کی فتح بھی نصیب کرے اور اس نعمت کے ساتھ وہ بڑی نعمت بھی عطا فرمائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانگی تو اس نے اجازت تو دے دی لیکن اس کے ساتھ ہی نجم الدین کو خصوصی طور پر تاکید کی کہ وہ مصر جا کر صلاح الدین کو عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کرنے پر آمادہ کرے۔

نجم الدین ایوب جمادی الاخریٰ ۵۶۵ھ میں دمشق سے روانہ ہوا۔ سلطان نورالدّین اس کی مشایعت کے لیے لشکر کے ہمراہ راس الماء تک گیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ سلطان نے نجم الدین کے ہمراہ فوج کا ایک دستہ اور تُجّار کی ایک جماعت بھی روانہ کی۔[1]

چند دن کے بعد نجم الدّین ایّوب خیر و عافیت کے ساتھ قاہرہ پہنچ گیا۔ صلاح الدّین نے شہر سے باہر آ کر اس کا استقبال کیا اور خلیفہ عاضد نے بھی قصرِ خلافت سے باہر آ کر اس سے ملاقات کی۔ اس موقع پر اس نے نجم الدّین کو ملک افضل کا خطاب دیا اور اس کے ساتھ بیش قیمت خلعت' متعدد تحائف اور کئی جاگیریں دیں۔

صلاح الدین نے وزارتِ مصر پر اپنے والد کو فائز کرنا چاہا' لیکن اس نے انکار کر دیا اور صرف خزانہ کا اہتمام اپنے ذِمّہ لے لیا۔

نجم الدین نے سلطان نورالدّین کے حکم کے مطابق صلاح الدین کو ہدایت کی کہ جس قدر جلد ممکن ہو' مصر میں خلافتِ عباسیہ کا خطبہ جاری کرو۔ صلاح الدین نے اس کو بتایا کہ اس معاملہ میں عجلت کئی خطرات کا باعث بن سکتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سارا مصر ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو۔ نجم الدین نے بھی صورتِ حال کا پورا اندازہ کر لیا اور خاموش ہو گیا تاہم صلاح الدین نے اس مقصد کے لیے زمین ہموار کرنے کا آغاز کر دیا۔

۱- قاضی بہاؤالدین ابنِ شدادؒ محاسنِ یوسفیہؒ (سیرت صلاح الدین) میں لکھتے ہیں کہ نجم الدین کو مصر بھیجنے سے نورالدین کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ وہ مصر میں خلیفۂ بغداد کا خطبہ جاری کرنے کی تائید کرے نیز صلاح الدین کو جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تاکید کرے۔ نجم الدین کے ہاتھ اس نے صلاح الدین کے لیے کئی تحایٔف بھی روانہ کیے۔ ابنِ ابی طے حلبی کا بیان ہے کہ خلیفہ المستنجد باللہ عباسی سلطان نورالدین پر زور دے رہا تھا کہ مصر میں بلاتاخیر خلافتِ عبّاسیہ کا خطبہ جاری کیا جائے چنانچہ نورالدین نے نجم الدین کو جو سب سے بڑی ذمہ داری سونپی تھی اور جس کے بارے میں اس کو اپنا دستخطی فرمان دیا تھا وہ یہی تھا کہ مصر میں عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاصرۂ کرک

سلطان نور الدین نے نجم الدین ایوب کو رخصت کرنے کے بعد اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا اور یکم شعبان ۵۶۵ھ کو قلعہ کرک کی طرف روانہ ہوا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ سلطان نے کرک کا قصد محض اس وجہ سے کیا تھا کہ یروشلم کی عیسائی ریاست کی توجہ اس طرف لگی رہے اور وہ راستے میں نجم الدین سے متعارض نہ ہو۔ چند روز عمان میں بلقاء کے مقام پر قیام کرنے کے بعد سلطان نے تیزی سے آگے بڑھ کر کرک کا محاصرہ کر لیا۔ جب نجم الدین خطرے کی حد سے گزر گیا تو اس نے محاصرہ اٹھا لیا۔

صلیبی طالع آزماؤں کا تعاقب

اسی اثنا میں سلطان کو اطلاع ملی کہ ایک صلیبی فوج دو عیسائی سرداروں ابن ہنفری اور فلپ کی سرکردگی میں اسلامی مقبوضات کی طرف پیش قدمی کر رہی ہے۔ سلطان نے فوراً صلیبی طالع آزماؤں کا رُخ کیا لیکن ان کو اس کے مقابلے پر آنے کی ہمت نہ پڑی اور وہ کنّی کترا کر دوسری طرف نکل گئے۔ سلطان ان کا تعاقب کرتا ہوا عشرہ کے مقام تک پہنچ گیا اور ماہِ رمضان ۵۶۵ھ وہیں گزارا۔ جب دیکھا کہ عیسائی کان تک نہیں ہلاتے تو نہایت وقار اور اطمینان کے ساتھ دمشق کو مراجعت کی۔

ہولناک زلزلہ

بارہ شوّال ۵۶۵ھ کو شام، عراق، مصر، جزیرہ، یروشلم اور انطاکیہ وغیرہ میں ہولناک زلزلہ آیا جس سے سخت جانی و مالی نقصان ہوا۔ حمص، حماۃ، بعلبک، شیزر، بحرین وغیرہ کئی شہروں کی فصیلیں منہدم ہو گئیں۔ اس زلزلہ سے مسلمان اور عیسائی دونوں سخت متاثر ہوئے اور ایک مدت تک ان کی توجہ ایک دوسرے سے نبرد آزما ہونے کے بجائے گرے ہوئے مکانوں اور شہر پناہوں کو دوبارہ بنوانے یا مرمت کرانے کی طرف رہی۔ سلطان نور الدّین نے حسبِ سابق مصیبت زدگان کی امداد کے لیے دن رات ایک کر دیے اور جب تک سب لوگ دوبارہ آباد نہ ہو گئے اس نے اطمینان کا سانس نہ لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضیۂ موصل

۵۶۵ھ میں سلطان نورالدین کے بھائی قطب الدین مودود والیٔ موصل نے وفات پائی۔ وزیر فخر الدین عبدالمسیح نے مرحوم قطب الدین کی بیوی خاتون بنتِ حسام الدین تمرتاش سے سازش کر کے اس کے چھوٹے بیٹے سیف الدین غازی کو برائے نام ولایتِ موصل پر فائز کر دیا اور خود کاروبارِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ قاضی بہاؤالدین ابنِ شداد کا بیان ہے کہ "فخر الدّین عبدالمسیح نصرانی تھا اور مسلمان رعایا سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا۔" قطب الدین مودود کا بڑا لڑکا عمادالدین باپ کے انتقال کے وقت موصل سے باہر تھا' وہ سیدھا اپنے چچا نورالدین کے پاس چلا گیا اور موصل میں قطب الدین کی وفات کے بعد جو واقعات پیش آئے تھے' ان سے سلطان کو آگاہ کیا اور فخر الدین عبدالمسیح کے رَوِیّہ کی سخت شکایت کی۔ سلطان کو فخر الدین کی مسلم آزاری کی اطلاعات پہلے ہی پہنچ چکی تھیں۔ عمادالدین کا بیان سن کر اس کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی اور وہ ایک مختصر فوج کے ساتھ موصل کی طرف چل پڑا۔ یکم مُحَرّم ۵۶۶ھ کو اس نے قلعہ جعبر کی طرف سے دریائے فرات کو عبور کیا اور رقہ کی طرف بڑھا۔ رقہ کے حاکم نے (جس کو فخر الدین عبدالمسیح نے مقرر کیا تھا) پہلے تو سلطان کی مزاحمت کا ارادہ کیا لیکن جب سلطان نے اس کو اس حرکت کے نتائج وعواقب سے خبردار کیا تو اس نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ سلطان نے رقہ کے مالی اور فوجی محکموں کی جانچ پڑتال کی اور پھر خابور سے ہوتا ہوا نصیبین جا پہنچا۔ یہاں اس کے ساتھ امیر نورالدین محمد بن قرا ارسلان والیِ حصنِ دیارِ بکر بھی اپنی فوج کے ساتھ آ ملا۔ سلطان نصیبین سے کوچ کر کے سنجار پہنچا اور اس کا بڑی سختی سے محاصرہ کر لیا۔ سنجار حکومتِ موصل کا فوجی مرکز تھا اور یہاں موصل کی بہت بڑی فوج رہتی تھی۔ سلطان نے شہر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاروں طرف منجنیقیں نصب کرا دیں اور محصورین پر شدید دباؤ ڈالنا شروع کر دیا' اسی اثنا میں اس کے پاس موصلی امرا کے خطوط پے در پے پہنچے جن میں انہوں نے درخواست کی تھی کہ وہ سنجار سے اعراض کر کے موصل پر حملہ کرے۔ اس مہم میں وہ دل و جان سے اس کا ساتھ دیں گے لیکن سلطان نے سنجار کا محاصرہ اٹھانا پسند نہ کیا' یہاں تک کہ اہلِ سنجار نے حوصلہ ہار کر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ سلطان نے سنجار کی حکومت عماد الدین کے سپرد کی اور خود دریائے دجلہ کو عبور کر کے موصل کے مشرق میں حصنِ نینویٰ میں جا اترا۔ اہلِ موصل فخر الدین عبدالمسیح کے ظلم و تعدّی سے سخت تنگ آ چکے تھے۔ انہوں نے در پردہ سلطان کو پیغام بھیجا کہ آپ موصل پر باہر سے حملہ کریں ہم اندر سے فخر الدین عبدالمسیح کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

فخر الدین عبدالمسیح اہلِ موصل کے دلی رجحان کو بھانپ گیا۔ اس نے اپنی خیریت اسی میں سمجھی کہ سلطان کی اطاعت قبول کر لے۔ چنانچہ اس نے ایک خاص ایلچی کے ذریعہ سلطان کی خدمت میں ایک عرضداشت روانہ کی جس میں تحریر کیا کہ میں آپ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور آپ کے مقابلہ پر آنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ بخوشی موصل میں تشریف لائیں۔ اس غلام کی محض اتنی التجا ہے کہ کچھ جاگیر مرحمت ہو جائے تاکہ اس کی زندگی کے باقی دن امن و سکون کے ساتھ کٹ جائیں۔

سلطان نے اس کی درخواست قبول کر لی لیکن اس کے ساتھ یہ شرط لگا دی کہ اس کو موصل کے بجائے شام میں رہنا پڑے گا۔ فخر الدین عبدالمسیح نے اسی کو غنیمت سمجھا اور موصل کے دروازے کھول دیے[1] سلطان ۱۳ جمادی الاولیٰ ۵۶۶ھ کو موصل میں داخل ہوا۔ سیف الدین نے بڑے عجز اور احترام کے ساتھ چچا کی قدم بوسی کی۔ سلطان نے اس کو گلے لگا لیا۔ اس کے مرحوم باپ (اپنے بھائی) کی تعریف کی اور پھر اپنی طرف سے اس کو حکومتِ موصل پر فائز کر دیا۔ البتہ قلعہ موصل کی امارت پر اس نے اپنے خادم

---

[1] قاضی ابنِ شداد کا بیان ہے کہ فخر الدین عبدالمسیح نے شیخ عمر عجمی کو درمیان ڈال کر سلطان سے جان و مال کی معافی حاصل کی اور پھر اس کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعدالدین کمشتگین کو مقرر کیا اور قطب الدین مودود کی جائداد کو احکام شرع کے مطابق اس کی اولاد میں تقسیم کر دیا۔

موصل میں سلطان نورالدین کا قیام بیس دن تک رہا۔ اسی دوران میں اس نے موصل میں ایک عظیم الشان جامع مسجد کی تاسیس کی جو ۵۶۷ھ میں تیار ہو کر جامع نوری کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے علاوہ سلطان نے موصل اور اس کے بلادِ متعلقہ کے تمام محاصل و ٹیکس کلیۃً معاف کرنے کا حکم دیا اور اس کے بارے میں ایک خاص فرمان جاری کیا جس کو جمعہ کے اجتماعات اور دوسری جگہوں پر برسرِ عام پڑھا گیا۔ عماد کاتب کا بیان ہے کہ سلطان نے اسی زمانہ میں شیخ شرف الدین بن ابی عصرون کو بلادِ موصل کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

موصل سے چلتے وقت سلطان نے سیف الدین غازی کی جاگیر میں جزیرہ ابن عمر کا اضافہ کر دیا اور خابور و نصیبین کی تمام آمدنی کو حکومتِ موصل کے فوجی مصارف کے لیے وقف کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر پر اقتدارِ کامل

سلطان نورالدین، صلاح الدین کو وقتاً فوقتاً تاکید کرتا رہتا تھا کہ وہ مصر کی وزارت پر قانع ہو کر نہ بیٹھ رہے اور صلیبیوں کی طرف سے کسی حال میں غافل نہ ہو۔ چنانچہ سلطان کے ایما پر صلاح الدین نے ۵۶٦ھ میں عسقلان اور رملہ کے قریب صلیبیوں سے ایک خونریز جنگ لڑی اور پھر بحرِ احمر کے شمالی سرے پر خلیج عقبہ کے پاس ایلہ کے مشہور قلعے پر قبضہ کرلیا۔ یہ قلعہ بڑا اہم تھا اور صلیبی اس کو مرکز بنا کر ارضِ حجاز پر قبضہ کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ صلاح الدین نے یہ قلعہ ان سے چھین کر اُن کے سارے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ ایلہ کی فتح کے بعد صلیبیوں سے اس کی اور بھی کئی چھوٹی بڑی جھڑپیں ہوئیں جن میں صلیبیوں کو ہمیشہ زک اٹھانی پڑی۔ اسی سال صلاح الدین نے اسکندریہ اور قاہرہ کی شہر پناہوں کی مرمت کرائی اور وہاں کے باشندوں کو انعام واکرام سے نوازا۔ ادھر شمس الدولہ توران شاہ (صلاح الدین کے برادرِ معظم) نے صعید کے سرکش عربوں کو مطیع کیا اور صلاح الدین نے اس کی جاگیر میں جیزہ بوش اور سمنود اضافہ کیے۔ (اس سے پہلے وہ قوص، اسوان اور عیذاب کی جاگیروں کا مالک تھا۔)

قضاۃ کی تبدیلی

پیچھے بیان کیا جا چکا ہے کہ سلطان نورالدین کے حکم کے مطابق صلاح الدین نے مصر میں خلافتِ عباسیہ کے خطبہ کے لیے زمین ہموار کرنے کا آغاز کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں اس نے پہلا اہم قدم ۵۶٦ھ/۱۱۷۱ء میں یہ اٹھایا کہ اذان میں حَيَّ عَلٰی خَيْرِ الْعَمَلْ کا کہا جانا موقوف کر دیا اور پھر اسماعیلی قاضیوں کو معزول کر کے ان کی جگہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعی، حنفی اور مالکی قاضیوں کا تقرر کیا۔ علاوہ ازیں اس نے دارالمعونہ (قید خانۂ مصر) کو مدرسۂ شافعیہ اور دارالغزل کو مدرسۂ مالکیہ میں تبدیل کر دیا اور ۲۲ جمادی الاخری ۵۶۶ھ کو قاضی صدرالدین عبدالملک کو قاہرہ اور اس کے گردونواح کا قاضی القضاۃ مقرر کیا۔

فاطمی خلافت کا خاتمہ

سلطان نورالدین کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر صلاح الدین نے ۵۶۷ھ کے آغاز میں وہ انقلابی قدم اٹھا ہی لیا جس کا خلافتِ عبّاسیہ بغداد کو مدت سے انتظار تھا۔ بَاِختلافِ روایت اس سال کے پہلے یا دوسرے جمعہ میں اس کے حکم سے فاطمی خلیفہ العاضد کی جگہ عباسی خلیفہ المستضی بامراللہ ابومحمد حسن کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسی اثنا میں خلیفہ العاضد نے بھی وفات پائی[2] اور اس طرح مصر میں فاطمی خلافت کا آفتابِ اقبال دوسَو ساٹھ سال سے کچھ زیادہ عرصہ کے بعد ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

---

1. المستضی بامراللہ تینتیسواں عباسی خلیفہ تھا جو اپنے باپ مستنجد باللہ کی وفات پر ۹ ربیع الآخر ۵۶۶ھ کو مَسندِ خلافت پر بیٹھا۔ مستنجد باللہ کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ مصر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جائے اور اس بارے میں اس نے نورالدین سے بڑا اصرار کیا لیکن اپنی آرزو کی تکمیل سے پہلے ہی اس نے پیکِ اجل کو لبیک کہا اور یہ شرف اس کے فرزند کو نصیب ہوا۔
2. خلیفہ العاضد نے کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۱۰ یا ۱۲ مُحرّم ۵۶۷ھ کو انتقال کیا۔ ابنِ ابی طے کا بیان ہے کہ عباسی خلیفہ کا خطبہ اس کی وفات کے بعد پڑھا گیا۔ اس کے برعکس دوسرے مُؤرّخین لکھتے ہیں کہ اس کے ایّامِ علالت ہی میں اس کا خطبہ منقطع ہو گیا تاہم ان مؤرخین میں بھی اس بارے میں اختلاف ہے کہ العاضد کو اپنے خطبے کے انقطاع کی اطلاع ہوئی یا نہ ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ مرتے دم تک اس کو اس انقلاب کی خبر نہ ہوئی۔ کچھ دوسرے لکھتے ہیں کہ اس کو یہ خبر مل گئی اور اس نے اسی کے صدمہ سے وفات پائی۔ بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ العاضد نے یہ خبر سن کر زہر کھا لیا۔ واللہ اعلم بالصواب
اکثر مُؤرّخین نے صلاح الدین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ خلیفہ عاضد کا زمانۂ حیات اب اس قدر کم باقی رہ گیا ہے تو میں اس کے خطبہ کے موقوف کرنے میں عجلت نہ کرتا۔
صلاح الدین کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ العاضد کی زندگی ہی میں اس کا خطبہ موقوف ہو گیا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علّامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ جب خلافتِ عباسیہ کا خطبہ جاری کرنے کے بارے میں صلاح الدین پر سلطان نورالدین محمود کا دباؤ حد سے زیادہ بڑھ گیا تو اس نے اس معاملہ میں اپنے امراء سے مشورہ کیا۔ بعض نے اس کے موافق رائے دی اور بعض نے فتنہ وفساد کے خوف سے اختلاف کیا لیکن اس کے ساتھ ہی دبی زبان سے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ نورالدین کے حکم کو ٹالنا بہت مشکل ہے۔ اتفاقاً وہاں عجم کا ایک باشندہ امیر العالم نامی آ گیا' اس نے یہ بحث وتکرار دیکھی تو کھڑا ہو گیا اور بآوازِ بلند کہنے لگا کہ اس کام کی ذمہ داری میں لیتا ہوں چنانچہ محرّم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کے دن وہ نہایت بے باکی کے ساتھ خطیب سے پہلے منبر پر چڑھ گیا اور حمد ونعت کے بعد المستضی بامر اللہ کے لیے دعا کی۔ مصریوں میں سے کسی نے اس کے خلاف آواز تک نہ نکالی۔ چنانچہ دوسرے جمعہ میں صلاح الدین نے مصر کے تمام خطیبوں کو حکم دیا کہ عاضد کا خطبہ ترک کر کے المستضی کا خطبہ پڑھا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور کسی کو اُف تک کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس واقعہ کے ایک یا دو روز کے بعد خلیفہ العاضد نے وفات پائی۔

عماد کاتب اور مورّخ ابن الدبیثی کا بیان ہے کہ مصر میں سب سے پہلے جس شخص نے بنو عباس کا خطبہ پڑھا وہ ابو عبداللہ محمد بن المحسن بن الحسین بن ابی المضا بعلبکی تھا۔ صلاح الدین کے ندیم قاضی فاضل نے بھی اسی بیان کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ خلیفہ عاضد کا انتقال یومِ عاشورا کو ہوا اور اس سے دو دن پہلے اس کا خطبہ موقوف کیا گیا۔

صلاح الدین نے العاضد کے پسماندگان سے نہایت عمدہ سلوک کیا۔ ان کی رہائش کے لیے علیحدہ مکانات وقف کر دیے اور گزارہ کے لیے معقول رقم مقرر کر دی۔ العاضد کے قصر سے بیش بہا مال واسباب کثیر مقدار میں نکلا۔ اس کا بڑا حصہ صلاح الدین نے اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا۔ باقی سامان کی فروخت ایک روایت کے مطابق دس سال تک جاری رہی۔ نادر اشیاء میں سات سو دُرِّ یکتا' زمرّد کی ایک چھڑی جس کا طول ایک بالشت اور موٹائی نرانگشت کے برابر تھی اور ایک طبلِ قولنج وغیرہ نکلے۔ طبلِ قولنج فنِ طب کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نادر کرشمہ تھا۔ اس کو آٹھویں فاطمی خلیفہ حافظ الدین اللہ (۵۲۴ھ تا ۵۴۴ھ) کے عہدِ حکومت میں موسیٰ نامی ایک طبیب نے سات دھاتوں کو مرکب کر کے تیار کیا تھا اور اس پر سات ستاروں کے نقوش بنائے تھے' حافظ الدین اللہ کو اکثر دردِ قولنج کا دورہ پڑ جاتا تھا۔ اس طبل کے بجانے سے ریاح خارج ہو جاتے تھے اور درد جاتا رہتا تھا۔ اس کی وفات کے بعد یہ طبل خزانہ خلافت میں محفوظ کر دیا گیا تھا۔ صلاح الدین کے ایک کُرد سپاہی نے اس کو معمولی نقارہ سمجھا اور بجا بجا کر توڑ ڈالا[1]

شاہی قصر کا شمالی حصہ اور کئی حویلیاں صلاح الدین نے اپنے امیروں میں تقسیم کر دیں اور لولو نامی قصر اس نے اپنے باپ نجم الدین ایوب کو دے دیا۔ صاحبِ "کتاب الروضتین" (علامہ شہاب الدین مقدسی) کا بیان ہے کہ قصرِ خلافت سے برآمد ہونے والے نوادر میں سے سب سے زیادہ قیمتی جواہرات اور کئی دوسرے تحائف صلاح الدین نے نورالدین کی خدمت میں بھیج دیے[2] اور اس کے ساتھ ہی العاضد کے انتقال اور اس کے خطبہ کے انقطاع کی تفصیل لکھ بھیجی۔

نورالدین محمودؒ نے فاطمی خلافت کے خاتمہ کی خبر بڑی مَسَرّت کے ساتھ سنی اور سلطنتِ نوریہ کے تمام حاکموں اور جاگیرداروں کو اس سے مطلع کیا۔ اس کے بعد اس نے شیخ شہاب الدین ابوالمعالی مظہر بن شیخ شرف الدین ابی عصرون کو یہ خوشخبری سنانے کے لیے خلیفہ المستضی بامراللہ کی خدمت میں بغداد روانہ کیا اور ایک طویل فرمان مرحمت کیا جس میں انقطاعِ خطبہٴ خلفاءِ فاطمیہ و اقامتِ خطبہٴ عباسیہ کے واقعہ کو فصیح و بلیغ اشعار کی

---

1. ایک روایت میں ہے کہ کرد سپاہی نے اس طبل پر ہاتھ رکھا تو اس کی ریح خارج ہوگئی۔ اس نے شرما کر اس کو توڑ ڈالا۔ صلاح الدین اور دوسرے لوگوں کو سپاہی کی اس احمقانہ حرکت کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس نادرہٴ روزگار چیز کے ضائع ہونے پر بہت افسوس کیا۔

2. صاحب "کتاب الروضتین" نے ان تحائف کی طویل فہرست دی ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں۔ بلور اور یشب کے ٹکڑے' عجیب و غریب برتن' بلخش کے ٹکڑے' ساٹھ ہزار دینار طلائی' قیمتی خوشبوئیں' متعدد اعلیٰ قسم کے گھوڑے اور بے شمار دوسری اشیا۔ ایک روایت کے مطابق ان تحائف میں ایک ہاتھی بھی تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں نظم کیا گیا تھا۔ شیخ شہاب الدین جس شہر اور قصبہ سے گزرتا تھا وہاں کے لوگوں کو جمع کر کے یہ فرمان سنایا جاتا تھا جب وہ بغداد کے قریب پہنچا تو عباسی خلیفہ کے تمام سر برآوردہ امراء اور عہدیداروں نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ دربارِ خلافت میں خود خلیفہ نے کھڑے ہو کر اس بشارت کو سنا اور اس پر بے حد اظہارِ مَسَرّت کیا۔ پھر اس نے نہایت قیمتی خلعت' تلواریں گھوڑے اور دوسرے تحائف اظہارِ خوشنودی کے لیے سلطان نورالدین' صلاح الدین اور شام و مصر کے قضاۃ' علماء و خطبا کے پاس بھیجے۔ شعرا نے اس موقع پر تہنیتی قصیدے لکھے اور انہیں دربارِ خلافت میں پڑھ کر گرانقدر انعامات حاصل کیے۔

عماد کاتب لکھتا ہے کہ جب مصر کے واقعات کی اطلاع سلطان نورالدین کو پہنچی تو اس نے مجھے حکم دیا کہ ایک تہنیّت نامہ لکھو جو تمام ممالکِ اسلامی میں پڑھا جائے چنانچہ میں نے اس تہنیّت نامہ کو اس طرح شروع کیا تھا۔ ''خدائے واحد حق کو بلند اور ظاہر کرنے والے اور باطل کو نابود کرنے والے کا احسان ہے کہ آج شام و مصر کے شہروں میں کوئی منبر ایسا نہیں رہا جس پر مولانا امام المستضی بامر اللہ امیر المومنین کا خطبہ نہ پڑھا گیا ہو۔ تمام مسجدیں عباد و زہاد کے واسطے چھوڑ دی گئیں۔ بدعت کی من مانی عبادت گاہیں تباہ ہو گئیں اور عباسیوں کی خلافتِ حقہ ہمارے ہاتھوں سے قائم ہو گئی وغیرہ وغیرہ۔''

اس کے علاوہ سلطان نورالدین نے مجھے حکم دیا کہ ایک خاص تہنیت نامہ لکھوں جو امیر المومنین المستضی بامر اللہ کے روبرو دربارِ خلافت میں پڑھا جائے' چنانچہ میں نے اس کے حکم کی تعمیل میں ایک زوردار تہنیتی قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ تھا:

قَدْ خَطَبْنَا لِلْمُسْتَضِيْ بِمِصْرِ نَائِبُ الْمُصْطَفٰى اِمَامُ الْعَصْرِ

(ہم نے مصر میں المستضیٔ کے نام کا خطبہ پڑھا جو کہ
پیشوائے زمانہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا نائب ہے)

اس کے صلہ میں نورالدین محمود نے مجھ کو سات خلعت اور پانچ ہزار دینار مرحمت فرمائے۔ دربارِ خلافت سے اس تہنیت نامہ کے جواب میں عمادالدّین بن صندل

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معتمد ایوانِ خلافت' سلطان نورالدین کے لیے خلعت' انعام' دو مرصّع تلواریں' عباسی نشان' مصروشام کی امارت کا فرمان اور میرے لیے سَو دینار اور ایک خلعت لے کر دمشق آیا۔ سلطان نورالدین دمشق سے میدان الاخضر تک عمادالدین بن صندل کے استقبال کے لیے آیا اور المستضئی کے فرمان اور تحائف کو اپنے سر آنکھوں پر رکھا پھر اس نے ایک دربار منعقد کیا جس میں ایک منبر رکھ کر موفق بن قیسرانی سے منشورِ خلافت پڑھوایا۔ اس کے بعد اس نے وہ خلعت جو دربارِ خلافت سے آیا تھا۔ بہت کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر کے عباسی نشان کے ہمراہ صلاح الدین کے پاس مصر روانہ کیا۔ یہ بنی عباس کا پہلا نشان تھا جو دو سَو اسّی برس کے بعد مصر میں داخل ہوا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ صلاح الدین نے العاضد کے قصر کے خزانوں سے کئی تحائف المستضئی بامراللہ کے پاس براہِ راست روانہ کیے اور عباسی خلیفہ نے بھی اس کے جواب میں کئی قیمتی تحائف' خلعت اور سیاہ عباسی عَلَم صلاح الدین کو ارسال کیے۔

فاطمی خلافت کے خاتمہ کے بعد مصر مکمل طور پر سلطان نورالدین محمود کے زیرِ اقتدار آ گیا۔ گو وہاں کا نظم و نسق صلاح الدین کے ہاتھ میں تھا لیکن اس کی حیثیت نورالدین کے ایک گورنر یا وائسرائے کی تھی۔ چنانچہ اس نے خطبہ میں عباسی خلیفہ کے بعد نورالدین محمود کا نام داخل کیا اور سکوں پر بھی اسی کا نام کندہ کرایا۔ عباسی خلیفہ کی سیادت تو محض تبرکاً تسلیم کی جاتی تھی' ورنہ حقیقت میں شام و مصر وغیرہ کا فرمانروا سلطان نورالدین ہی تھا۔ مصر پر سلطان نورالدین کے قبضے نے یروشلم کی صلیبی سلطنت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ سٹینلے لین پول لکھتا ہے۔ ''نورالدین کے سپہ سالار (صلاح الدین[1]) کا وادی نیل پر تسلّط یہ معنی رکھتا تھا کہ یروشلم کی مسیحی ریاست ایک چِری ہوئی لکڑی کے درمیان پھنس گئی ہے جس پر ایک ہی طاقت کے دو لشکر دونوں طرف سے دباؤ ڈال رہے ہیں۔''

---

1. نورالدین شیرکوہ کی وفات کے بعد صلاح الدین کو ''امیر اسفاح سالار'' کہا کرتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح عرقہ

۵۶۷ھ/۱۱۷۱ء

مصر پر سلطان نورالدین کا تسلط قائم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کی عیسائیوں کے ساتھ پھر جنگ چھڑ گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عیسائیوں نے لاذقیہ کے قریب مسلمانوں کی دو تجارتی کشتیاں پکڑ لیں اور ان پر سوار تمام تاجروں اور ملاحوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ کشتیاں مصر سے شام کی طرف آ رہی تھیں۔ سلطان کو عیسائیوں کو اس حرکت کی خبر ہوئی تو اس نے ان کو کشتیاں واپس کرنے کے لیے لکھا۔ جب عیسائیوں نے ٹال مٹول کی تو سلطان برہم ہو گیا اور اس نے شام، موصل اور جزیرہ کی فوجوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام فوجیں جمع ہو گئیں تو اس نے ان کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصے کو طرابلس کی طرف بھیجا، دوسرے کو انطاکیہ کی طرف، تیسرے کو قلعہ صافیثا و عریمہ کی طرف اور چوتھے کو اپنے ہمراہ لے کر قلعہ عرقہ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں رعضہ کو پامال کیا اور پھر عرقہ کا نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا۔ اسی اثنا میں اس کی فوج کا جو حصہ صافیثا اور عریمہ کی طرف گیا تھا، ان دونوں قلعوں کو فتح کر کے عرقہ پہنچ گیا[1] اس حصہ فوج کے آ

---

[1] عماد کاتب کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے سلطان سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وہ اس کی تجارتی کشتیوں کو نہیں چھیڑیں گے البتہ جو کشتی ڈوب جائے یا شکستہ ہو جائے اس پر وہ قبضہ کر لیں گے۔ لاذقیہ کے واقعہ کے بعد سلطان نے عیسائیوں کو کشتیوں کی واپسی کے لیے لکھا تو انہوں نے جواب دیا کہ کشتیوں میں پانی بھر آیا تھا اس لیے معاہدہ کے مطابق ہم ان پر قبضہ کرنے میں حق بجانب تھے لیکن یہ بیان دجل و تلبیس پر مبنی تھا۔ سلطان نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور عیسائیوں کی سرکوبی کی تیاری شروع کر دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے سے قلعہ عرقہ پر سلطانی لشکر کا دباؤ اور بھی بڑھ گیا۔ محصورین مسلمانوں کی منجنیقوں کی شدید سنگ باری کی تاب نہ لا سکے اور چار ہی دن کے بعد ہتھیار ڈال کر امان کے خواست گار ہوئے۔ سلطان نے ان سب کو معاف کر دیا اور اجازت دے دی کہ جس قدر مال و اسباب اٹھا سکتے ہیں لے کر قلعہ سے نکل جائیں۔ جب قلعہ تمام عیسائیوں سے خالی ہو گیا تو سلطان نے اس پر قبضہ کر لیا اور سات دن تک وہاں مقیم رہا۔ اس کے بعد وہاں سے یلغار کرتا ہوا اطرابلس کے نواح میں جا پہنچا۔ عیسائیوں کو سلطان کے مقابلہ پر آنے کی ہمت نہ ہوئی اور انہوں نے پے در پے صلح کے پیغام بھیجنے شروع کر دیے۔ سلطان نے صلح کے لیے یہ شرط رکھی کہ عیسائی دونوں کشتیوں کو مال و اسباب سمیت واپس کر دیں اور مسلمان اسیروں کو رہا کر دیں۔ عیسائیوں نے یہ شرط قبول کر لی اور ایک جدید صلح نامہ مرتب کیا گیا جس پر فریقین کے نمائندوں نے دستخط کیے اور اس کی نقول تمام اہم مقامات پر آویزاں کی گئیں۔

مصر میں محصول چونگی کی معافی

اسی سال (یعنی ۵۶۷ھ میں) سلطان نورالدین کے حکم سے صلاح الدین نے محصول چونگی جو سوداگروں سے مالِ تجارت پر لیا جاتا تھا' یک قلم موقوف کر دیا مصر میں اس محصول کی سالانہ آمدنی بیس لاکھ دینار تک پہنچتی تھی لیکن نورالدین کے خیال میں یہ آمدنی خلافِ شرع تھی اس لیے اس نے اس خطیر رقم کے نقصان کا مطلق خیال نہ کیا۔

قلعہ شوبک پر حملہ

صفر ۵۶۷ھ کے آخر میں صلاح الدین نے سلطان نورالدین کی تحریک پر قلعہ شوبک پر حملہ کیا۔ یہ قلعہ صلیبیوں کے مستحکم ترین قلعوں میں شمار ہوتا تھا اور شام اور مصر کے تجارتی قافلوں کا ایک اہم پڑاؤ تھا۔ نورالدین کو خبریں ملی تھیں کہ اس علاقہ کے عیسائی مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کو ستاتے ہیں اس لیے اس نے صلاح الدین کو اس قلعہ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حملہ کرنے کا حکم دیا اور دوسری طرف خود ایک جرار لشکر لے کر شوبک کا قصد کیا۔ صلاح الدین کا خیال تھا کہ یہ قلعہ بہت جلد فتح ہو جائے گا لیکن صلیبیوں نے اس کی حفاظت کے لیے زبردست انتظامات کر رکھے تھے' اس لیے محاصرہ طول پکڑ گیا' اسی اثنا میں اس کو خبر ملی کہ سلطان نور الدین بذاتِ خود ایک زبردست لشکر کے ہمراہ شوبک کی طرف آ رہا ہے چنانچہ وہ شوبک کی تسخیر کو سلطانی لشکر پر چھوڑ کر ربیع الاوّل کے وسط میں واپس قاہرہ چلا گیا اور سلطان کو ایک معذرت نامہ بھیج دیا جس میں لکھا کہ مصر کے سیاسی حالات مجھ کو زیادہ عرصہ قاہرہ سے غیر حاضر رہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ سلطان نے بھی بوجوہ شوبک کا محاصرہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کو کسی آیندہ موقع کے لیے ملتوی کر کے دمشق کو واپس چلا گیا[1] بہت سے مسلم اور عیسائی مؤرخین لکھتے ہیں کہ اسی سال سلطان نور الدین نے

---

[1] بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان نور الدین کو صلاح الدین کے واپس جانے سے بہت رنج ہوا اور اس نے صلاح الدین سے مصر کی حکومت چھین لینے کا ارادہ کیا چنانچہ اسی مقصد کے لیے اس نے فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ صلاح الدین کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے تمام ارکانِ دولت کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا اور تو سب خاموش رہے البتہ صلاح الدین کا بھتیجا تقی الدین عمر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگر نور الدین نے مصر پر حملہ کیا تو ہم اور ہماری تلواریں اس کو مصر میں داخل ہونے سے روکیں گی۔ اس رائے سے صلاح الدین اور اس کے اعزہ و اقارب نے اتفاق کیا لیکن صلاح الدین کا باپ نجم الدین ایوب سلطان نور الدین کا حقیقی خیر خواہ اور جاں نثار تھا اس نے تقی الدین عمر اور اس کے حامیوں کو سخت ملامت کی اور برسرِ مجلس بڑے جوش کے ساتھ کہا کہ

''نور الدین بادشاہ ہے اور ہم اس کے ادنیٰ غلام ہیں' غلاموں کی کیا مجال کہ اپنے آقا کے مقابلہ کا تصور بھی دل میں لائیں۔ اے صلاح الدین میں تیرا باپ ہوں اور یہ تیرا ماموں شہاب الدین ہے تو جانتا ہے کہ ہم تیرے دوست اور خیر خواہ ہیں لیکن خوب اچھی طرح جان لے کہ جب ہم نور الدین کو دیکھیں گے تو خدا کی قسم اس کے پاؤں پر گر پڑیں گے۔ اگر وہ ہم سے تیرا سر مانگے گا تو ہم اس کے حکم کی تعمیل میں فوراً تیرا سر کاٹ لیں گے۔ اگر ہمارا یہ حال ہے تو کسی اور پر تو کیا بھروسا کر سکتا ہے۔ اس ملک کی حکومت تجھ کو نور الدین ہی نے عطا کی ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یروشلم پر لشکرکشی کے لیے زور شور سے تیاریاں شروع کر دیں اور کئی ہزار دینار خرچ کر کے حلب و دمشق کے نامی صناعوں سے ایک منبر اس مقصد کے لیے تیار کرایا کہ فتح بیت المقدس کے بعد اس کو مسجدِ اقصیٰ میں رکھا جائے اور پھر اس پر خطبہ فتح پڑھا جائے' چنانچہ سلطان نے جہاد کا عام وعظ کرایا اور اپنی تمام تر توجہ فوجوں کی تربیت اور سامانِ حرب و ضرب کی فراہمی پر مرکوز کر دیں۔

کرک کا ناتمام محاصرہ

۵۶۸ھ میں صلاح الدین نے سلطان نور الدین کے حکم سے کرک پر لشکرکشی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ کو دو مہینے گزر گئے تو اس کو اطلاع موصول ہوئی کہ اس کا باپ نجم الدین ایوب سخت بیمار ہے چنانچہ وہ محاصرہ اٹھا کر واپس قاہرہ چلا گیا اور سلطان نور الدین کو معذرت نامہ لکھ بھیجا۔

نجم الدین ایوب کی وفات

نجم الدین ایوب کو چوگان کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ مُورّخین کا بیان ہے کہ وہ چوگان

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگر وہ تجھ کو معزول کرنا چاہتا ہے تو لشکرکشی کی کیا ضرورت ہے۔ وہ ایک حکم دے تو فوراً مصر کی حکومت کو چھوڑ کر اس کی خدمت میں چلا جا۔ وہ ہم سب کا آقا ہے اور ہم غلام ہیں۔"

نجم الدین کی تقریر سے مجلس پر سناٹا چھا گیا اور کسی کو اس کے خلاف لب ہلانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد نجم الدین نے تخلیہ میں صلاح الدین کو سمجھایا کہ نور الدین کی مخالفت کس قدر خطرناک ہے۔ تم کو اس کی اطاعت سے سرِ مُو انحراف نہیں کرنا چاہیے چنانچہ اس کے ایما پر صلاح الدین نے نور الدین کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی جس میں اس اس کو اپنی اطاعت کا یقین دلایا اور بقول ابنِ اثیر یہاں تک لکھا کہ

"آقا (یعنی نور الدین) کسی شخص کو بھیجے جو میری گردن میں رومال ڈال کر مجھے کو پکڑ کر لے جائے یہاں اس کی کوئی مزاحمت نہیں کرے گا"

بعض مؤرخ اس واقعہ کو سرے سے ہی غلط بتاتے ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھیلتے ہوئے اپنا گھوڑا اس قدر تیز دوڑاتا تھا کہ دیکھنے والے دہشت زدہ ہو جاتے تھے۔
۱۸ یا ۱۹ ذی الحجہ ۵۶۸ھ کو وہ قاہرہ کے باب النصر کے قریب چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر پڑا اور سخت مجروح ہو گیا۔ طبیبوں نے علاج کے تمام جتن کیے لیکن اس کا آخری وقت آ پہنچا تھا' کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور ۲۷ ذی الحجہ کو اس کا طائرِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ اس وقت صلاح الدین کرک سے واپس آ چکا تھا۔ کچھ دوسرے لکھتے ہیں کہ نجم الدین اس کے آنے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔

نجم الدین ایوب کو قاہرہ میں اپنے بھائی اسد الدین شیر کوہ کے پاس دفن کیا گیا۔ دو سال کے بعد دونوں بھائیوں کی لاشوں کے تابوت مدینہ منورہ کو روانہ کیے گئے جہاں وہ وزیر جمال الدین اصفہانی کے مقبرہ میں دفن کیے گئے۔

قلیج ارسلان سے جنگ

اسی سال سلطان نور الدین کی عز الدین قلیج ارسلان ثانی والی قونیہ سے لڑائی چھڑ گئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قلیج ارسلان نے ملطیہ اور سیواس کے فرمانروا کے کئی علاقوں پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ والیِ ملطیہ و سیواس سلطان نور الدین سے امداد کا خواست گار ہوا۔ سلطان نے قلیج ارسلان کو خط لکھا کہ وہ اپنے ایک مسلمان بھائی کے غصب کردہ علاقوں پر سے اپنا قبضہ اٹھا لے۔ قلیج ارسلان نے اس خط کو پڑھ کر پھینک دیا اور نور الدین کے قاصد کو سخت سست کہہ کر واپس بھیج دیا۔ نور الدین نے غضبناک ہو کر قلیج ارسلان کے مقبوضات پر حملہ کر دیا اور کیسوں' مرعش' مرزبان' بہنسی' سیواس اور کئی دوسرے قلعے اس سے چھین لیے۔ قلیج ارسلان تابِ مقاومت نہ لا سکا اور اس نے سلطان سے صلح کی درخواست کی۔ سلطان نے صلح کے لیے منجملہ دوسری شرائط کے دو شرطیں یہ رکھیں کہ قلیج ارسلان والیِ ملطیہ و سیواس کے غصب کردہ علاقوں کو مع ان کے محاصل کے واپس کرے اور دوسرے یہ کہ سلطان جب عیسائیوں کے خلاف جہاد کے لیے اس سے مدد طلب کرے تو وہ بغیر حیل و حجت اپنی فوج بھیج دیا کرے۔

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلیج ارسلان نے تمام شرائط بِلا تامل منظور کرلیں اور دونوں مسلم فرمانرواؤں میں مصالحت ہوگئی۔ اس کے بعد سلطان نے اپنی فوج کے کچھ دستے فخرالدین عبدالمسیح کی سربراہی میں سیواس میں چھوڑے اور خود دمشق واپس آ گیا۔ یہاں آ کر اس نے شافعیہ کے ایک عظیم الشان مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور فقیہ قطب الدین نیشاپوری کو مدرسۂ حلب کا مدرسِ اعلیٰ مقرر کیا۔ اسی زمانہ میں ملیح بن لاون سپہ سالار بِلادِ ارمن نے ایک جنگ میں رومیوں کو شکست فاش دی اور ان کے بیس نامی سرداروں کو گرفتار کرکے کثیر مالِ غنیمت کے ساتھ سلطان نورالدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے اس کے کارنامہ کی تحسین کی اور قاضی کمال الدین شہرزوری کو قیدیوں اور تحائف کے ساتھ المستضئ بامراللہ کی خدمت میں بغداد روانہ کیا اور خلیفہ کے نام اپنے ہاتھ سے ایک خط بھی لکھ کر روانہ کیا جس کے آخری فقرے یہ تھے۔

> ''میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی توفیق چاہتا ہوں کہ وہ مجھے میرے منتہائے مقصود تک پہنچا دے۔ مسجدِ اقصیٰ کے مقدّس صحن کو تثلیث پرستوں سے پاک کر دے اور میری زندگی بھر کی جدوجہد کو فتح بیت المقدس پر منتج کرے۔''

عماد کاتب نے اس موقع پر ایک قصیدہ سلطان نورالدین کی مدح میں لکھا اور ایک قصیدہ خلیفۂ بغداد کی خدمت میں روانہ کیا۔

ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ سلطان نورالدین نے اپنے خط میں خلیفہ سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ وہ اس کی قدیمی جاگیر صریفین و درب ہردن اس کو واپس عطا کردے اور شطِ دجلہ پر شافعیہ کا ایک مدرسہ بنانے کے لیے کچھ زمین مرحمت کرے۔

عیسائیوں سے آخری جنگ

عماد کاتب کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے ۵۶۸ھ (مطابق ۱۱۷۲ء) میں نورالدین سے پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ انہوں نے ایک رومی شہزادے کی سرکردگی میں حرّان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نواحی علاقوں پر دھاوا بول دیا اور ایک گاؤں سمسکین میں پڑاؤ ڈال دیا۔ سلطان ان دنوں کسوہ میں تھا اس کو عیسائیوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو فوراً ان کی سرکوبی کے لیے لپکا۔ عیسائی لشکر سمسکین سے کوچ کر کے فوار اور سواد ہوتا ہوا شلالہ چلا گیا اور سلطان عشترا میں مقیم ہو گیا۔ یہاں سے اس نے فوج کے چند دستے طبریہ کی طرف روانہ کیے۔ انہوں نے طبریہ اور اس کے نواحی علاقوں پر شبخون مارا اور کثیر مالِ غنیمت لے کر عشترا کا رخ کیا۔ راستے میں مخاصہ کے مقام پر ان کی عیسائیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی' جو پورے چھ گھنٹے تک جاری رہی۔ بالآخر عیسائی فوج نے مجبور ہو کر مسلمانوں کو گزرنے کا راستہ دے دیا اور وہ طبریہ کے مالِ غنیمت سمیت سلطان کی خدمت میں پہنچ گئے۔

عماد کاتب لکھتا ہے کہ میں اس واقعہ میں سلطان کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھ سے اس واقعہ کو نظم کرنے کی فرمائش کی چنانچہ میں نے فی البدیہہ ایک قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ تھا:

عَقَدَتْ بِنَصْرِكَ رَايَةُ الْإِيْمَانِ
وَبَدَتْ بِعَصْرِكَ آيَةُ الْإِحْسَانِ

(تیری مدد سے لوائے ایمان کھڑا ہوا اور تیرے زمانہ سے احسان کی نشانی ظاہر ہوئی۔)

مصر میں حبشیوں کی بغاوت

۵۶۸ھ میں صلاح الدین کو حبشیوں کی شورش کا سامنا کرنا پڑا۔ حبشیوں نے نوبہ کے شہروں سے نکل کر صعید پر حملہ کیا اور پھر اسوان کو تاخت و تاراج کیا۔ امیر کنز الدولہ والیِ اسوان نے صلاح الدین کو اطلاع دی تو اس نے شجاع بعلبکی کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ امیر کنز الدولہ اور شجاع نے حبشیوں کا تعاقب کیا لیکن وہ حبشیوں کا زور توڑنے میں ناکام رہے۔ اب صلاح الدین نے اپنے بھائی شمس الدّولہ توران شاہ کو اس مہم پر روانہ کیا۔ حبشی اس کی آمد کی خبر سن کر صعید سے نکل کر نوبہ کے شہروں میں پھیل گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمس الدولہ نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور ان کے مضبوط گڑھ قلعہ ابریم کو چند دن کے محاصرہ کے بعد فتح کرلیا اور مسلمان قیدیوں کو چھڑا کر مظفر و منصور واپس آیا۔

عمارہ یمنی کی سازش

۵۶۹ھ میں عمارہ یمنی نامی ایک شاعر نے (جو مصر میں سکونت پذیر ہوگیا تھا۔) کچھ مصری امرا کو اپنے ساتھ ملا کر صلاح الدین کے خلاف ایک خوفناک سازش تیار کی اور اپنی مدد کے لیے شام اور صقلیہ کے عیسائیوں کو بھی بلا بھیجا۔ خوش قسمتی سے اس سازش کی اطلاع صلاح الدین کے ایک ہواہ خواہ زین الدین علی بن بخارا الواعظ کو ہوگئی اور اس نے صلاح الدین کو اس سے بروقت مُطّلع کر دیا۔ صلاح الدین نے سب سازشیوں کو گرفتار کرلیا اور ان پر مقدمہ چلایا۔ جب ان پر جرم ثابت ہوگیا تو عمارہ یمنی اور دوسرے سرغنوں کو سولی پر چڑھا دیا اور اس طرح یہ فتنہ اپنے برگ و بار لانے سے پہلے ہی دب گیا۔[1]

---

[1] عمارہ یمنی بڑا آتش بیان شاعر تھا اور فاطمین مصر کا سخت طرفدار تھا۔ وہ صلاح الدین کو قتل کر کے یا عیسائیوں کی مدد سے مصر سے نکلوا کر فاطمی خلافت کو از سرِ نو قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فاطمیوں کی مدح میں کئی قصیدے لکھے تھے' ان میں سے ایک قصیدہ کے تین اشعار یہ ہیں' ان سے اس کی فاطمیوں سے محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

یا عاذلی فی هویٰ ابناء فاطمة ۔۔۔ لك الملامة ان اقصرت فی عذل

بالله زر ساحة القصرین وربك معی ۔۔۔ علیهما علی صفین والجمل

وقل لاهلهما والله لا التحمت ۔۔۔ فیکم قروحی ولا جرحی بمندمل

اے فاطمیوں سے محبت کرنے پر مجھے ملامت کرنے والے اگر تو نے مجھے ملامت کرنے میں کوئی کوتاہی کی تو میں تجھے قابلِ ملامت سمجھوں گا۔ تجھے خدا کی قسم دونوں شاہی محلوں کے میدان کی زیارت کر اور میرے ساتھ مل کر صفین اور جمل کے شہداء پر رونے کے بجائے اِن محلوں کی بربادی کا ماتم کر۔ وہاں کے رہنے والوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ خدا کی قسم تمہاری وجہ سے مجھ کو پھوڑے نکلے تھے وہ کبھی اچھے نہ ہوں گے اور نہ میرا زخم کبھی مندمل ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتحِ یمن

۵۶۹ھ میں صلاح الدین کو خبر ملی کہ ایک شخص عبدالنّبی بن مہدی خارجی نے یمن پر اپنا تسلّط جمالیا ہے اور بنو عباس کا خطبہ موقوف کر کے اپنا خطبہ جاری کر دیا ہے۔ صلاح الدین نے شمس الدّولہ توران شاہ کو یمن پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت عمارہ یمنی زندہ تھا' اس نے بھی صلاح الدین کو یمن پر فوج کشی کے لیے برانگیختہ کیا۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ صلاح الدین کی طاقت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی اور وہ آسانی سے اپنی سازش کو بروئے کار لا سکے گا۔ رجب ۵۶۹ھ میں شمس الدّولہ نے اپنا لشکر خشکی کے راستے روانہ کیا اور سامانِ حرب بحری جہاز کے ذریعہ بھیجا۔ پہلے وہ مکّہ معظمہ پہنچا اور وہاں سے زبید پہنچ کر عبدالنّبی کو شکست دی اور اس کو اپنے نائب سیف الدولہ کے سپرد کر کے عدن پر حملہ آور ہوا۔ پھر مخلاف' صنعا اور مدینۃ الجند کو فتح کر کے زبید کو واپس آیا۔ اس اثنا میں سیف الدولہ نے عبدالنّبی کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس طرح یمن پر شمس الدّولہ کا اقتدار قائم ہو گیا اور اس نے یہ خوشخبری صلاح الدین کو لکھ بھیجی۔ صلاح الدین نے حکم دیا کہ یمن کی تمام مساجد کے منبروں پر عباسی خلیفہ کے ساتھ نور الدین محمود کا خطبہ پڑھا جائے اور سکّوں پر نور الدین کا نام مضروب ہو۔ اس کے بعد اس نے ان واقعات کی اطلاع نور الدین محمود کو بھیجی اس کو فتح یمن پر کمال مُسَرّت ہوئی اور اس نے یہ خوشخبری بغداد بھیجی۔ بعض مؤرّخین نے لکھا ہے کہ فتح یمن کے بعد نہ صرف یمن بلکہ مکّہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں بھی خلیفۂ بغداد کے ساتھ نور الدین محمود کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

علاّمہ جلال الدین سیوطیؒ کا بیان ہے کہ اسی سال سلطان نور الدین محمود نے عباسی خلیفہ المستضی بامراللہ کو بہت سے تحائف بھیجے۔ ان میں ایک خوبصورت گدھا بھی تھا جس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بدن پر خط بنے ہوئے تھے۔

صلاح الدین سے حساب طلبی

۵۶۹ھ/۷۴-۱۱۷۳ء میں صلاح الدین کو حکومتِ مصر کی باگ ڈور سنبھالے پانچ برس سے زیادہ مدت گزر چکی تھی۔ اس دوران میں اس نے نورالدین کی خدمت میں ہدایا و تحائف کے سوا کوئی باقاعدہ حساب کتاب مرتّب کر کے نہیں بھیجا تھا۔ سلطان نے بھی مصر کے سیاسی حالات کو مدِّنظر رکھ کر اس پر چنداں زور نہیں دیا تھا لیکن اب کچھ عرصہ سے وہ یروشلم کی صلیبی ریاست پر ایک فیصلہ کُن ضرب لگانے کے لیے زور شور سے تیاریاں کر رہا تھا اور اس مقصد کے لیے وہ تمام ممالکِ محروسہ کے مالی وسائل کو کام میں لانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ضروری سمجھا کہ صلاح الدین سے مصر کی آمدنی اور خرچ کا حساب طلب کرے[1]۔ اس کام کے لیے اس نے اپنے معتمدِ خاص امیر موفق بن قیسرانی کو منتخب کیا اور اس کو اپنا فرمانِ خاص دے کر مصر بھیجا۔ صلاح الدین نے سلطان کا فرمان پڑھتے ہی محکمہ مالیات کے ملازموں کو پنج سالہ حساب تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب حساب کے گوشوارے تیار ہو گئے تو اس نے امیر موفق کو فوجی مصارف، محاصل ملکی، امرا و عُمّال کی جاگیروں اور اوقاف وغیرہ کی الگ الگ فہرستیں مرتّب کر کے ہر ایک کی تفصیل سمجھائی یہاں تک کہ وہ مطمئن ہو گیا اور حساب کے گوشوارے وغیرہ ساتھ لے کر دمشق کو واپسی کا قصد کیا۔ چلتے وقت صلاح الدین نے اس کو سلطان کے لیے بہت سے قیمتی تحائف دیے[2] لیکن امیر موفق بن قیسرانی ابھی رستے میں ہی تھا کہ سلطان نورالدین محمود کو خالقِ حقیقی کی طرف سے بلاوا آ گیا اور کوئی چیز اس تک نہ پہنچ سکی۔

۱۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ نورالدین کو خبریں پہنچی تھیں کہ صلاح الدین انعام و اکرام میں اِفراط و تفریط سے کام لیتا ہے اسی لیے اس نے اس سے حساب طلب کیا تھا تاہم نورالدین کا یہ اقدام خلافِ معمول نہیں تھا۔ وہ اپنے دوسرے گورنروں اور عُمّال سے بھی حساب کتاب طلب کیا کرتا تھا۔

۲۔ علامہ شہاب الدین مقدسی نے ''کتاب الروضتین'' میں ان تحائف کی فہرست تفصیل کے ساتھ قلمبند کی ہے۔ ابنِ ابی طے نے بھی اپنی تاریخ میں ان تحائف کی تفصیل بیان کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفرِ آخرت

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان

عیدالفطر (یکم شوال ۵۶۹ھ/۱۱۷۴ء) ہجری کو سلطان الدین محمودؒ نے علی الصباح بیدار ہو کر غسل کیا اور لباس تبدیل کر کے غرباء، مساکین اور دوسرے مستحقین میں خیرات وصدقات تقسیم کیے پھر اپنے محافظ دستہ کو ج کے ہمراہ (دمشق کے) میدان قبلی اخضر میں نمازِ عید پڑھنے گیا۔ قاضیِ عساکر شمس الدین محمد بن المقدم نے نماز پڑھائی اور خطبۂ مسنونہ پڑھا۔ دوسرے دن سلطان اپنے امرا کے ساتھ سوار ہو کر میدانِ اخضر میں گیا اور کچھ دیر چوگان کھیلتا رہا پھر امرا کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا۔ اثنائے گفتگو میں امیر ہمام الدین مودود (سابق حاکم حلب) نے کہا ''کتنا سعید اور بابرکت دن ہے کہ آج ہم سب اس میدان میں جمع ہیں لیکن خدا معلوم آئندہ سال ہم میں سے کون یہاں ہوگا۔''

سلطان نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''سال تو بڑا لمبا عرصہ ہے ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ایک مہینا کے بعد ہم سب یہاں جمع ہو سکیں گے یا نہیں۔'' شاید ''ایک مہینا'' کے الفاظ قدرت سلطان کے منہ سے نکلوا رہی تھی[1] چند دن بعد سلطان کے گلے میں معمولی تکلیف ہوئی اور پھر یہ بڑھتے بڑھتے خناق کی صورت اختیار کر گئی۔ سلطان اب قلعۂ دمشق کے ایک چھوٹے سے کمرے میں صاحبِ فراش ہو گیا۔ اطباء نے مشورہ دیا کہ یہ کمرہ تبدیل کر

---

[1] اتفاق دیکھیے کہ اس واقعہ کے ایک مہینا کے اندر سلطان کا انتقال ہو گیا اور ایک سال کے اندر امیر ہمام الدین مودود کا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا چاہیے لیکن سلطانؒ نے ان کے مشورہ پر چنداں دھیان نہ دیا۔ طبیبوں نے علاج معالجہ میں مقدور بھر کوشش کی لیکن مرض میں کچھ افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر انہوں نے متفق ہو کر تجویز کیا کہ سلطان کی فصد لی جائے۔ سلطان کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی تو اس نے اسے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ میری عمر کے آدمی کی فصد نہیں لینی چاہیے۔ اطباء اب مجبور ہو گئے اور دوسرے علاج جاری رکھے لیکن

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

خناق تو محض ایک بہانہ تھا۔ فی الحقیقت سلطان مرض الموت میں مبتلا تھا جس کا کوئی علاج نہیں تھا۔

قاضی ابنِ شدادؒ[1] نے سلطان کی زندگی کے آخری ایام کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میری ملاقات ایک دمشقی طبیب سے ہوئی جو سلطان نور الدین کے معالجینِ خصوصی میں سے تھا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھ کو نور الدین نے اپنے مرض الموت میں چند دوسرے اطباء کے ساتھ قلعۂ دمشق میں بلا بھیجا۔ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ایک سادہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ہم نے اسے سلام کیا۔ اس نے آہستگی سے سلام کا جواب دیا اور ہاتھ سے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ مرض کی شدّت سے اس کی آواز اس قدر پست ہو گئی تھی کہ بدقّت سنی جاتی تھی۔ ہم نے کمرے کی تنگی اور تاریکی کو دیکھ کر سلطان سے مکان تبدیل کرنے کی درخواست کی لیکن اس نے ہماری درخواست قبول نہ کی پھر ہم نے علاج شروع کیا اور اس بات پر متفق ہوئے کہ سلطان کی فصد لی جائے۔ اس پر نور الدین نے قدرے ترش رُو ہو کر کہا۔ ''ساٹھ برس کی عمر کے مریض کی فصد نہیں لینی

---

[1] قاضی ابن شداد مشہور مؤرخ تھے۔ ۵۳۹ھ میں موصل میں پیدا ہوئے اور ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔ سلطان نور الدین اور صلاح الدین ایوبی کے ہمعصر تھے۔ موصل، و بغداد میں تعلیم پائی۔ سلطان صلاح الدین کی طرف سے یروشلم کے قاضی العسکر تھے۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد حلب کے عہدۂ قضا پر فائز ہوئے۔ بڑے اثر و رسوخ کے مالک تھے اور عالَمِ اسلام میں بڑے احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ انہوں نے متعدد مدارس قائم کیے اور سلطان صلاح الدین کی ایک جامع سیرت لکھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔" اب ہم خاموش ہو گئے اور دوسرے علاج تجویز کیے۔ (سیرت صلاح الدین ایوبیؒ)

سلطان کا وقتِ آخر آ پہنچا تھا[1]۔ تقدیر کا نوشتہ اور قضا کا حکم اٹل اور ناقابل تفسیر ہے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۲۱ شوال ۵۶۹ھ (مطابق ۱۵ مئی ۱۱۷۴ء) کو یہ حکم آ پہنچا اور دنیائے اسلام کے اس بطلِ جلیل نے پیکِ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ رحلت کے وقت اس کی عمر اٹھاون سال کی تھی اور مدتِ حکومت ۲۸ برس۔ جان جان آفریں کو سپرد کرتے وقت اس کی تمام آرزوئیں قریب پوری ہو چکی تھیں۔ عیسائیوں کو اس نے شام سے نکال دیا تھا۔ مصر کو اپنے زیرِ اقتدار لا چکا تھا، صرف ایک آرزو باقی تھی، بیت المقدس کو عیسائیوں کے پنجے سے چھڑانا اس کی حسرت وہ اپنے دل میں لے گیا اور اسے اس کے بعد صلاح الدین ایوبیؒ نے پورا کیا۔

سلطان کی وفات کا دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اس کی رحلت کی خبر اہل دمشق پر بجلی بن کر گری اور ان کے دامنِ صبر و ضبط کو جلا کر راکھ کر گئی۔ اکثر لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور کئی فرطِ اَلَم سے بے ہوش ہو گئے۔ دمشق کا چپہ چپہ شورِ محشر کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ عالَم اسلام میں یہ خبر پھیلی تو ہر طرف ماتم برپا ہو گیا اور مسلمانوں کی نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی۔ خلیفۂ بغداد اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ والی مصر کو یہ خبر ملی تو وہ بے اختیار رو دیے اور مرحوم سلطان کے فرزند اور دمشقی امرا کو دردناک تعزیتی خطوط لکھے۔ شعرا نے بھی اس سانحۂ جانگداز پر طویل مرثیے لکھے جنہیں لوگ پڑھتے تھے اور بے اختیار رو دیتے تھے۔ ان میں سے "عماد کاتب[2]" کے دو مرثیوں نے بڑی شہرت پائی۔ ان مرثیوں کو اس نے چار سو بیتوں میں ختم کیا تھا، ان میں سے چند اشعار یہاں درج کیے

---

[1] ا۔ بعض تاریخوں میں سلطان نورالدین کی تاریخ وفات ۱۱ شوال ۵۶۹ھ درج ہے۔

[2] پورا نام عماد الدین محمد۔ الکاتب ہے۔ اصفہان کے رہنے والے تھے۔ سالِ ولادت ۵۱۹ھ / ۱۱۲۵ء اور سالِ وفات ۵۹۷ھ / ۱۲۰۱ء ہے۔ نامور مؤرخ اور صاحبِ طرز ادیب تھے۔ ابتدائی زمانہ اپنے وطن اصفہان اور کاشان میں بسر کیا۔ علومِ دینیہ بغداد اور موصل میں حاصل کیے۔ کچھ عرصہ واسط میں وزیر ابنِ ہبیرہ کی نیابت کے فرائض انجام دیے۔ پھر نورالدین محمود کے پاس چلے گئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں۔

لِفَقْدِ الْمَلِكِ الْعَادِلِ يَبْكِي الْمُلْكُ وَالْعَدْلُ

ملک العادل کی رحلت پر ملک اور عدل ماتم کناں ہیں۔

وَقَدْ اَظْلَمَتِ الْآفَاقُ لَاشَمْسٌ وَلَاظِلُّ

تمام عالم پر تاریکی چھا گئی ہے نہ آفتاب ہے اور نہ سایہ

وَلَمَّا غَابَ نُورُالدِّيْنُ عَنَّا اَظْلَمَ الْحَفْلُ

اور جب نورالدین ہم میں سے غائب (رخصت) ہوگیا تو محفل تاریک ہوگئی۔

وَزَالَ الْخَصْبُ وَالْخَيْرُ وَدَادَ الشَّرُّ الْمَحْلُ

اور تازگی اور نیکی زائل ہوگئی اور شر وقحط بڑھ گیا

وَمَاتَ الْبَاسُ وَالْجُوْدُ وَعَاشَ الْيَاسُ وَالْبُخْلُ

لڑائی اور سخاوت و بخشش کو موت آ گئی اور نامیدی اور بخل زندہ ہوگئے

وَعَزَّالنَّقْصُ لَمَّا هَانَ أَهْلُ الْفَضْلِ وَالْفَضْلُ

بے کمالی کو غلبہ حاصل ہوا اور اہل فضل و کمال اور خود کمال دب کر رہ گیا

وَهَلْ يَنْفِقُ ذُوالْعِلْمِ اِذَا مَانَفَقَ الْجَهْلُ

اور اہل علم کیا کر سکتے ہیں جب جہالت کا زور بڑھ گیا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنُوْرِالدِّيْنِ لَوْلَا نَجْلُهُ مِثْلُ

اور نورالدین کا نام نہ رہ جاتا۔ اگر اس کے مثل اس کی اولاد نہ ہوتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

اس نے انہیں جوہرِ قابل پا کر اپنا کاتب مقرر کیا۔ سلطان نورالدین کی وفات کے بعد وہ سلطان صلاح الدین کے پاس چلے گئے۔ اس نے بھی ان کی بڑی عزت افزائی کی اور اپنا درباری مؤرخ اور کاتب مقرر کیا۔ صلاح الدین کی وفات کے بعد انہوں نے گوشۂ عزلت اختیار کرلیا اور اپنی وفات تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ ان کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں: "الفتح القصی فی الفتح القدسی" (فتح شام کی تاریخ) نصرۃ الفترۃ و عسرۃ الفطرہ (تاریخ سلاجقہ) "خریدۃ القصر و جریدۃ اھل العصر (تذکرۂ شعرا)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجہیز و تکفین

سلطان کی میت کو دمشق کے علماء و صلحا نے غسل دیا اور پھر رزقِ حلال سے تیار کیے ہوئے پاک کپڑے میں اسے کفنایا۔ لوگوں کے رنج و غم کا یہ عالم تھا کہ کوئی اس کا منہ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ اس کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہر طرف سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ دمشق اور اس کے گرد و نواح کے لوگوں کا اس قدر اِزدِحام تھا کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ لوگ انبوہ در انبوہ آتے اور میدان اخضر میں نماز جنازہ پڑھتے۔ اس طرح مرحوم سلطان پر کئی دفعہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ پھر میّت کو "مدرسۂ نوریہ" میں لایا گیا جو سلطان نے سفرِ آخرت سے پہلے اپنی نگرانی میں نہایت اہتمام سے بنوایا تھا اور جس میں ہر وقت "قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْل" کی صدائیں بلند ہوتی رہتی تھیں۔ اسی جگہ لوگوں نے اس کی آخری آرام گاہ تیار کی اور درود و صلوٰۃ اور آہ و فغاں کے شور میں ملّتِ اسلامیہ کے اس فرزندِ جلیل کو سپردِ خاک کر دیا۔ سلطان کا مزار آج بھی دمشق کے بازار "سوق الخیاطین"[1] میں مرجع خواص و عوام ہے، سینکڑوں لوگ روزانہ یہاں آ کر فاتحہ پڑھتے ہیں اور مراقبہ کرتے ہیں۔ صدیوں سے خوش عقیدہ لوگوں کا خیال ہے کہ سلطانؒ کے مزار پر جو دعا مانگی جائے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ مشہور مؤرّخ و تذکرہ نگار ابنِ خلّکان[2] لکھتا ہے۔ "میں نور الدینؒ کی قبر پر گیا اور میں نے اپنی حاجت کے لیے اللہ سے دعا کی تو وہ قبول ہوگئی۔" ابنِ جبیر[3] نے، جو سلطان کی وفات کے چند سال بعد دمشق میں وارد ہوا،

1۔ پہلے اس بازار کا نام "سوق الخواصین" تھا۔ الخواصین ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کھجور کی چھال اور اس کے پتوں کے بورے بیچتے ہیں۔

2۔ ابنِ خلّکان ۶۰۸ھ/۱۲۱۱ء میں پیدا ہوئے اور ۶۸۱ھ/۱۲۸۲ء میں وفات پائی۔ حلب اور دمشق میں جوالقی اور ابنِ شداد جیسے سرآمدِ روزگار علماء سے تعلیم پائی۔ کچھ عرصہ دمشق میں قاضی القضاۃ رہے پھر قاہرہ کے مدرسہ الفخریہ میں استاد مقرر ہوئے۔ ان کی تصنیف "وفیات الاعیان وابناء الزمان" نے دنیائے علم میں بڑی شہرت پائی۔

3۔ ابن جبیر کا پورا نام ابوالحسین محمد بن احمد الکندی ہے۔ ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ء میں پیدا ہوئے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے سفرنامے میں لکھا ہے 'مدرسہ نوریہ کی عمارت دنیا بھر میں بہترین ہے۔ اس کے اندر ایک جگہ ایک سادہ سی لوح نصب ہے جس پر یہ عبارت درج ہے:

یہ شہید نورالدین زنگی کی قبر ہے رحمہ اللہ تعالیٰ

اس کا گنبد مقرنص (زینہ نما) ہے۔ اہل دمشق اس مقبرے کا بڑا احترام کرتے ہیں۔"

سلطان کا مزار آج بھی دمشق میں "مرقد نورالدین شہید" کے نام سے مشہور ہے۔ اور لوگوں میں اس کی عقیدت واحترام میں ذرہ بھر کمی نہیں آئی۔[1]

دمشق کا قلعہ جس میں سلطان کا انتقال ہوا آج کل ایک وسیع مسجد میں تبدیل کر دیا گیا ہے جہاں رات دن لوگوں کی آمدورفت رہتی ہے۔ یہ مسجد دمشق کے وسط میں الحمیدیہ النجا اور العصرونیہ کے بازار کے پاس ہے۔

حلیہ

سلطان نورالدین محمودؒ نہایت موزوں اندام اور خوش رُو تھا۔ رنگ سرخ، آنکھیں بڑی اور سیاہ، پیشانی کشادہ، سر بڑا اور چہرہ کتابی تھا۔ قامت طویل اور بدن گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ ڈاڑھی کے بال بہت کم تھے اور وہ بھی صرف زنخدان میں۔ آنکھوں سے عقل وفراست

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مشہور عرب سیاح تھے اور فقہ وحدیث کے جیّد عالم۔ گورنر غرناطہ ابوسعید بن عبدالمومن کے معتمد تھے۔ عرصہ تک بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کرتے رہے اور پھر ایک سفرنامہ مرتب کیا۔ اس کا ترجمہ کئی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

[1] اردو کے مشہور ادیب جناب نسیم حجازی نے اپنے سفرنامہ "پاکستان سے دیارِ حرم تک" میں مدینہ منورہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "بابِ جبریل کے پاس ہی باہر کی طرف نورالدین زنگی علیہ الرحمۃ کی قبر تھی لیکن اب اس سمت میں ایک کشادہ گزرگاہ بن چکی ہے اور اس قبر کا کوئی نشان باقی نہیں رہنے دیا گیا۔" معلوم نہیں اس بارے میں جناب نسیم حجازی کی معلومات کا ماخذ کیا ہے۔ سلطان نورالدینؒ کی تدفین دمشق میں ہوئی اور اس کی قبر بھی وہی ہے۔ کسی تاریخ یا تذکرہ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سلطان کی میت بعد میں مدینہ منورہ لا کر دفن کی گئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے آثار نمایاں تھے' چہرہ بارعب تھا اور اس سے ہیبت ٹپکتی تھی۔

عائلی زندگی

سلطان نے ساری زندگی میں صرف ایک شادی کی۔ زوجہ کا نام رضیع خاتون بنت معین الدین تھا۔ یہ خاتون نہایت اعلیٰ سیرت اور کردار کی مالک تھی۔ گھر کا سارا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرتی تھی اور سلطان جو معمولی رقم اسے دیتا تھا اسی سے گھر کا خرچ چلاتی تھی۔ اس کا شوہر اگر ایک درویش خُو بادشاہ تھا تو وہ ایک درویش سیرت ملکہ تھی۔ سلطان کی پوری زندگی میں اس کے حرم میں رضیع خاتون کے علاوہ کسی لونڈی' باندی یا دوسری عورت کا گزر نہیں ہوا۔

اولاد

سلطان کی اولاد صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکے کا نام الملک الصالح اسماعیل تھا اور لڑکی کا نام شمس النساء تھا۔ سلطان کی رحلت کے وقت ملک الصالح کی عمر صرف گیارہ برس کی تھی۔ دولتِ نوریہ کے تمام امیروں اور سرداروں نے اسے باتفاق رائے سے سلطان نور الدین کا جانشین مقرر کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مرحوم سلطان کا سب سے با اثر اور طاقتور سردار صلاح الدین ایوبیؒ والیِ مصر تھا۔ اس نے بھی بغیر کسی تامل کے ملک الصالح کی اطاعت قبول کر لی۔ مصر میں اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکّہ پر بھی اس کا نام مضروب کرایا۔

صلاح الدین ایوبیؒ کے اثر انگیز تعزیتی خطوط

نور الدین کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبیؒ نے مصر سے ملک الصالح اور دمشق امرا کے نام نہایت اثر انگیز تعزیتی مراسلات بھیجے۔ ملک صالح کے نام اپنے تعزیتی خط میں اس نے لکھا:

"ذیقعد بروز جمعۃ المبارک آنجناب کے اسمِ گرامی پر خطبہ جاری کیا گیا ہے اور موقفِ عظیم میں آپ کے لیے دعا مانگی گئی ہے اور ایسی جماعت میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جولغوگو اور خطا کار نہیں ہے۔ اس عاجز نے کلمۃ الاسلام کو اس لیے جمع کیا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ جماعت میں رحمت ہے۔ خدائے پاک مولا ملک الصالح کی حکومت وسیادت کو ہمیشہ قائم رکھے اور ملک کو اس کی ذات سے اصلاح بخشے۔ یہ عاجز جس امر کی نیت رکھتا ہے (یعنی اس کی تائید وحمایت اور اس کے مقبوضات کو وسعت دینا) اس کی اس کو توفیق عطا فرمائے"

دمشقی امرا کے نام صلاح الدین نے اپنے تعزیت نامہ میں لکھا۔

"مولیٰ (میرے مالک) نورالدین کی نسبت بری خبر ملی ہے۔ خدا ہم کو مولیٰ کی نسبت بری خبر سے بچائے اور اس کی عافیت کی خبر سے ہمارے چہرے اور دلوں کو روشن کرے۔ اس خبر کے سننے سے کمر ٹوٹ گئی ہے اور سینہ تنگ ہو گیا ہے۔ ضبط وصبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ خدا کی پناہ اگر فی الواقع یہ خبر صحیح ہے اور پیغامِ اجل مولیٰ موصوف کو بھی پہنچ گیا ہے تو پھر ہم مصائب وحوادث کے طوفان میں گھر گئے ہیں۔ بادشاہ اچھی زمین میں اچھے پھل کے لیے بیج بوتے ہیں۔ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے اندر کسی قسم کے اختلاف کو نہ گھسنے دو کہ اس سے دشمن کو فائدہ پہنچے گا اور وہ نعمتیں جو زمانہ نے عاجز ہو کر ان کے حقداروں تک پہنچائی تھیں ان سے چھن جائیں گی۔ تم "بنیانِ مرصوص" بن جاؤ اور ایک دوسرے کے دست وبازو بن جاؤ۔ ایسے دل بن جاؤ جن میں ایک دوسرے کے لیے سراسر محبت اور شفقت ہو۔ ایسی تلواریں بن جاؤ جو ایک نیام میں یک جا ہو جائیں۔ تمہارا نفاق تمہیں عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہارا رعب جاتا رہے گا۔ کفر اسلام پر حملہ آور ہونے کے لیے متحد ہے' ہم مولیٰ نورالدین کے خاندان کے حامی اور مددگار ہیں اور اس پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ مولانا نورالدین کی وصیت سے ہم مطلع ہو گئے ہیں کہ اس کا فرزند اس کا جانشین ہے۔ اگر وصیت کے مطابق سب حاضر وغائب نے اس کی اطاعت قبول کر لی ہے تو ہمارا مقصد بر آیا ورنہ جو شخص مولیٰ الملک الصالح کی مخالفت کرے گا' ہماری تلوار اس کے خلاف نیام سے باہر آ جائے گی۔ اگر برخوردار موصوف اور اس کے باپ کے وزرا اور امرا کے درمیان اتفاق اور اتحاد رہا تو میرا دلی مدعا پورا ہو جائے گا۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذاتی اوصاف ومحاسن

شوقِ جہاد اور سخت کوشی[1]

سلطان نورالدین محمودؒ کی زندگی کا سب سے نمایاں اور درخشاں باب اس کا بے پناہ جذبہ جہاد اور شوق شہادت ہے۔ اس نے اپنی زندگی جہادِ فی سبیل اللہ اور دین حق کی

۱۔ ''جہاد'' کے لغوی معنی سخت مشقت کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے مطابق جہاد سے مراد ہے کفار کے خلاف جنگ کرنے میں جسمانی طاقت کو خرچ کرنا (سردھڑ کی بازی لگا دینا) یا مالی امداد دینا یا جمعیت فراہم کرنا یا اور کسی قسم کی امداد دینا۔ اگر نفیرِ عام نہ ہو تو کافروں سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے اگر کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں اور نفیرِ عام ہو تو اس حالت میں مسلمانوں پر جہاد عین فرض ہو جاتا ہے۔ قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر جہاد کا حکم آیا ہے مثلاً سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْ وَهَاجَرُوْ وَجَاهَدُوْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ لا اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَاللّٰهِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ (التوبہ:۲۰)

(ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے' ان کے لیے اللہ کے پاس بڑا درجہ ہے اور وہی اپنی مراد کو پہنچے۔

اسی سورہ میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُو الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍوَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○ (التوبہ:۲۹)

(ترجمہ) اہلِ کتاب میں سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر اور یومِ آخرت پر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سربلندی کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اس کی سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ صلیبی جنونیوں کی گردن ہمیشہ کے لیے توڑ کر رکھ دے یا ان کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو جائے۔ اگر اس کے دوسرے تمام خصائص کو نظر انداز کر دیا جائے تو صرف یہی چیز اس کی مغفرت اور

(جیسا کہ یقین رکھنے کا حق ہے) اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں جانتے اور نہ دینِ حق قبول کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے بھی لڑو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

سورۂ انفال میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (سورۃ الانفال: ۳۹)

(اور (مسلمانوں) کافروں سے لڑتے رہو۔ یہاں تک کہ فساد (نام ونشان کو باقی) نہ رہے اور سب حکم اللہ کا ہو جائے۔ پس اگر (یہ لوگ فساد سے) باز آ جائیں تو جو کچھ یہ کریں گے اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔ (اس کے مطابق ان کو جزا دے گا۔)

غرض اسی طرح باری تعالیٰ نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور اس کی شرائط بیان فرمائی ہیں۔ جہاد کی فضیلت میں احادیث بھی بکثرت آئی ہیں۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا وما علیھا** یعنی اللہ کی راہ (جہاد) میں ایک دن بھر چوکیداری کرنا دنیا وما علیہا سے افضل ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ پہلے پہر یا پچھلے پہر اللہ کی راہ (یعنی جہاد کے لیے) چلنا دنیا سے اور ہر چیز سے جو دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ سے پوچھا گیا۔ "یارسول اللہ کون سا عمل ہے جو جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے۔" آپ نے فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ لوگوں نے دو یا تین بار آپ سے یہی بات لوٹا کر پوچھی۔ ہر بار حضورؐ نے یہی جواب دیا کہ تم کو اس کی طاقت نہیں۔ پھر فرمایا جہاد فی سبیل اللہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو ہمیشہ نماز میں کھڑا رہے اور ہمیشہ روزے رکھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرے۔ (صحیح مسلم)

غرض قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جہاد سب اعمال سے افضل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامورانِ اسلام کی صف میں اس کو امتیازی جگہ دلانے کے لیے کافی ہے۔ سلطان میدانِ جہاد میں ہمیشہ صفِ اول رہتا تھا اور اپنے مرتبہ اور جان کی پروا کیے بغیر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اپنے سپاہیوں کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ لڑائی چھڑنے سے پہلے وضو کرتا پھر نہایت خشوع و خضوع سے دو رکعت نماز پڑھتا اور سر سجدے میں رکھ کر اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعا کرتا۔ پھر اپنے لشکر میں جہاد کی آیات پڑھتے ہوئے ایک چکر لگاتا۔ صفوں کو مناسب انداز میں مرتّب کرتا اور پھر ان کو حملہ کا حکم دیتا تھا۔ سلطان یوں تو فطری طور پر ہی بڑا سخت کوش اور شجاع تھا لیکن اس کے بے پناہ جذبہ جہاد نے اسے اپنے دور میں ''اشجع الناس'' بنا دیا تھا۔ اس کو شاہانہ کرّوفر آراستہ و پیراستہ محلوں اور راگ رنگ کی محفلوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اس کی راتیں گوشہ تنہائی میں سخت زمین پر بچھے ہوئے ایک مصلّٰی پر عبادت کرتے ہوئے گزرتی تھیں اور دن میدانِ جہاد میں گھوڑے کی پیٹھ پر یا ایک سادہ خیمے میں گزرتے تھے۔ وہ ایک عظیم الشان سلطنت کا فرمانروا تھا لیکن اس نے عیش و عشرت کی زندگی کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اور اس کے ہاں حکومت کی ظاہری شان و شوکت (Pomp and show) پر اِسراف و تبذیر کی کوئی مدہی سرے سے موجود نہ تھی۔ اس نے اپنے آپ کو جہاد فی سبیل اللہ اور خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دیا تھا اور اپنے مقصد سے سچی لگن اور حمیّتِ اسلامی نے اسے حد درجہ کا ثابت قدم بنا دیا تھا۔ شدید گرمی یا سردی، برف باری، طوفان اور دشمنوں کی کثرتِ تعداد کوئی چیز بھی اس کو ہراساں نہ کر سکتی تھی۔ اس کے سپاہی ہر حال میں اس کو اپنے درمیان موجود پاتے تھے۔ وہ کسی بڑی سے بڑی مہم اور مصیبت سے بھی خائف نہیں ہوتا تھا۔ اس کی بے مثل شجاعت اور جوشِ جہاد ایسا نہ تھا جو دوسرے مسلمانوں پُر اثرانداز نہ ہوتا۔ فی الحقیقت یہ اسی کی عزیمت و استقامت تھی جس نے قوم کی گرتی ہوئی ہمتوں کو تھام لیا تھا۔ یہ اسی کی بے خوفی اور ہمت تھی جس نے مسلمانوں میں جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونک دی تھی۔ وہ ایک بہادر سپاہی ایک قابل جرنیل اور ایک پرجوش مسلمان تھا۔ اس کی عقابی نگاہوں نے اس مہیب خطرے کو بھانپ لیا تھا جو صلیبی جنگجوؤں (Crusaders) کی صورت میں دنیائے اسلام

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

---کو زیروزبر کرنے کے لیے نہایت سرعت سے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ وہ اس سیلِ بَلا کے سامنے ایک آہنی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ افسوس کہ زندگی نے اسے مہلت نہ دی کہ وہ ارضِ فلسطین سے ان جنونی جنگ آزماؤں کو اپنے ہاتھوں سے نیست و نابود کرتا۔ تاہم وہ ایک ایسی مشعل روشن کر گیا' جس کی روشنی میں اس کے شروع کیے ہوئے کام کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ مختصر یہ کہ سلطان نورالدین کو جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں تھی اور اس کے اسی وصف نے تمام عالَم اسلام سے اس کی عظمت اور ناموری کو تسلیم کرایا اور اس کو نورالدّینِ اعظم کا خطاب دلایا۔

قناعت

سلطان اپنی ذات اور اہل وعیال کے لیے بیت المال سے صرف اسی قدر لیتا تھا جس قدر اسے علماء نے از روئے شریعت اجازت دی تھی۔ بعض روایات کے مطابق تو وہ اپنے لیے بیت المال سے ایک حبہ تک نہیں لیتا تھا بلکہ مالِ غنیمت سے اس کو جو جائز حصہ ملتا تھا صرف اسی کو اپنے صَرف میں لاتا تھا۔ اگر اس میں سے کچھ رقم بچ جاتی تو اس سے دکانیں' مکانات یا اراضی خرید لیتا تھا اور ان کی آمدنی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتیں پوری کرتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس کی ذاتی جائداد حمص میں صرف تین دکانوں پر مشتمل تھی اور سلطان کی مستقل آمدنی انہی دکانوں کے کرایہ تک محدود تھی۔ وہ یہ رقم اپنی بیگم کو دے دیتا تھا اور وہ نیک خاتون اس قلیل رقم میں بڑی مشکل سے گھر کا خرچ چلاتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے سلطان سے شکایت کی کہ آپ جو کچھ مجھے دیتے ہیں اس سے گھر کا خرچ بمشکل پورا ہوتا ہے اس لیے میرے نفقہ میں کچھ اضافہ کر دیجیے۔ سلطان نے خشمگیں ہو کر جواب دیا۔

> ''میرے پاس ان تین دکانوں کی آمدنی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم کو اسی قدر آمدنی پر گزر اوقات کرنی ہوگی۔ خدا کی قسم میں تمہاری خاطر اپنے پیٹ کو دوزخ کی آگ سے نہیں بھروں گا۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے قبضے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بڑے بڑے ملک اور ان کے خزانے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ سب کچھ عام مسلمانوں کا ہے میں تو صرف ان کا خزانچی ہوں مجھے مطلق یہ اختیار نہیں ہے کہ سرکاری خزانہ کو اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال پر صرف کروں۔ یہ مال دشمنانِ خدا کے خلاف جہاد یا مسلمانوں کی بہبود کے کاموں کے لیے وقف ہے حمص کی تینوں دکانیں میں تمہیں ہبہ کر دیتا ہوں۔ تمہیں اختیار ہے کہ خواہ ان کو فروخت کر ڈالو یا ان کا کرایہ وصول کرتی رہو۔"

بیگم بھی باخدا خاتون تھی۔ وہ سلطان کا جواب سن کر خاموش ہو گئی اور پھر زندگی بھر اس سے اپنے نفقہ میں اضافہ کا مطالبہ نہ کیا۔

انکسار

سلطان بے حد منکسر المزاج تھا اور خوشامد کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ اس نے اپنے عمّال کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ اپنے خطوط میں اس کے نام کے ساتھ لمبے چوڑے القاب اور تعریفی الفاظ بالکل نہ لکھا کریں۔ اسی طرح اس نے خطیبوں میں اپنے نام کے ساتھ تعریفی الفاظ استعمال کرنے کی سختی سے ممانعت کر دی تھی۔ جب بعض خطیبوں نے دریافت کیا کہ اس کا نام منبروں پر کس طریق سے لیا جائے تو اس نے اپنے ایک صاحب تدبیر امیر خالد بن محمد بن نصر ابنِ صغیر قیصرانی کو خط لکھ کر اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ اس نے جواباً لکھا کہ خطیبوں کو اس کے نام کے ساتھ یہ الفاظ پڑھنے چاہئیں۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ عَبْدَكَ الْفَقِيْرَ اِلٰى رَحْمَتِكَ الْخَاضِعَ لِهَيْبَتِكَ الْمُعْتَصِمَ لِقُوَّتِكَ الْمُجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِكَ الْمُرَابِطَ لِاَعْدَاءِ دِيْنِكَ أَبَا الْقَاسِمِ مَحْمُوْدَ بْنَ زَنْگِىْ بْنِ آقْسَنْقَرَ نَاصِرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔"

(یعنی اے خدا اپنے بندے کی اصلاح کر جو تیری رحمت کا محتاج ہے اور تیری ہیبت سے خائف ہے اور تیری قوت سے وابستہ ہے اور تیری راہ میں جہاد کرنے والا ہے اور تیرے دین کے دشمنوں سے جھگڑنے والا ہے۔)

(وہ کون ہے) ابوالقاسم محمود بن زنگی بن آقسنقر ناصر امیر المومنین)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلطان نے ابن قیصرانی کا مشورہ پسند کیا اور اس کے خط کی پیشانی پر یہ عبارت لکھ کر اسے واپس بھیج دیا۔

"مَقْصُوْدِیْ اِنْ لَّا یُکْذَبَ عَلَی الْمِنْبَرِ اَنَا بِخَلَافِ کُلِّ مَا یُقَالُ لَا اَفْرَحُ بِمَا لَا اَعْمَلُ الَّذِیْ کَتَبْتَہٗ جَیِّدٌ اُکْتُبْ بِہٖ نُسَخٍ وَتَسِیْرَہٗ اِلٰی جَمِیْعِ الْبِلَادِ وَزِدْنِیْ الدُّعَا ھٰذِہِ الْاَلْفَاظَ اَللّٰھُمَّ اَرِہِ الْحَقَّ اَللّٰھُمَّ اُسْعِدْہٗ اَللّٰھُمَّ انْصُرْہٗ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْہٗ"

(میرا مقصود یہ ہے کہ منبر پر جھوٹ نہ بولا جائے۔ میں اس کے برعکس ہوں جو اکثر بیان کیا جاتا ہے۔ مجھے اس سے خوشی نہیں ہوتی کہ کوئی ایسا عمل مجھ سے منسوب کیا جائے جو میں نہیں کرتا۔ تو نے جو لکھا ہے وہ مناسب ہے اس کی متعدد نقلیں کروا کر جمیع بلاد کی طرف روانہ کر دے اور دعا میں ان الفاظ کا اضافہ کر دے۔ "اے اللہ اس کو حق دکھا' اے اللہ اس کی مدد کر' اے اللہ' سے توفیق دے۔")

سلطان کے حکم کے مطابق ابنِ قیصرانی نے خطبہ کے اس حصہ کی متعدد نقول ایک گشتی مراسلہ کے ساتھ تمام ممالکِ محروسہ کے خطیبوں کے پاس بھیج دیں۔ سلطان کی زندگی میں اس کی مملکت کے طول و عرض میں یہی الفاظ خطبوں میں پڑھے جاتے رہے۔

غیبت سے نفرت

سلطان اپنی مجلس میں کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ کسی دوسرے آدمی کی غیبت کرے۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کیا کرتا تھا کہ دوسروں کے عیبوں کے بجائے ان کی خوبیوں پر نظر رکھو۔ ایک موقع پر ایک امیر نے ایک خراسانی فقیہ کی غیبت کی تو سلطان نے غضبناک ہو کر کہا "اگر تم اس کی برائی کرو گے تو میں تم کو سخت سزا دوں گا۔ چاہے تم سچ ہی کہتے ہو۔ اس کے رذائل چھپانے کے لیے اس کے فضائل کافی ہیں اور تم میں اور تم ایسوں میں نیکیوں سے زیادہ بدی بھری ہے۔"

اللہ تعالیٰ پر بھروسا

جیسا کہ پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ سلطان جہاد کے وقت ہمیشہ صف اوّل میں رہتا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا اور اپنے سپاہیوں کے دوش بدوش انہی کی طرح دو دو کمانیں لے کر لڑتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ شوقِ شہادت میں تنہا دشمنوں کی صفوں میں دور تک گھس گیا۔ ایک موقع پر فقیہ قطب الدین نیشاپوریؒ نے سلطان سے کہا ''خدا کے لیے مسلمانوں پر رحم کیجیے اور اس طرح خود لڑائی میں جا کر اسلام اور مسلمانوں کو خطرے میں نہ ڈالا کیجیے' خدانخواستہ آپ شہید ہو گئے تو مسلمانوں کا کوئی سرپرست اور پشت و پناہ نہ رہے گا اور تمام اسلامی ممالک پر عیسائی قبضہ کر لیں گے۔''

یہ سن کر سلطان کے منہ سے بے اختیار ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ'' نکلا اور اس نے کہا ''قطب الدین تم اتنے عالم ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ محمود کون ہے جس کی نسبت تم ایسا کہتے ہو مجھ سے پہلے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کس نے کی ہے؟ جو پہلے محافظ تھا' وہی اب محافظِ حقیقی ہے اور آیندہ بھی ہوگا۔ سب کچھ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے قبضۂ قدرت میں ہے وہی مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے۔ خواہ محمود جیسے ہزاروں لڑائی میں کام آ جائیں اس کی حفاظت و حمایت اسلام میں فرق نہیں آئے گا۔ محمود بیچارہ کس شمار و قطار میں ہے اور اس کی کیا مجال تھی کہ اتنی وسیع مملکت قائم کرتا۔ یہ سب ربِ عزّ و جلّ کا کام ہے کہ اس نے اپنے ایک ناچیز بندے کے ہاتھ پر اتنے بلاد فتح کرائے اور کفار کو ہزیمت دلائی۔''

فقیہ قطب الدین سلطان کا جواب سن کر شرمندہ ہو گیا اور اس نے پھر کبھی ایسی بات سلطان کے سامنے نہ کی۔

فیاضی اور سیر چشمی

اللہ تعالیٰ نے سلطان کی فطرت میں بے مثال فیاّضی اور سیر چشمی ودیعت کی تھی۔ وہ عوام و خواص کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کے لیے ہر لحظہ آمادہ رہتا تھا۔ جنگ و جہاد کا اہتمام علما' فضلا' فقہا اور دوسرے اہلِ کمال کی سرپرستی' مساجد' مدارس' مسافر خانوں' خانقاہوں اور شفاخانوں کی تعمیر و اہتمام تو اس کی فیاّضی کا مصرف تھے ہی (اس کی تفصیل الگ بیان کی گئی ہے) اس کے علاوہ فقراء و مساکین اور جائز مستحقین کے ساتھ اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلوک ایسا فیاضانہ تھا کہ اس کی وسیع مملکت میں کوئی حاجت مند ڈھونڈے سے بھی نہ ملتا تھا۔ اس کی بے نظیر بخشش سے فقراء اور مساکین مالا مال ہو گئے تھے۔ اس کی فیاضی زرومال کی تقسیم تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ مستحق اور اہل لوگوں کو مستقل جاگیریں بھی نہایت خوشدلی سے بخشتا رہتا تھا۔ صرف صدقات اور خیرات کی مَد میں اس کے سالانہ خرچ کی اوسط دو لاکھ دینار تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس نے تمام ممالکِ محروسہ میں کروڑوں دینار کے ٹیکس معاف کر دیے تھے۔ ایک مرتبہ بعض لوگوں نے شکایت کی کہ آپ درویشوں کو بہت کچھ دے دیتے ہیں۔ سلطان نے غضبناک ہو کر جواب دیا۔ ''تم لوگوں کو شرم آنی چاہیے کہ ایسی بات پر اعتراض کرتے ہو۔ بیت المال پر انہی مساکین کا حق ہے' میں ان کا ممنون ہوں کہ اپنے استحقاق کے ایک حصہ پر ہی قانع ہیں۔'' سلطان کو اطراف و جوانب سے جو ہدایا و تحائف موصول ہوتے تھے وہ ان کو جمع کرتا جاتا اور چند ماہ بعد فروخت کر کے آلاتِ حرب وضرب خرید لیتا یا ترتیبِ لشکر پر صَرف کر دیتا تھا۔ اپنی ذات پر ایک حبّہ تک صَرف نہ کرتا تھا۔ ۵۵۲ھ میں دمشق کے ہزاروں لوگ زلزلے کی وجہ سے بے گھر ہو گئے۔ سلطان نے جب تک ان کے گھر دوبارہ نہ بنوا لیے یا ان کو مالی امداد نہ دے لی' وہ کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہوا۔ (اس کی تفصیل دوسری جگہ دی گئی ہے۔)

اِتّباعِ سُنّت اور احکامِ دینی کی مُواظَبت

سلطان اپنی گفتار اور اپنے کردار میں اللہ کی برہان تھا۔ وہ ایک مثالی مردِ مومن تھا جس کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری میں گزرتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی تھی تو دوسرے میں قرآن۔ اس کے جذبۂ جہاد اور دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگی تیاریوں میں اس کے انہماک کا ذکر پہلے آ چکا ہے لیکن اس کی زندگی کے دوسرے پہلو بھی کچھ کم درخشندہ نہیں تھے۔ سُنّتِ نبوی ﷺ کی متابعت' نماز و جماعت اور تلاوتِ قرآن کی مُواظَبت میں وہ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدس سے اس کو عشق تھا۔ اس کا معمول تھا کہ روزانہ حضور ﷺ پر ہزاروں مرتبہ درود

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجتا۔ حضور ﷺ کا اسمِ مُطہّر سنتا تو فرطِ عقیدت و احترام اس کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ اس نے حضور ﷺ کی ایسی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو عدل و خیرات اور زُہد و اِتّقا کے بارے میں تھیں۔ اس مجموعے کا نام مؤرّخین نے "فخر النّوری" بیان کیا ہے۔ احادیث رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی مجموعے سے وہ زندگی کے عام مسائل میں رہنمائی حاصل کرتا تھا۔ جہاد کے مشوروں سے فارغ ہو کر وہ ایک مقررہ وقت پر حدیث کی سماعت اور کبھی قراءت بھی کرتا تھا اور پھر ان احادیث کے مطابق عمل کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتا تھا۔ ایک دفعہ حدیث کی سماعت کے دوران میں مُحدّث نے بیان کیا کہ فلاں موقع پر نبی اکرم ﷺ تلوار لٹکائے ہوئے نکلے۔ سلطان نے متعجب ہو کر پوچھا: کیا حضور ﷺ تلوار لٹکاتے تھے باندھتے نہ تھے؟ مُحدّث نے جواب دیا "ہاں لٹکاتے تھے۔" سلطان نے اسی وقت بندھی ہوئی تلوار کھول کر لٹکا لی اور فوج کو بھی حکم بھیج دیا کہ آئندہ تمام لشکری تلوار کمر سے باندھنے کے بجائے گلے میں حمائل کیا کریں۔

سلطان صلوٰۃِ خمسہ کا سختی سے پابند تھا۔ نماز با جماعت ادا کرنے کے لیے ہمیشہ مسجد میں جاتا تھا اور ہر شخص سے اس بے تکلف ملتا تھا۔ ذِکرِ الٰہی سے اس کو خاص شغف تھا۔ خَلوت ہو یا جَلوت' اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوتا۔ رات کا بیشتر حصہ ذکرِ الٰہی اور عبادت میں گزارتا اور رات کو بِلا ناغہ تہجّد ادا کرتا تھا۔ اگر کبھی سو جاتا تو صبح سے پہلے ادا کر لیتا تھا۔ اگر سواری میں ہوتا اور نماز کا وقت آ جاتا تو اتر کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ تِلاوتِ قرآن نہایت ذوق و شوق سے کرتا تھا اور بسا اوقات تِلاوت کرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ احکامِ قرآنی کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے میں مطلق کوتاہی نہ کرتا تھا۔ منکراتِ شرعیہ سے محترز اور اوامر کا صِدقِ دِل سے مطیع تھا۔ احتیاط کا یہ عالَم تھا کہ لشکر میں طبل اور قرنا کا بجانا موقوف کر دیا تھا اور صحابہؓ کرامؓ کے دَور کی طرح فوج کو تکبیریں بلند کر کے حملے کے لیے بڑھاتا تھا۔ رمضان المبارک کا وہ ہر سال نہایت جوش اور مَسرّت سے استقبال کیا کرتا تھا اور نہایت پابندی سے خود بھی روزے رکھتا اور تمام لوگوں سے بھی ان کی پابندی کراتا۔ اس کی وسیع سلطنت میں کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص کی مجال نہ تھی کہ رمضان المبارک کی بے حرمتی کرے۔ اس نے تمام عمر اپنی زبان کبھی دشنام سے آلودہ نہ کی۔ اس کی مجلس ایسی پاکیزہ ہوتی تھی کہ اس میں نیک کلام اور نیک باتوں کے سوا کسی دوسری چیز کا گزر ہی نہ ہو سکتا تھا۔ سلطان شریعت کی جس قدر پابندی خود کرتا وہ عام لوگوں کو بھی ویسا ہی پابندِ شریعت دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کی وسیع مملکت میں کسی شخص کو یہ جرأت نہ تھی کہ کھلے بندوں احکامِ شریعت کی خلاف ورزی کر سکے۔ قمار بازی' شراب نوشی اور دوسری منشیات کے استعمال کا ملک سے یکسر خاتمہ ہو گیا تھا۔ کھیل تماشوں اور لہو ولعب سے سلطان سخت نفرت کرتا تھا۔ البتہ وہ ایسی کھیل یا تفریح کی اجازت دے دیتا تھا جس میں کوئی دینی غرض پنہاں ہو اور اس سے مسلمانوں کی بہبود کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ چنانچہ وہ خود اپنے امرا اور فوجیوں کے ساتھ چوگان بازی میں اکثر شریک ہوا کرتا تھا لیکن اس سے اس کا مقصد تفریح نہ تھا بلکہ دینی مصالح ہی تھے۔ ایک دفعہ جزیرہ سے ایک بزرگ نے اسے لکھا کہ "تم چوگان بازی میں اپنا وقت خواہ مخواہ ضائع کرتے ہو۔ میرے نزدیک یہ لہو ولعب ہے اور شریعت کی رو سے اس میں حصہ لینا ممنوع ہے۔"

سلطان نے اس کے جواب میں لکھا "واللہ میں تفریح یا دل بہلانے کے لیے چوگان نہیں کھیلتا بلکہ ضروری ورزش کے واسطے کیونکہ سپاہی ہمیشہ جنگ میں مصروف نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ ہم دشمنانِ خدا کے قریب رہتے ہیں' معلوم نہیں کب مدافعت یا دھاوا بولنے کی ضرورت پیش آ جائے' جب ہم یہ کھیل کھیلتے ہیں تو ہمارے گھوڑے دشمن کے اچانک حملے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اگر ہم ان کو تھانوں پر باندھ دیں گے تو وہ سست ہو جائیں گے۔ چوگان بازی سے ہمارا مقصد محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہے تاکہ ہم خود اور ہمارے جانور دشمنانِ خدا کے مقابلہ کے لیے ہر وقت مستعد رہیں اور [illegible] ہوں۔" ابنِ اثیر لکھتا ہے کہ شاذ و نادر ہی کوئی بادشاہ ہوگا جس نے کھیل کو رضا [illegible] الٰہی کا ذریعہ بنایا ہو سوائے نور الدین کے۔"

عقائد کے لحاظ سے سلطان اہلسنّت والجماعت تھا اور عام دینی مسائل میں حنفی مسلک کا پیرو تھا تاہم اس کا مشرب وسیع اور دل تعصّب سے یکسر پاک تھا۔ دوسرے فقہی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسالک کے علما کے ساتھ اس کا حُسنِ سلوک ویسا ہی تھا جیسا حنفی علما سے۔ چنانچہ اس نے نہ صرف حنفی علما کو بلکہ حنبلی شافعی اور مالکی فقہا کو بھی ممتاز عہدوں پر فائز کیا اور کئی معاملات میں ان کے فتووں پر عمل کیا۔ اگرچہ نورالدین کے عہد میں بلادِ شام اور مصر وغیرہ میں حنفی مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا لیکن اس میں سلطان کے جبر یا ترغیب کو مطلق دخل نہ تھا۔ اس نے ہر شخص کو آزادی دے رکھی تھی کہ جو فقہی مسلک وہ چاہے اختیار کر لے۔ اس کی سلطنت میں مذہب کے معاملے میں کوئی شخص کسی دوسرے پر جبر نہ کر سکتا تھا۔

شرافتِ نفس

سلطان ایک انتہائی شریف النفس انسان تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کو وحشیانہ قتلِ عام اور لوٹ مار کی اجازت کبھی نہ دیتا تھا۔ دشمن کو تکلیف یا غم کے عالم میں دیکھتا تو اپنا حملہ ملتوی کر دیتا۔ نومبر ۱۱۶۱ء میں یروشلم کا بادشاہ بالڈون مر گیا تو نورالدین کو مشورہ دیا گیا کہ یہ وقت فلسطین پر حملہ کے لیے نہایت موزوں ہے کیونکہ مسیحی دنیا میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے لیکن شریف النفس سلطان نے جواب دیا۔

> ''ہمیں ان لوگوں کے حقیقی غم پر رحم کھانا چاہیے' ان کے نزدیک وہ ایک نہایت اچھا بادشاہ تھا' میں مناسب نہیں سمجھتا کہ ایسے موقع پر جب ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں اور وہ اپنے بادشاہ کا سوگ منا رہے ہیں ان پر حملہ کر دوں۔''

اس واقعہ سے بڑھ کر سلطان نورالدین کی شرافت نفس کی کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

خشیتِ الٰہی

سلطان کا دل خشیتِ الٰہی سے معمور تھا اور اس کے ہر قول اور فعل میں اس کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس خشیتِ الٰہی کا اثر تھا کہ قرآنِ حکیم کی تلاوت یا سماعت کرتے وقت بسا اوقات اس کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں۔ وہ اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتا تھا۔

عَجِبْتُ لِمُبْتَاعِ الضَّلَالَةِ بِالْهُدٰی ۔۔۔ وَلِلْمُشْتَرِیْ دُنْیَاہُ بِالدِّیْنِ اَعْجَبُ

وَاَعْجَبُ مِنْ ھٰذَیْنِ مَنْ بَاعَ دِیْنَهٗ ۔۔۔ بِدُنْیَا سِوَاہُ فَهُوَ مِنْ ذَیْنِ اَخْیَبُ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدے اور جو دین کے عوض دنیا خریدے وہ اس سے بھی زیادہ قابل تعجب ہے اور ان دونوں سے زیادہ قابل تعجب وہ شخص ہے جو دوسرے کی دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دے۔ وہ سب سے زیادہ محروم ہے۔) (حیوٰۃ الحیوان)

مریضوں کی عیادت

بیماروں کی عیادت کرنے میں جو عظیم درجہ اور ثواب ہے' سلطان نورالدین اس سے بخوبی آگاہ تھا اور وہ اس ثوابِ عظیم کے حصول کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ اس کے امیروں' قرابت داروں' ملازموں یا لشکریوں میں سے کوئی بیمار یا زخمی ہو جاتا تو وہ اس کی عیادت اور تیمارداری کے لیے اکثر خود جاتا تھا۔ مریض کی دلجوئی کرتا' اس کا حوصلہ بندھاتا اور اس کے لیے دعائے صحت کرتا تھا۔ اگر اس کو مالی امداد کی ضرورت ہوتی تو وہ بھی خاموشی سے پوری کر دیتا تھا۔ جب تک مریض صحت یاب نہ ہو جاتا وہ برابر اس کی خبرگیری کرتا رہتا تھا۔ سلطان کے یہی اخلاقِ کریمہ تھے جن کی بدولت لوگ اس پر جان چھڑکتے تھے۔

سادگی اور تکلّفات سے اجتناب

سلطان ایک درویش صفت انسان تھا اور شاہانہ کروفر اور دوسرے ہر قسم کے تکلفات سے کُلّی اجتناب کرتا تھا۔ خلوت اور جلوت ہر جگہ اس کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ اس نے ساری عمر سونا' ریشم اور ہیرے' جواہرات استعمال نہیں کیے۔ نہایت سادہ کپڑے پہنتا تھا اور ہر شخص سے بلاتکلف مل لیتا تھا۔ اپنی ذات اور اہل و عیال کے خرچ کے لیے بیت المال سے ایک حبہ تک نہیں لیتا تھا۔ اس کی خوراک بھی انتہائی سادہ تھی' دسترخوان پر اکثر جَو کی روٹیاں یا کبھی گیہوں کی خمیری روٹیاں اور گوشت ہوتا تھا۔ اگر روٹی میسّر نہ ہوتی تو صرف اُبلے ہوئے گوشت اور سرکہ پر اکتفا کرتا تھا۔ اس نے کبھی یہ گوارا نہ کیا کہ بیت المال سے رقم لے کر مرغن کھانے کھائے۔ سلطان نے اپنی رہائش کے لیے چند کمرے منتخب کر رکھے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے جو ہر قسم کی آرائش اور تکلّفات سے عاری تھے نہ اُن میں قیمتی قالین تھے اور نہ سونے چاندی کے ظروف۔ انہیں دیکھ کر کسی کے گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ یہ ایک عظیم الشّان فرمانروا کی رہائش گاہ ہے۔ عام بادشاہوں کے برعکس سلطان کو راگ رنگ کی محفلوں سے سخت نفرت تھی۔ اس کے دربار میں دیباؤ حریر اور موسیقی و مصوری کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ اس کی مجالس میں جہاد اور دینی مسائل کے سوا کسی دوسرے موضوع پر گفتگو نہ ہوتی تھی۔ میدانِ جہاد میں کوئی شخص ایک عام سپاہی اور اس میں امتیاز نہیں کر سکتا تھا۔ جو لباس معمولی سپاہیوں کا ہوتا تھا سلطان بھی اسی میں ملبوس ہوتا تھا اور جو ہتھیار عام سپاہی استعمال کرتے تھے وہی سلطان استعمال کرتا تھا۔ غرض سلطان کی ذات سادگی اور تقوٰی کا ایک عجیب نمونہ تھی۔

شجاعت

سلطان اپنے دَور کے شجاع ترین آدمیوں میں سے ایک تھا۔ اس کی بے مثال شجاعت اور بے نظیر مردانگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ میدانِ رزم میں وہ سب سے اگلی صف میں ہوتا تھا اور کسی بڑے سے بڑے خطرے کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ اگر کبھی ہنگامِ وغا میں وہ دشمنوں کے ہجوم میں گھر جاتا تو اپنی فوج کو مدد کے لیے پکارنے کے بجائے تائیدِ الٰہی اور اپنی قوتِ بازو پر بھروسا کرتا اور تنِ تنہا دشمنوں کو مارتا کاٹتا ان کے حلقے سے صاف بچ کر نکل آتا۔ اس کے سینے میں شیر ببر کا دل تھا اور دشمن کی کثرتِ تعداد اور ہتھیاروں کی بہتات اسے مطلق ہراساں نہ کر سکتی تھی۔ اس کی شجاعت اور بے خوفی سے دشمن کا پِتّہ پانی ہوتا تھا اور غنیم کی مضبوط سے مضبوط فوج بھی اس کے شجاعانہ حملوں کی تاب نہ لا سکتی تھی۔

عدل وانصاف

عدل پروری اور منصف مزاجی یوں تو ہر اچھے حکمران کا خاصہ ہے لیکن اس معاملہ میں سلطان نورالدین ایک مثالی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے تمام ممالکِ محروسہ میں ایسا اعلٰی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام عدل قائم کیا جس کی ہمہ گیری اور افادیت کا دوست دشمن سبھی آج تک اعتراف کرتے ہیں۔ سلطان کے عدل وانصاف کی تفصیل ''ملکی نظم ونسق'' کے باب میں دی گئی ہے کیونکہ ''عدالت'' کسی ملک کے نظامِ حکومت سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

علم وفضل

سلطان مختلف دینی علوم کا بحرِ زخار تھا۔ قرآن' حدیث' تفسیر' فقہ' اصول' معانی اور دیگر علومِ متداولہ پر اسے کامل عبور حاصل تھا۔ اس کی مجلس میں علما و حفّاظ ہمیشہ موجود رہتے وہ ان سے علمی مباحثے کیا کرتا اور ہر مسئلہ کی صحیح تحقیق میں کوشاں رہتا۔ اس کی علمی اور دینی خدمات کی کسی قدر تفصیل ''اتباعِ سنّت اور اشاعتِ تعلیم'' کے ضمن میں دی گئی ہے۔ سلطان کے تبحّرِ علمی کا تمام مؤرخین نے بصراحت ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں اس کی تالیف ''فخر النّوری'' کا خصوصیّت سے حوالہ دیا ہے۔ اس کتاب کو فی الواقع ایک مسلمان فرمانروا کا ایک عظیم علمی کارنامہ کہنا چاہیے بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان شعروادب سے بھی خاص دلچسپی رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے بعض دوستوں اور دشمنوں سے انشائے لطیف اور شعر میں خط وکتابت کی۔ اس دور کے ایک ادیب وانشا پرداز قاضی عبدالرحیم البیسانی نے سلطان کے خطوط کی تدوین کی تھی۔ ان میں کئی ایسے خطوط ہیں جن سے سلطان کی اعلیٰ قوتِ تحریر' ذوقِ لطیف اور شعروادب سے دلچسپی کا ثبوت ملتا ہے۔

فقرا سے عقیدت

سلطان شرک اور بدعت کا سخت دشمن تھا اور اسے خانقاہی زندگی (رہبانیت) سے شدید نفرت تھی۔ وہ جاہل فقرا اور نام نہاد صوفیوں سے بھی بیزار تھا لیکن ایسے درویش اور فقرا جن کے اقوال وافعال سنّتِ نبوی ﷺ سے مطابقت رکھتے تھے اور جو حقیقی معنوں میں اہل اللہ کہلائے جانے کے مستحق تھے سلطان کی دلی عقیدت کا مرجع تھے اور وہ ان کے قدموں میں بیٹھنا اپنے لیے سعادت کا باعث اور نجاتِ اُخروی کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ موصل میں ایسے ہی ایک بزرگ شیخ عمرؒ تھے وہ چونہ جلا کر اپنی گزراوقات کرتے تھے لیکن

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم وفضل کے بحرِ زخّار اور میدانِ طریقت کے شہسوار تھے۔ میدانِ جہاد میں وہ دشمنانِ اسلام پر برقِ خاطف بن کر گرتے تھے اور فُسّاق و فُجّار کی روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے ان کا وجود رحمتِ ایزدی کی حیثیت رکھتا تھا۔ ایسی یگانۂ روزگار شخصیت کا سلطان کی مردم شناس نگاہوں سے پوشیدہ رہنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ شیخ سلطان کا مرجعِ عقیدت بن گئے تھے اور وہ ہمیشہ اپنے آپ کو ان کی دعاؤں کا محتاج سمجھتا تھا۔ ان سے اس کے تعلقِ خاطر کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی موصل جاتا ہمیشہ شیخ عمرؒ کے ہاں قیام کرتا اور ان کے دسترخوان کی روکھی سوکھی کو اپنے لیے نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتا تھا۔ شیخ اگرچہ زہد وقناعت کا پیکر تھے اور سلاطین وامرا سے یکسر بے نیاز لیکن نورالدّین محمود کے زُہد وَوَرَع، جذبۂ جہاد اور دوسرے بے مثال اوصاف نے اسے شیخ کی نظرِ التفات کا مستحق بنا دیا تھا۔ وہ سلطان سے نہایت لطف وکرم سے پیش آتے تھے اور اسے نہ صرف اپنے پند ونصائح سے نوازتے بلکہ دشمنانِ دین کے مقابلے میں اس کی فتح ونصرت کے لیے بھی دست بدعا رہتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملکی نظم و نسق

(۱)

عدل و انصاف۔ (عدلیہ)

سلطان نورالدین کے ابوابِ حیات میں "جہاد" کے بعد سب سے نمایاں اور روشن باب "عدل و انصاف" کا ہے۔ اس کو خلافتِ بغداد کی طرف سے "المَلِکُ العَادِل" کا خطاب عطا ہوا تھا اور حق یہ ہے کہ وہ اس خطاب کا حقیقی معنوں میں مستحق تھا۔ اس کے عدل و انصاف نے عہدِ رسالت، خلافتِ راشدہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور کی یاد تازہ کر دی۔ اس کا نظامِ عدل اتنا ہمہ گیر اور موثر تھا کہ ظالم خواہ وہ کتنی اونچی حیثیت کا مالک ہوتا کیفرِ کردار تک پہنچنے سے کبھی نہیں بچ سکتا تھا۔ امیر اور غریب، اپنے اور بیگانے سبھی یکساں طور پر اس سے مستفیض ہو سکتے تھے۔ اس مثالی نظامِ عدل میں کسی کی رُو رعایت یا جانبداری کی گنجائش ہی نہ تھی۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ سلاطینِ اسلام میں سب سے پہلے نورالدین محمود نے مقدمات کے تصفیہ کے لیے باقاعدہ دارالکشف بنایا اور اسے دارالعدل سے موسوم کیا۔ اس کی حیثیت ایک ہائیکورٹ (High Court) کی تھی۔ ہفتہ میں دو بار اس کے اجلاس ہوتے تھے جن کی صدارت سلطان خود کرتا تھا۔ ان میں ہر فقہی مسلک کے بڑے بڑے قاضی، محدّث، فقہا اور مفتی حاضر رہتے تھے اور اگر ضرورت ہوتی تو سلطان کو مشورہ دیتے تھے۔ دارالعدل میں ہر شخص بلا روک ٹوک جا سکتا تھا اور بغیر کسی خرچ کے انصاف حاصل کر سکتا تھا۔ سلطان مقدمات کے واقعات اور جانبین کے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل خود سنتا تھا اور خود ہی فیصلہ صادر کرتا تھا۔ اس کے فیصلے ایسے عادلانہ اور منصفانہ ہوتے تھے کہ ان کے کسی پہلو پر انگلی رکھنے کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔ دارالعدل میں مقدمات براہِ راست بھی لے لیے جاتے تھے اور ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت بھی کی جاتی تھی۔ ملک کے چپہ چپہ میں ماتحت عدالتوں کا جال بچھا ہوا تھا ان کے سربراہ اعلیٰ صلاحیتیں رکھنے والے قضاۃ ہوتے تھے جن کا تقرر خود سلطان یا اس کا محکمۂ قضا کرتا تھا۔ یہ قضاۃ ہر مقدمہ کا فیصلہ نہایت احتیاط اور مکمل غیر جانبداری سے کرتے تھے اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی فریق کو ان کے فیصلے کے خلاف دارالعدل تک پہنچنے کی ضرورت پڑے۔ اگر عدل و انصاف کے معاملے میں سلطان کسی قاضی میں کوئی کمی پاتا تو وہ اسے اپنے سامنے طلب کرتا اور نہایت سختی سے محاسبہ کرتا تھا۔ سلطان خواہ سفر میں ہو یا حضر میں' دارالعدل کے اجلاس پابندی سے کرتا تھا۔ عدل و انصاف کے معاملہ میں سلطان کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے بھی مطلق کسی قسم کی رُو رعایت روا نہ رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ اپنے قانونِ عدل سے اس نے اپنی ذات کو بھی مستثنیٰ نہ رکھا تھا اگر کبھی کوئی ایسا موقع پیش آتا جس میں اس کی حیثیت مقدمہ کے ایک فریق کی ہوتی تو وہ ایک عامی کی طرح قاضی یا حاکم عدالت کے سامنے پیش ہو جاتا تھا اور اپنے ساتھ کسی قسم کے امتیازی سلوک کی قطعاً اجازت نہ دیتا تھا۔ دارالعدل کے قیام کے بعد سلطان کے سب سے معزز اور بااثر امیر اسدالدین شیرکوہ نے اپنے مصاحبین اور امرا سے کہا کہ ''آج سے تم سخت محتاط ہو جاؤ' آپس کے جھگڑوں کو احسن طریقہ سے طے کر لو اور کسی پر زیادتی کرنے سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرو' اگر تم میں سے کسی کا مقدمہ دارالعدل میں نورالدّین محمود کے سامنے پیش ہوا اور مجھے تمہاری وجہ سے دارالعدل میں حاضر ہونا پڑا تو ایسی سخت سزا دوں گا کہ تم لوگ اس کو برداشت نہ کر سکو گے۔ اگر کسی شخص کو تم نے ناراض کیا ہے تو فوراً اسے کچھ دے دلا کر اور اس کی تالیفِ قلب کر کے راضی کر لو ایسا نہ ہو کہ وہ دارالعدل میں جا پہنچے۔ سلطان نے یہ واقعہ سنا تو کہا' ''خداتعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے ہمارے امرا کے دلوں میں کسی پر زیادتی کرنے سے مجتنب رہنے اور باہمی افہام و تفہیم کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ اس سے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ خوشی کی کیا بات ہے کہ وہ ہمارے سامنے پیش ہونے سے پہلے ہی انصاف کے تقاضے پورے کرلیا کریں اور اپنے باہمی جھگڑے خوش اسلوبی سے طے کرلیا کریں۔ ایک دفعہ وہ چوگان کھیل رہا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ ایک معمولی آدمی نے اس پر نالش کی ہے اور قاضی کمال الدین نے مقدمہ کی سماعت کے لیے اسے عدالت میں طلب کیا ہے۔ سلطان چوگان بازی چھوڑ کر قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اپنا بیان دیا۔ قاضی نے فریقین کے دلائل پر غور کرکے مدعی کا دعوٰی خارج کردیا۔ سلطان نے قاضی اور دوسرے لوگوں سے جو کمرۂ عدالت میں موجود تھے' مخاطب ہو کر کہا ''تم نے دیکھا کہ مدعی نے کس قدر کمزور بنیادوں پر اپنا مقدمہ تیار کیا تھا۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ اس کا دعوٰی یکسر باطل ہے لیکن محض اس وجہ سے حاضر ہوگیا کہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ نورالدین نے اس پر زیادتی کی ہے اب جبکہ مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں ہوگیا ہے' تم لوگ گواہ رہو کہ جس چیز پر اس شخص کا دعوٰی ہے' یہ میں اسے اپنی خوشی سے دیتا ہوں اور اس کے حقوقِ ملکیت سے برضاؤ رغبت دستبردار ہوتا ہوں۔ اس کا مالک اب یہی ہے۔ یہ واقعہ دمشق کا ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ سلطان کو ایک دوسرے موقع پر حلب میں پیش آیا۔ ایک معمولی حیثیت کے آدمی نے حلب کے قاضی کی عدالت میں سلطان پر کسی شے کی بابت دعوٰی دائر کر دیا۔ سلطان ان دنوں انتظامِ ملکی میں بے حد مصروف تھا۔ اس نے اپنی طرف سے ایک وکیل قاضی کے پاس بھیج دیا۔ قاضی نے فریقین کے دلائل سن کر حکم دیا کہ سلطان حلف اٹھائے۔ سلطان کو قاضی کے حکم سے مُطّلع کیا گیا تو وہ سب کام چھوڑ کر خود قاضی کی عدالت میں حاضر ہوگیا اور حلف اٹھایا اس پر قاضی نے سلطان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ گو مدعی کا دعوٰی باطل ہوگیا تھا لیکن سلطان نے شئے متنازعہ اپنی خوشی سے اسے ہبہ کردی۔

سلطان کے ''ایوانِ معدلت'' (دارالعدل) کے دروازہ پر کوئی دربان یا حاجب نہیں ہوتا تھا۔ ہر شخص بِلا روک ٹوک اس تک پہنچ سکتا تھا اور اپنی فریاد براہِ راست ملک کے حاکم اعلیٰ کی خدمت میں پیش کرسکتا تھا۔ سلطان مستغیثوں اور مظلوموں کی فریادیں سننے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماعتِ مقدمات میں اس قدر مشغول رہتا تھا کہ انسان کی حدِ برداشت سے باہر ہے لیکن وہ اس تکلیف کو نہایت خوشی سے اٹھاتا تھا اور اس میں روحانی تسکین پاتا تھا۔ اس کے عہد میں کوئی مظلوم اور بیکس یہ نہ کہہ سکتا تھا:

بہ کیواں برت کلۂ خواب گاہ
تو کے بشنوی نالۂ داد خواہ

سلطان نے اپنے عمّال اور قاضیوں کو بھی حاجب اور دربان رکھنے کی ممانعت کر دی تھی اور حکم دے رکھا تھا کہ جب کوئی غریب اور بیکس آدمی فریقِ مقدمہ بن کر آئے تو اس سے نرمی اور کشادہ روئی سے پیش آئیں تاکہ اظہارِ مدّعا میں وہ کسی قسم کی جھجک اور خوف محسوس نہ کرے۔ اس کے علاوہ اس نے یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ مقدمہ کی سماعت میں فریقین کو یکساں مراعات دی جائیں اور ان سے مساوی سلوک روا رکھا جائے۔ کسی فریق سے محض اس بنا پر کہ وہ امیر یا طاقتور ہے، ہرگز امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ غرض اس کے عدل و انصاف نے خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور کی یاد تازہ کر دی تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ اس کے عدل کی وجہ سے غیر ممالک کے لوگ بھی اس کی عملداری میں آ آ کر بستے تھے۔

اس کی وفات کے چند سال بعد جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اس کے مقبوضات کا مالک ہوا تو گو اس نے نورالدین کی روایاتِ عدل کو قائم رکھا پھر بھی لوگ نورالدین کو نہیں بھولتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے سلطان صلاح الدینؒ کے پاس فریاد کی۔ صلاح الدین کسی وجہ سے اس کی دادرسی نہ کر سکا۔ وہ روتا ہوا نورالدین کے مقبرے پر گیا۔ لوگوں نے اس کے حالِ زار پر ترس کھایا اور صلاح الدین کے پاس اس کی سفارش کی۔ سلطان نے اب اسے بلا کر اس کی فریاد کو غور سے سنا اور نہ صرف اس کی شکایت رفع کی بلکہ بہت کچھ انعام و اکرام بھی دیا۔ وہ شخص پھر رونے لگا۔ صلاح الدین نے اس سے اب رونے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں ایسے بادشاہ کو روتا ہوں جو دفن ہونے پر بھی انصاف کرتا ہے۔ زمانۂ حاضر کی اصطلاح میں نورالدین محمود کی حکومت کو شخصی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت ہی کہا جائے گا لیکن اس مہذب دور کے طریقہ عدل اور نورالدین کی شخصی حکومت کے نظام عدل کا موازنہ کیا جائے تو دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق محسوس ہوگا۔ آج حصولِ عدل کے راستے میں دفتری نظام کے پیدا کیے ہوئے کئی پیچ در پیچ واسطے ہیں اور حصولِ انصاف اس قدر مہنگا ہے کہ ایک غریب شخص خواہ وہ کیسا ہی مظلوم کیوں نہ ہو' عدالت یا کچہری میں جانے کا تصور کر کے ہی لرز اٹھتا ہے۔ سچ پوچھیے تو نورالدین محمودؒ جیسے حکمرانوں کی "شخصی" حکومتیں حقیقی معنوں میں "سلطانیِ جمہور" کی علم بردار تھیں کیونکہ جمہور اور سلطان میں بلاواسطہ تعلق تھا اور ایک معمولی آدمی بھی اپنے باجبروت سلطان پر نہ صرف دعوٰی کر سکتا تھا بلکہ برسرِ اجلاس اس کی ذات اور اس کی انتظامیہ کو کڑی تنقید کا نشانہ بھی بنا سکتا تھا۔ اسے انصاف حاصل کرنے میں نہ تو کچھ خرچ کرنا پڑتا تھا اور نہ کوئی دقت ہوتی تھی لیکن آج ایسی باتوں کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کا ڈھانچہ خواہ کسی قسم کا ہو' اس کی بنیاد عدل پر ہونی چاہیے۔ نظام حکومت میں اگر مکمل عادلانہ روح کارفرما ہے تو ایسی حکومت لوگوں کے لیے رحمت ہے ورنہ یہ کوئی لبادہ بھی اوڑھ لے محض چنگیزیت ہے۔ حاکم عادل کی اللہ تعالٰی کے نزدیک جو قدر و منزلت ہے وہ رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے بخوبی واضح ہے۔ اِنَّ اَفْضَلَ عِبَادَاللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ یعنی قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ عزت عدل کرنے والے حاکم کی ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲)

اشاعتِ تعلیم اور اہلِ علم کی قدردانی

علم اور اہلِ علم کی قدردانی سلطان نورالدین کا فطری خاصہ تھا۔ سرزمینِ شام سلطان موصوف کی مرہونِ منّت ہے کہ وہاں اس کے ہاتھوں علم کا نور گھر گھر پھیل گیا۔ شام اور اپنے دوسرے مقبوضات میں اس نے اشاعتِ تعلیم کے لیے اس کثرت سے مدرسے قائم کیے کہ کوئی بدقسمت ہی علم کی دولت سے محروم رہ سکتا تھا۔ سلاطینِ اسلام میں وہ سب سے پہلا حکمران تھا جس نے شام میں دارالقرآن' دارالحدیث اور دارالفقہ کی بنیاد ڈالی اور حلب' حماۃ' حمص' دمشق وغیرہ میں حنفیہ' مالکیہ' شافعیہ اور حنبلیہ کے عظیم الشان دارالعلوم قائم کیے۔ ان کے علاوہ تمام ممالکِ محروسہ کے ہر شہر اور قصبہ میں اس نے جو چھوٹے مدارس قائم کیے ان کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ سلطان نے ہر دارالعلوم (یا یونیورسٹی) میں بڑے بڑے نامی علما' فقہا و محدّثین کو درس و تدریس پر مامور کیا اور ان کی بڑی بڑی تنخواہیں مقرر کیں۔ ان اساتذہ میں ہر مسلک کے سرآمدِ روزگار علما شامل تھے۔ علم سے سلطان کے شغف اور اہلِ علم سے اس کے بے نظیر فیاضانہ سلوک کا حال سن کر مشرق اور مغرب کے علماء (ایک طرف سمرقند سے اور دوسری طرف قرطبہ تک سے) دمشق میں کھنچے آتے تھے اور سلطان کے قائم کیے ہوئے مدارس میں پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔ اس طرح دولتِ نوریہ میں نامور علما' فضلا' فقہا' محدّثین' مؤرّخین' صلحا' ادبا' شعرا' حکما' اطبا اور اہلِ فن و ہنر کا ایک ایسا مجمع ہوگیا تھا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

امام عبداللہ بن احرون ابن عساکر' عماد کاتب

امام قطب الدین نیشاپوری' قاضی کمال الدین شہرزوری

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ شرف الدین بن ابی عصرون' قاضی رکن الدین ابوالحسن علی بن محمد بن یحیٰ' قرشی' امام عزالدین' ابوالقاسم علی بن الماسح (شافعی) حافظ ابوالقاسم' شیخ شرف الدین ابوالقاسم عبدالوہاب بن عیسیٰ مالکی' شرف الاسلام نجم الدین عبدالوہاب حنبلی' خطیب عزالدین ابوالبرکات بن عید' شیخ ابوالبرکات' حسن بن محمد ہبیتہ اللہ شافعی' قاضی عبدالواحد بن ہلال' شیخ عبدالصمد بن تمیم' شیخ عبدالمنعم بن محمد بن اسد تمیمی' شیخ ابوالفضل احمد طبیب' ابوالمجد بن ابی الحکم' طبیب رشید الدین بن خلیفہ' طبیب مہذب الدین بن عبدالرحیم' طبیب کمال الدین حمصی' طبیب شمس الدین بن اللبودی' نجار موید الدین وغیرہ۔

علامہ جلال الدّین سیوطیؒ نے اپنی تصنیف ''حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ'' میں لکھا ہے کہ مسلمان فرمانرواؤں میں یہ شرف سب سے پہلے سلطان نورالدین کو حاصل ہوا کہ اس نے علم حدیث کی ایک عظیم یونیورسٹی دمشق میں قائم کی جس کو تمام عالم اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس یونیورسٹی کو دارالحدیث کہا جاتا تھا اور اس کے اساتذہ میں ایک سے ایک بڑھ کر جیّد عالم تھا۔ سلطان کی طرف سے ان کو گراں قدر مشاہرے ملتے تھے اور وہ معاشی الجھنوں سے بے نیاز ہو کر ہمہ تن درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ نورالدین نے جن درس گاہوں کی تاسیس کی انہیں بالعموم مدرسے کہا جاتا تھا۔ یہ مدرسے دو قسم کے تھے ایک تو وہ جو آزادانہ حیثیت میں کام کرتے تھے' ان کے لیے الگ عمارتیں تعمیر کی گئیں تھیں۔ دوسرے وہ جو مسجدوں سے وابستہ تھے اور جن کا دائرۂ کار مساجد کی عمارات ہی میں محدود تھا۔ ان تمام مدارس کا تعلیمی نصاب ''نظامیہ'' کے نمونہ پر مقرر کیا گیا تھا[1]

---

[1] ''نظامیہ'' یا ''درسِ نظامی'' کو ملک شاہ سلجوقی کے نامور وزیر نظام الملک طوسی سے نسبت ہے۔ اس نے ۴۵۷ھ میں بغداد میں ایک عظیم الشّان مثالی دارالعلوم کی بنیاد ڈالی۔ اس کا قرآن' حدیث' فقہ اور دیگر علوم پر مشتمل جو نصاب مقرر ہوا وہ نظامیہ یا درسِ نظامی کے نام سے مشہور ہوا۔ بھارت اور پاکستان کے دینی مدرسوں میں جو درسِ نظامی رائج ہے اس کو ملّا نظام الدین فرنگی محلی کے اسمِ گرامی سے نسبت ہے۔ خواجہ نظام الملک سے منسوب درسِ نظامی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان مدارس میں صرف وہی چیزیں پڑھائی اور سکھائی جاتی تھیں جن کی تائید قرآن و حدیث اور سُنّتِ نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم سے ہوتی تھی۔ ان میں مذہبی مذاکرے اور فقہی مباحث بھی ہوتے تھے اور ان کی تاسیس کا مقصدِ وحید یہی تھا کہ لوگوں میں دینِ حق کی صحیح تعلیم کی اشاعت ہو اور وہ جہالت اور گمراہی کا شکار نہ ہونے پائیں۔ اکثر مدارس کے ساتھ اوقاف قائم تھے جن سے مدرسین کو تنخواہیں اور طلبہ کو وظیفے ملتے تھے۔ غریب اور یتیم طلبہ کو کتابیں، کپڑے، خوراک اور دوسری ضروریاتِ زندگی مفت تقسیم ہوتی تھیں۔ جو شخص کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہ ہو لیتا اسے حکومت کے کسی انتظامی شعبے، عدلیہ یا تعلیمی ادارے میں ملازمت نہ مل سکتی تھی۔ اس قدغن سے ان مدارس کی نہ صرف دینی بلکہ دنیوی اہمیت بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ نورالدین کے قائم کیے ہوئے مدرسے اس کی وفات کے سینکڑوں سال بعد تک جاری رہے اور شاید ان کے کچھ آثار اب بھی موجود ہوں۔ دمشق میں سلطان نے ایک عظیم الشّان درسگاہ ''مدرسۂ نوریہ'' کے نام سے قائم کی تھی، اس کی وفات کے بعد لوگوں نے اسی درسگاہ میں سلطان کی ابدی آرام گاہ تیار کی۔ سلطان نے اوقاف کے علاوہ محاصلِ ملکی کا ایک بڑا حصہ مدارس کے مصارف اور اہلِ علم و ہنر کی قدردانی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس نے تمام ممالکِ محروسہ کے ہر شہر اور قصبہ میں مدارس اور مساجد بنوائیں اور درس و تدریس کا سلسلہ مکاتب اور مساجد دونوں میں جاری کیا۔ سلطان مدرسین اور معلّمین کو باقاعدہ تنخواہوں اور وظائف کے علاوہ وقتاً فوقتاً انعامات اور عطیات سے بھی نوازتا رہتا تھا۔ اس کی ان قدردانیوں اور فیاضیوں نے ارضِ شام کو علم و ہنر کا مرکز بنا دیا تھا۔

سلطان کی مجالس میں ہمیشہ علما و صلحا اور اہلِ دانش کا مجمع رہتا تھا اور ان میں سوائے ذِکرِ خیر کے کوئی بات نہیں ہوتی تھی۔ کبھی احکامِ شریعت اور مسائلِ فقہ کا بیان ہوتا، کبھی اَخلاقِ حَسنہ اور علم و ادب کی باتیں ہوتیں اور مسلمانوں کی بہبودی اور جہاد کے مشورے تو ہر وقت ہوتے رہتے تھے۔ سلطان اہلِ فضیلت کا ازبس احترام کرتا تھا۔ ان کی باتوں اور مشوروں کو غور سے سنتا تھا اور ان پر عمل کرتا تھا۔ تمام اہلِ فضیلت خواہ وہ کسی فقہی مسلک سے تعلّق رکھتے ہوں، سلطان کے نزدیک یکساں احترام کے مستحق تھے۔ چنانچہ وہ اہم دینی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل میں تمام فقہی مسالک کے علماء سے فتویٰ طلب کیا کرتا تھا اور جس عالم کے فتویٰ پر تمام حاضرینِ مجلس اور علما کی کثرت کا اتفاق ہو جاتا تھا اسی پر عمل کرتا تھا۔ وہ خود فقۂ حنفی کا عالم تھا اور ذاتی طور پر اکثر مسائل میں فقۂ حنفی کی پابندی کرتا تھا لیکن اہم ملکی و دینی معاملات میں وہ تقلیدِ جامد کا قائل نہ تھا۔ اُس دور کے علما بھی فقہی اختلافات کو چنداں اہمیت نہ دیتے تھے اور ایک دوسرے کی رائے کی قدر کرتے تھے۔ سلطان کے سارے عہدِ حکومت میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ فقہی اختلافات نے جھگڑے یا مناقشت کی صورت اختیار کی ہو۔ تمام علماء باہم شیر و شکر تھے اور اس کی وجہ ان تمام سے سلطان کا مساوی حسنِ سلوک تھا۔

۱۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ سلطان شافعی مسلک کا پابند تھا۔ حقیقت خواہ کچھ بھی ہو اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سلطان چاروں فقہی مسالک کا یکساں احترام کرتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)

صیغۂ رفاہِ عام (Public Works)

ایک وسیع مملکت میں تعلیم کی اشاعت کے لیے درسگاہوں کا جال بچھا دینا بجائے خود ایک عظیم رفاہی کارنامہ ہے لیکن سلطان نورالدین نے اس پر ہی بس نہیں کی۔ اس نے رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے ایسے ایسے عمدہ کام کیے کہ ان کا حال پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اس نے تمام ممالکِ محروسہ میں جا بجا شفاخانے کھلوائے' مسافر خانے قائم کیے' مسجدیں' خانقاہیں اور سرائیں بنوائیں' آب پاشی کے لیے نہریں کھدوائیں مختلف شہروں اور قصبوں کو ایک دوسرے سے ملانے کے لیے سڑکیں بنوائیں' پل تعمیر کرائے اور کبوتروں کی ڈاک کا نظام قائم کیا۔ (اس کی تفصیل الگ دی گئی ہے۔) شفاخانوں' مدرسوں اور مسجدوں کی تعمیر اور ان کے دوسرے مصارف کے لیے اوقاف قائم کیے۔ لوگوں کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لیے تمام اہم شہروں کی شہر پناہیں بنوائیں۔

گو سلطان کی زندگی کا بیشتر حصہ لڑائی کے میدان میں گزرا لیکن رفاہِ عام کے سلسلے میں کوئی کارِ خیر ایسا نہ تھا جس سے اس نے اغماض برتا ہو۔ اس طرح اس نے ہر خاص و عام کے دل میں گھر کر لیا تھا۔ تمام مؤرخین یہ بات بغیر کسی اختلاف کے تسلیم کرتے ہیں کہ نورالدین کی رعایا اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی اس کا ایک سبب تو اس کا مثالی نظامِ عدل تھا اور دوسرا رفاہِ عام کے کاموں میں اس کا غیر معمولی شغف۔

ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ نورالدین صرف دمشق اور حلب کی مساجد پر ایک لاکھ آٹھ ہزار دینار سالانہ اور مکاتب کے اساتذہ کی تنخواہوں پر دو لاکھ سولہ ہزار دینار سالانہ صَرف

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا۔اسی طرح حماۃ وحمص کے مدارس ومساجد کا سالانہ خرچ دولاکھ چونسٹھ ہزار دینار سالانہ تھا۔

شیخ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن الحسین ازدی مؤلف ''تاریخِ دمشق'' کا بیان ہے کہ نورالدین دمشق کے تمام محاصل کو وہاں کی مساجد اور مدارس پرصَرف کر دیتا تھا۔نصف محاصل صرف جامع دمشق کو دیتا تھا اور باقی نصف کے گیارہ حصے کرتا تھا۔ایک حصہ مدرسہ حنفیہ کو اور ایک مدرسہ شافعیہ کو دیتا تھا اور باقی نَو حصے ان مساجد پر صرف کرتا تھا۔

۱- مسجد سوق الرماحین

۲- مسجد ابن لبید محلّہ فسقار

۳- مسجد نورالدین بجوار بیت الیہود

۴- جامع قلعہ دمشق

۵- مسجد سوق صاغہ

۶- مسجد ابن عطیہ اندرون دروازہ جابیہ

۷- مسجد دارالبطیخ

۸- جامع الصالحین جبلِ قاسیون

۹- مسجد عباسی محلّہ سوق احد

ان کے علاوہ دمشق کے دوسرے محلوں اور شام و دیگر ممالکِ محروسہ کے تمام شہروں اور قصبوں میں بھی بے شمار چھوٹی بڑی مساجد تھیں جن کے مصارف کے لیے جداگانہ مواضعات وقف تھے۔سلطان نے حماۃ میں ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جو آج تک اسی کے نام سے منسوب ہے اور ''مسجدِ نوری'' کے نام سے مشہور ہے۔اسی طرح کی ایک مسجد اس نے ۵۶۳ھ میں موصل میں بنوائی۔یہ مسجد بھی ''مسجدِ نوری'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

تمام مساجد مدارس اور شفاخانوں کے لیے سلطان نے آبِ رواں کا انتظام کیا تھا۔وہ اوقاف کی آمدنی صَرف کرنے میں بھی بڑی احتیاط سے کام لیتا تھا۔جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے سلطان دمشق کے نصف محاصل جامع دمشق پرصَرف کرتا تھا لیکن یہ محاصل جامع

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکور کے مصارف کے لیے اکتفا نہ کرتے تھے اور ان سے دو چند دوسرے اوقاف سے لے کر اس کے مصارف پورے کیے جاتے تھے۔

ایک دفعہ سلطان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایک شے کا وقف دوسری پر صَرف کرنا شریعت کی رو سے ناجائز نہ ہو۔ چنانچہ اس نے تمام سر برآوردہ علماء کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ سوال رکھا کہ کیا ایک مَد کا وقف دوسرے کام پر صَرف کرنا جائز ہے[1]۔ قاضی شرف الدین عبدالوہاب مفتی مالکی نے اس کے بِلا شرط جواز کا فتویٰ دیا لیکن شیخ شرف الدین بن ابی عصرون شافعی نے اس سے اتفاق نہ کیا اور یہ فتویٰ دیا کہ ایک مَد کا وقف دوسرے کام پر صَرف کرنا صِرف اس صورت میں جائز ہے کہ بیت المال خالی ہو یا اس سے کچھ لینے میں اس کے ضعف کا احتمال ہو البتہ اس صورت میں بھی ایک مد کے وقف سے جو کچھ لے کر دوسرے محال پر صرف کیا جائے گا' وہ بیت المال پر قرض ہوگا اور مناسب موقع پر اس کا ادا کرنا بیت المال پر واجب ہوگا۔

دوسرے تمام علما نے شیخ شرف الدین کے اس فتویٰ پر صاد کیا اور سلطان نے بھی اسے قبول کر کے حکم دیا کہ آئندہ اسی کے مطابق عمل ہو۔

مدارس اور مساجد کے علاوہ سلطان نے تمام مملکت میں جابجا سرائیں' مہمان خانے اور شفاخانے نے تعمیر کرائے تھے۔ ان میں سے دمشق کا وہ شفاخانہ سب سے زیادہ مشہور ہے جو خود اس کے نام سے منسوب ہوا یعنی ''المارستان النوری''[1]۔ اس عظیم الشان شفاخانے

---

[1] یہ مجلس ۱۹ صفر ۵۵۴ھ کو قلعہ دمشق میں منعقد ہوئی۔ اس میں شریک ہونے والے علماء میں سے قاضی شرف الدین عبدالوہاب مالکی' شیخ شرف الدین بن ابی عصرون شافعی' قاضی رکن الدین ابوالحسن علی' خطیب عزالدین ابوالبرکات' امام عزالدین ابوالقاسم علی' شیخ عبدالصمد تمیم' شیخ عبدالواحد ہلال اور شیخ نجم الدین عبدالوہاب حنبلی کے ناموں کی مؤرخین نے خصوصیت سے تصریح کی ہے۔

[1] مارستان طبی کتابوں میں ہسپتال کے مفہوم کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اصل ''بیمارستان'' ہے یعنی وہ جگہ جہاں بیمار رکھے جاتے ہوں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی عمارت کی تعمیر پر ایک فرینک قیدی کے فدیے کی رقم استعمال کی گئی تھی۔ یہ قیدی ایک یورپی شہزادہ تھا۔ اس نے اپنی رہائی کے لیے ایک کثیر رقم بطورِ فدیہ سلطان کو پیش کی تھی۔ وہ آزاد ہو کر وطن واپس جا رہا تھا کہ راستے ہی میں موت نے آ لیا۔ ذی حوصلہ سلطان نے یہ خبر سنی تو بڑا متاثر ہوا اور حکم دیا کہ یہ تمام رقم ایک شفاخانہ کی تعمیر پر صَرف کی جائے۔ یہ شفاخانہ نہایت اعلیٰ پیمانہ پر قائم کیا گیا تھا اور دولت نوریہ کے تمام شفاخانوں میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ اس میں نہایت قابل اطبا ملازم تھے۔ مریضوں سے دوا، خوراک، رہائش وغیرہ کا کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا تھا۔ امیر اور غریب سب سے یکساں سلوک ہوتا تھا اور خواہ علاج معالجہ میں کس قدر قیمتی ادویہ صَرف ہوئی ہوں، کسی مریض سے ایک کوڑی تک نہ لی جاتی تھی۔ اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے کئی مواضعات وقف تھے اور آمد و خرچ کا پورا پورا حساب رکھا جاتا تھا۔ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے ملازم طبیب سے تنگ آ کر دمشق کے نوری شفاخانہ میں داخل ہو گیا۔ جب صحت یاب ہو گیا تو اس نے ان تمام ادویہ کی قیمت ادا کرنی چاہی جو اس کے علاج پر صَرف ہوئی تھیں۔ شفاخانہ کے منتظمین نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر ابنِ اثیر ناراض ہوا اور کہا کہ آپ کو ادویہ کی قیمت قبول کر لینی چاہیے کیونکہ میں اس کے ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں اور بھوکا ننگا اور صاحب احتیاج نہیں ہوں۔

شفاخانہ کے منتظمین نے جواب دیا۔ ”بیشک آپ اس قدر دولت مند ہیں کہ بہت کچھ دے سکتے ہیں لیکن کون مغرور دولت مند ایسا ہے جو نورالدین کے عطیوں سے عار کر سکتا ہے۔ خدا کی قسم اس شفاخانہ میں صلاح الدین کی اولاد کا علاج بھی مفت ہوتا ہے۔“ مشہور عرب سیاح ابنِ جبیر لکھتا ہے کہ ”اس شفاخانہ کے قائم ہونے کے تیس سال بعد وہ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

مصر میں اب عام شفاخانوں کے لیے ”مستشفیٰ“ کا لفظ مستعمل ہے اور مارستان کا لفظ پاگلوں کے شفاخانہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ بعض مؤرخین نے سلطان نورالدین کے قائم کردہ شفاخانہ کا نام ”مارستانِ کبیر دمشق“ بھی لکھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں گیا تھا اور اس کے انتظام، طریقِ علاج اور اطبا کو نہایت اعلیٰ درجہ کا پایا تھا۔ ہر غریب، امیر کا علاج مفت ہوتا تھا۔ اطباء روزانہ عَلَی الصَّباح مریضوں کا معائنہ کرتے اور ان کے لیے مناسب دوا اور خوراک تجویز کرتے تھے۔ شفاخانہ کا روزانہ خرچ سینکڑوں دینار تک پہنچتا تھا اور رجسٹروں میں تمام اخراجات کا باقاعدہ اندراج کیا جاتا تھا۔ اس شفاخانہ میں عملِ جرّاحی کا بھی معقول انتظام تھا اور مریضوں کی آسائش کے لیے ہر قسم کا سامان بہتات سے موجود تھا۔'' یہ شفاخانہ نہایت مستحکم بنیادوں پر قائم کیا گیا تھا اور سلطان نورالدین کی وفات کے بعد سینکڑوں سال تک نہایت خوش اسلوبی سے چلتا رہا۔ مصر کے مشہور سرکاری عالم اور مؤرّخ خلیل ابنِ شاہین الظاہری (مصنف تاریخ فرمانروایانِ مملوک مصر شام وحجاز) نے ۸۳۱ھ میں اس شفاخانے کو دیکھا۔ اس وقت اس کو قائم ہوئے ۲۷۰ برس گزر چکے تھے لیکن اس کے حُسنِ انتظام کا وہی حال تھا جو اس کے جلیل القدر بانی کی زندگی میں تھا۔ ابنِ شاہین کا بیان ہے کہ اس کے ہمراہ ایک معزّز ایرانی دوست بھی شفاخانہ دیکھنے گیا۔ اس کا اعلیٰ اور حیرت انگیز نظام دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اور شفاخانے میں داخل ہوگیا۔ شفاخانہ کے اطباء بھی بڑے دانا اور خوش طبع تھے۔ وہ اس فرضی مریض کی نبض دیکھ کر سمجھ گئے کہ وہ بھلا چنگا ہے لیکن ہسپتال سے اسے خارج کرنے کے بجائے اس کے لیے نسخہ میں ایک خوش ذائقہ شربت لکھ دیا اور غذا میں قسم قسم کے پھل، چوزے، شیرمال اور کئی دوسری عمدہ اشیا تجویز کردیں۔ تین دن تک یہ ''علاج'' جاری رہا۔ چوتھے دن طبیب نے نسخہ پر لکھا ''مہمان نوازی کی مدت صرف تین دن ہے۔'' ایرانی صاحب سمجھ گئے اور منتظمین کا شکریہ ادا کرکے شفاخانہ سے رخصت ہوئے۔ مصر کے مشہور مؤرّخ مقریزی (ولادت ۷۶۶ھ/۱۳۶۴ء وفات ۸۴۵ھ/۱۴۴۲ء) نے اپنی کتاب ''مواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار'' میں لکھا ہے کہ ''المارستان النوری'' کے قیام کے کئی سال بعد ایک دفعہ مصر کا نامور فرمانروا ملک منصور قلاوُون الفی (جو ممالیکِ بحریہ سے تھا) دمشق آیا۔ یہاں اس پر قولنج کا شدید حملہ ہوا۔ علاج کے لیے اس کو فوراً ''مارستان النوری'' میں لے گئے۔ گو مرض کی شدت کی وجہ سے اس کے بچنے کی امید بہت کم تھی لیکن شفاخانہ کے قابل اطبا کے علاج اور توجہ سے وہ بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلد شفایاب ہوگیا۔ اثنائے مرض میں اس نے نذر مانی کہ اگر زندہ بچ گیا تو ''مارستانِ نوری'' کی قسم کا ایک شاندار شفاخانہ قاہرہ میں قائم کرے گا۔ چنانچہ شفایاب ہو جانے پر اس نے اپنا عہد پورا کیا اور ۶۸۳ھ میں قاہرہ میں ایک مہتم بالشان شفاخانہ قائم کیا جو ''مارستانِ الکبیر المنصوری'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اس شفاخانہ کی عمارت نہایت شاندار تھی اور ملک منصور نے اس کے مصارف کے لیے دس لاکھ درہم کی جائداد وقف کر دی تھی۔ ہر غریب امیر کا علاج یہاں مفت ہوتا تھا اور روزانہ کئی ہزار مریض اس سے فیض یاب ہوتے تھے۔ غرض یہ کہ سلطان نور الدینؒ نے فیضِ عام کا جو چراغ روشن کیا تھا اس سے کئی چراغ آگے روشن ہوئے جو سینکڑوں برس تک بیماروں اور دکھیوں کی امیدوں کا سہارا بنے رہے۔ مشہور طبیب وسوانح نگار ابنِ ابی اصیبعہ (ولادت ۶۰۰ھ وفات ۶۶۸ھ) نے اپنی آشہرۂ آفاق کتاب ''عیون الابناء فی طبقات الاطباء'' میں لکھا ہے کہ ''المارستان النوری'' میں اُس دور کے سرآمدِ روزگار اطباء ملازم تھے اور سلطان نور الدین کی طرف سے گرانقدر مشاہرے پاتے تھے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

ابوالمجد بن ابی الحکم' مہذب الدین بن عبدالرحیم' شمس الدین بن اللبودی' کمال الدین حمصی' رشید الدین بن خلیفہ' شمس الدین محمد الکلی' جمال الدین بن الرجبی' عماد الدین دینسری۔

''مارستان النوری'' کی عمارت بہت وسیع اور شاندار تھی۔ اس کے دروازے اس دور کے باکمال نجار موید الدین نے تیار کیے تھے جو نہ صرف نہایت بلند و بالا اور مضبوط تھے بلکہ ایسے بے مثال نقش ونگار سے بھی مزین تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب تک یہ شفاخانہ قائم رہا اس کے چولھے کی آگ کبھی نہ بجھی۔ آج کل اس شفاخانہ کی عمارت میں ایک تجارتی درسگاہ ہے۔ ابنِ ابی اصیبعہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ المارستان النوری کے ساتھ ایک عظیم کتب خانہ اور طبی درسگاہ بھی تھی۔ اس درس گاہ کے پہلے طبیب اور استادِ طب حکیم ابوالمجد بن ابی الحکم تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)
تعمیرات

اشاعتِ تعلیم اور رفاہِ عام کے سلسلے میں نورالدین کی تعمیرات کا ذکر پیچھے آ چکا ہے ان کے علاوہ اس نے مناسب موقعوں پر اور اہم شہروں میں مضبوط قلعے بصرفِ کثیر تعمیر کرائے اور ان کے مصارف کے لیے بڑی بڑی جاگیریں دیں جو قلعے پہلے ہی موجود تھے ان کی مَرمّت کرائی۔ تمام مؤرخین نے اس بات کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے کہ سلطان نورالدین کی وسیع مملکت کے ہموار میدانوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر مضبوط قلعے جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ حلب (ALEPPO) کے قلعے کے مغربی برج پر نورالدین کے نام کا کتبہ آج تک موجود ہے۔ مشہور مؤرخ ''ڈاکٹر فلپ کے حتّی'' کا بیان ہے کہ نورالدین کے کتبے بھی عربی رسم الخط میں ایک نشانِ منزل ہیں۔ اس وقت پرانا کوفی رسم الخط ترک کر کے اس کی جگہ ''خطِ نسخ'' اختیار کیا جا رہا تھا۔[1]

قلعوں کی تعمیر کے علاوہ سلطان نورالدین نے حلب'' حماۃ' حمص' شیزر' ماردین' منبج اور متعدّد دوسرے شہروں کی شہر پناہیں بنوائیں اور بعض کے اردگرد خندقیں کھدوائیں۔ مرکزِ حکومت دمشق کی فصیل اور اس کے دروازوں اور برجوں کی مرمت کرائی۔ مدینہ منورہ میں اس نے رسولِ اکرم ﷺ کے روضہ اقدس کی حفاظت کے لیے اس کے گرد سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنائی۔ اس دیوار کی تعمیر کے لیے اس نے اتنی گہری بنیادیں کھدوائیں کہ

---

[1] تاریخِ شام' مترجمہ مولانا غلام رسول مہر (مرحوم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین سے پانی نکل آیا۔ اس کے بعد وہ اس مقدس شہر کی چار دیواری کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ چار دیواری طائع للہ کے وزیر عضد الدولہ ابو شجاع نے ۳۶۰ھ میں بنوائی تھی[1]۔ چھٹی صدی ہجری میں جب یہ چار دیواری منہدم ہونے لگی تو والی موصل کے وزیر جمال الدین نے اس کو نئے سرے سے بنوایا۔ سلطان نور الدین نے ۵۵۸ھ میں اس چار دیواری میں اور اضافہ کیا اور اسے نہایت مستحکم بنا دیا۔

دمشق کے سب سے بڑے دار العلوم "مدرسہ نوریہ" کی تعمیر میں سلطان نے ذاتی دلچسپی لی اور جب یہ مدرسہ بن کر تیار ہوا تو اس کی عمارت رعنائی تعمیر اور استحکام کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ تھی۔ ابن جبیر نے اپنی اس جچی تلی رائے کا اظہار اس وقت کیا جب اس نے دنیا کے ایک وسیع حصے کی سیاحت کے بعد اس مدرسے کو دیکھا۔ اس مدرسے میں سلطان کا مقبرہ ہے اور یہی عمارت شام میں مدرسے' مقبرے اور مسجد کے درمیان رشتہ اتصال تھی۔ دوسری عمارتوں کے علاوہ سلطان نے ملک میں کثیر التعداد خانقاہیں بھی تعمیر کرائیں جن میں سے کئی آج تک موجود ہیں۔

---

[1] طائع للہ بغداد کا چوبیسواں عباسی خلیفہ تھا۔ مدت خلافت ۳۶۳ھ تا ۳۸۱ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵)

فوج

سلطان نورالدین کی زندگی کا بیشتر حصہ میدانِ رزم میں گزرا۔ صلیبی طالع آزماؤں کے دانت توڑنے اور داخلی شورشوں سے نبٹنے کے لیے اس کو ایک مضبوط فوج مستقل طور پر تیار رکھنی پڑتی تھی۔ اس میں سوار اور پیادے دونوں شامل ہوتے تھے۔ مؤرخین نے اس کی مستقل فوج کی تعداد نہیں لکھی تاہم قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ضرورت پڑنے پر اس میں مناسب توسیع کر لی جاتی تھی۔ سلطان نے اپنی زندگی میں سَو سے زیادہ جہاد کیے۔ اس کی عملی زندگی کو دیکھ کر عامۃ المسلمین میں بھی روحِ جہاد بیدار ہو گئی تھی اور ہر شخص سلطانی فوج میں شامل ہونے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتا تھا۔ سلطانی فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں مقرر نہیں تھیں بلکہ سلطان نے ہر ایک لشکری کو جاگیر دے رکھی تھی۔ اس کے علاوہ مالِ غنیمت میں سے بھی ہر ایک سپاہی کو حصّہ ملتا تھا۔ سلطانی فوج کے فرائض جنگ و جہاد تک ہی محدود نہ تھے بلکہ ملک پر آفاتِ سماوی نازل ہونے کی صورت میں مصیبت زدوں کی ہر ممکن امداد کرنا بھی اس کے فرائض میں داخل تھا۔ چنانچہ ۵۲-۵۵۱ھ میں جب ارضِ شام میں زلزلوں کی وجہ سے بیسیوں شہر اور قصبے برباد ہو گئے تو سلطان نے فوج کی مدد ہی سے یہ شہر اور قصبے دوبارہ تعمیر کرائے اور مصیبت زدہ لوگوں کو امداد پہنچائی۔

فوج سے تعلق رکھنے والے مختلف معاملات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے سلطان نے ایک دفتر قائم کر رکھا تھا۔ اس میں فوج کے تمام افسروں اور سپاہیوں کے ناموں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان کی جاگیروں، اسلحہ و دیگر املاک کی مکمل فہرست موجود رہتی تھی۔ سلطان نے حکم دے رکھا تھا کہ اگر فوج کا کوئی آدمی میدانِ جنگ میں کام آ جائے یا کسی دوسرے سبب (بیماری، حادثہ وغیرہ) سے فوت ہو جائے تو اس کی جگہ پر اس کے بیٹے کو بھرتی کر لیا جائے۔ اگر مُتوفّٰی کا کوئی بیٹا نہ ہو یا خُردسال ہو تو اس کے کسی قریبی عزیز کو اس کی جگہ پر مقرر کیا جائے۔ جب کسی فوجی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو سرکاری کاغذات میں اس کا نام درج کر لیا جاتا اور اس کی پرورش اور تربیت کے لیے وظیفہ مقرّر کر دیا جاتا۔

سلطان کی فوج کا جھنڈا (خلفائے عبّاسیہ کے جھنڈوں کی طرح) سیاہ رنگ کا تھا۔ اس پر کلمۂ توحید کلابتون سے کڑھا ہوا تھا۔ سلطان نے اپنے لشکر میں طبل اور جنگی باجوں کے بجانے کی ممانعت کر دی تھی۔ وہ اپنی فوج کو قرنِ اوّل کے مجاہدین کی طرح تکبیروں پر لڑاتا تھا۔ (یعنی جب تک وہ تیسری یا چوتھی تکبیر نہیں کہتا تھا اس کے حکم کے مطابق سلطانی فوج حملے کے لیے پیش قدمی نہیں کرتی تھی۔) اکثر لڑائیوں میں وہ فوج کی قیادت خود کرتا تھا۔ جب کسی جگہ خود نہ جا سکتا تھا تو فوج کی امارت پر کسی مُتّقی اور آزمودہ کار آدمی کو مقرر کرتا اور رخصت کرتے وقت اسے جنگی تدبیریں سمجھاتا اور عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیتا تھا۔ سلطان کا سلوک اپنے لشکریوں کے ساتھ نہایت مشفقانہ تھا۔ اکثر وہ زخمی اور بیمار سپاہیوں کی تیمارداری اور عیادت کے لیے خود جاتا تھا۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ ہر افسر اور سپاہی کو ایک خاص مدت کے بعد مناسب وقت کی رخصت دی جائے تاکہ وہ کچھ دن اپنے اہل و عیال میں گزار سکے۔ سلطان کے انہی اوصاف کی بدولت اس کی فوج اس پر جان چھڑکتی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(٦)

بَیتُ المُال

اسلامی اصلاح میں سرکاری خزانہ (Public Treasury) کو "بیت المال" کہا جاتا ہے۔ خلفائے راشدینؓ اور ان کے بعد آنے والے دوسرے عادل اور خدا ترس حکمران بیت المال کو عام مسلمانوں کی ملکیّت سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک بیت المال کا درجہ خدا کی طرف سے ایک مقدّس امانت کے برابر تھا جس سے کسی غیر مستحق کو کچھ دینا مطلق روا نہ تھا[1]۔ ان کے برعکس دنیادار حکمران بیت المال کو اپنی ذاتی ملکیّت سمجھتے تھے اور اس کو نہ صرف اپنی ذات، خاندان اور دوسرے اَللّوں تَللّوں پر بے دریغ صرف کرتے بلکہ اپنے استبدادی مقاصد کے لیے بھی کھُلے بندوں استعمال کرتے تھے۔

نورالدین محمود ایک عادل اور باخُدا حکمران تھا۔ اس لیے وہ بیت المال کے معاملے میں خلفائے راشدینؓ کے نقشِ قدم پر چلا۔ اس کے مداخل اور مصارف دونوں کے بارے میں وہ غیر معمولی احتیاط سے کام لیتا تھا۔ اس نے واضح احکام جاری کر دیے تھے کہ بیتُ المال میں صرف وہی مال جمع کیا جائے جس کی ازروئے شریعت اجازت ہو مثلاً زکوٰۃ، خُمسِ غنایم (مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ) معدنیات، دفائن، لاوارث مال، جزیہ وغیرہ اور کسی غیر مستحق کو اس میں سے ایک حبہ تک نہ دیا جائے جہاں تک اس کی اپنی ذات کا تعلق تھا وہ اول تو بیت المال سے اپنی ضروریات کے لیے سرے سے کچھ لیتا ہی نہ تھا اور اگر کچھ لیتا بھی تھا تو صرف اس قدر جس کی علماء ازروئے شریعت اجازت دیتے تھے۔

---

[1] خلفائے راشدینؓ بیت المال کا ایک پیسہ بھی بغیر صحیح شرعی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے)

مَصرف کے خرچ نہ کرتے تھے نہ اپنی ذات پر نہ اپنے اقرباء پر اور نہ دوسرے لوگوں پر۔ وہ عام مسلمانوں کی اجازت سے بیت المال سے ایک مقررہ رقم بطور کفاف ضرور لیتے تھے لیکن یہ رقم اتنی قلیل ہوتی تھی کہ ان کی کم سے کم ذاتی ضروریات کے لیے بھی بمشکل کافی ہوتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے اپنے گزارہ کے لیے بیت المال سے تنخواہ لینے سے انکار کر دیا لیکن جب عام مسلمانوں نے اصرار کیا کہ آپ کو ضرور کچھ لینا پڑے گا تو وہ طوعاً و کرہاً راضی ہو گئے۔ پھر انہوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ مجھے اپنے مصارف کے لیے بیت المال سے کتنی رقم لینا جائز ہے۔ اس کا جواب عُمرؓ فاروقؓ نے ان الفاظ میں دیا۔

''آپ کی اولاد میں سے جو آپ سے الگ ہو چکے ہیں اور اپنے معاملات کے خود ذمہ دار بن چکے ہیں ان کے لیے تو بیت المال سے اسی طرح ایک حصہ مقرر ہے جس طرح ہر مسلمان کے لیے ہے۔ باقی آپ کے جو بچے چھوٹے ہیں اور جو متعلقین اپنا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں تو ان کی اور اپنے اہل کی کفالت آپ دستور کے مطابق بیت المال سے کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے عمر! مجھے ڈر ہے کہ مسلمانوں کے فَے سے میرے لیے اپنے اہل و عیال کی پرورش جائز ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ اے خلیفہ رسولؐ اللہ اب آپ کا سارا وقت اس ذمہ داری نے لے لیا ہے اور اپنے بچوں کی معاش کے لیے آپ اب کوئی وقت نہیں نکال سکتے۔''

مُؤرخین نے تصریح کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا وظیفہ سَو روپے ماہوار سے بھی کم تھا۔ حضرت عُمرِ فاروقؓ بیت المال سے اپنے لیے جو کچھ لیتے تھے اس کی وضاحت انہوں نے ایک دفعہ ان الفاظ میں فرمائی:

میں اپنی ضروریات کے لئے بیت المال سے جو کچھ جائز سمجھتا ہوں ایک جوڑا کپڑا جاڑوں میں اور ایک جوڑا گرمیوں میں یعنی دو جوڑے (سال بھر میں) اور حج اور عمرہ کے لیے ایک سواری اور اپنی اور اپنے اہل کی معاش قریش کے ایک متوسط درجہ کے آدمی کے برابر جو نہ امیر ہو نہ غریب۔ اس کے بعد مسلمانوں کی جماعت کا ایک عام آدمی ہوں۔ بیت المال سے جس طرح اس کو حصہ ملے گا اسی طرح جو کچھ میرا حصہ ہے وہ مجھ کو ملے گا۔

(الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ) (ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیتا تھا۔ اس ذمہ داری کے اٹھانے کے لیے وہی شخص اس کی نظرِ انتخاب میں جچتا تھا' جس کی دیانت اور تقویٰ سب کے نزدیک مُسَلّم ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بیت المال کی حفاظت اور نگرانی کا ایسا سخت انتظام کر رکھا تھا کہ اس میں سے ایک پیسہ تک ضائع ہونے کا احتمال نہ تھا۔[1]

سلطان وقتاً فوقتاً بیت المال کا معائنہ کرتا رہتا تھا۔ اگر اس میں کبھی کوئی ایسا مال دیکھتا جس پر حکومت کا حق نہ ہوتا تو اسے فوراً صاحبِ مال کو واپس بھجوا دیتا تھا یا اس کو صحیح مَصرف میں لانے کا حکم دیتا تھا۔

ایک دفعہ سلطان بیت المال کے جائزہ کے لیے گیا۔ اس کی نظر ایک ایسے مال پر پڑی جو بیت المال میں جمع کرانے کے لیے لایا گیا تھا لیکن سلطان کی رائے میں اس کو

۱۔ خلفائے راشدینؓ بیت المال کی حفاظت کا جس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ کُتُبِ سِیَر میں اس کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً اسی ایک روایت کو لیجیے کہ ایک دفعہ خلیفۂ دوم حضرت عُمرِ فاروقؓ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں بھاگتے ہوئے مدینہ منورہ سے باہر جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ملے۔ انہوں نے پوچھا' امیر المومنین آپ اس حالت میں کہاں جا رہے ہیں؟ جواب ملا بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔

یہ سن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان پر بے اختیار الفاظ جاری ہو گئے۔

قَدْ تَعَبْتَ الْخُلَفَاءَ بَعْدَكَ

(آپ نے اپنے بعد آنے والوں کا تھکا دیا)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اکثر مؤرّخین نے خلفائے راشدینؓ کے مقدّس سلسلے کا پانچواں خلیفہ قرار دیا ہے۔ ان کو بیت المال کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا تو انہوں نے مُہتمم بیت المال کو لکھا کہ میں تمہاری دیانت پر شک نہیں کرتا لیکن تم کو غفلت اور لاپروائی کا مجرم ضرور ٹھہراتا ہوں' میں مسلمانوں کے مال کا ان کی طرف سے مُدّعی ہوں تم پر فرض ہے کہ قسم کھاؤ۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ از مولانا عبدالسلام ندوی)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بیت المال میں داخل کرنا جائز نہ تھا۔ اس نے مہتمم بیت المال سے دریافت کیا کہ یہ مال بیت المال میں کیوں داخل کیا جا رہا ہے۔

مہتمم خزانہ نے جواب دیا کہ قاضی القضاۃ کمال الدین نے اس مال کے داخل کرانے کا حکم دیا ہے۔

سلطان تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر کہا کہ اس مال کو بیت المال میں داخل کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کو صاحبِ مال کو واپس دے دیا جائے۔

سلطان کے جانے کے بعد مہتمم بیتِ المال نے یہ مال قاضی القضاۃ کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی اس کو سلطان کے حکم سے مُطّلع کر دیا۔ قاضی القضاۃ نے سلطان کے حکم کو چنداں اہمیّت نہ دی کیونکہ اس کے خیال میں سلطان نے محض اپنی رائے کا اظہار کیا تھا چنانچہ اس نے یہ مال پھر مہتمم بیت المال کو واپس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ سلطان اگر پھر اس مال کی نسبت دریافت فرمائے تو کہہ دینا کہ قاضی القضاۃ کمال الدین اس کو بیت المال میں داخل کرانے کا ذمہ دار ہے۔ کچھ عرصہ بعد سلطان دوبارہ بیت المال کے معائنہ کے لیے گیا تو اس کو وہ مال پھر وہیں نظر آیا اس نے خشمناک ہو کر مہتمم خزانہ سے پوچھا کہ تم نے اس مال کو ابھی تک یہاں رکھ چھوڑا ہے۔ اس کے مالک کو واپس کیوں نہیں بھیجا۔ مہتمم خزانہ نے عرض کی کہ میں نے یہ مال قاضی القضاۃ کے پاس بھیج دیا تھا اور آپ کے حکم سے مُطّلع کر دیا تھا لیکن انہوں نے یہ کہہ کر پھر واپس بھیج دیا کہ اس کو بیت المال میں جمع کرانے کے گناہ و ثواب کا ذمہ دار میں ہوں۔ سلطان نے حکم دیا کہ اس مال کو فوراً قاضی کمال الدین کے پاس بھیج دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی قاضی موصوف کو کہلا بھیجا کہ نورالدین محمودؒ میں اتنی قوّت و اہلیت نہیں ہے کہ وہ قیامت کے دن یہ بارِ امانت اٹھا سکے' تمہاری گردن اگر اتنی مضبوط ہے کہ قیامت کے دن اس بوجھ کو اٹھا سکے تو اس مال کو اپنے پاس رکھ لو لیکن اس کو بیت المال میں داخل نہ کرو' اس خزانہ کا اصلی خزانچی میں ہوں' ایسے مال کو بیت المال میں جمع کرنے کی اجازت دے کر کل کو خدا کے سامنے شرمسار نہیں ہونا چاہتا۔ قاضی کمال الدین اب لاجواب ہو گیا اور وہ مال فوراً اس کے مالک کو واپس بھیج دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷)

محاصل کی اصلاح

سلطان نورالدین سے پہلے خراج، ٹیکس، جزیہ اور دوسرے ملکی محاصل کے انتظام میں بڑی بے قاعدگی پیدا ہوگئی تھی۔ لوگوں پر جائز و ناجائز ہر قسم کے ٹیکس لگے ہوئے تھے اور وہ ان کے بوجھ کے نیچے کراہ رہے تھے۔ ان کی وجہ سے تجارت کا بازار سرد پڑ گیا تھا اور لوگوں کے چہرے بے رونق ہوگئے تھے۔ سلطان جب ملک کے داخلی نظام کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے تمام ممالکِ محروسہ شام، جزیرہ، موصل و مصر میں ہر قسم کے ناجائز ٹیکس یک قلم موقوف کر دیے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ نورالدین محمود پہلا مسلمان فرمانروا ہے جس نے بازاروں کا ٹیکس اور نہروں کا محصول بالکل معاف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مال کی درآمد برآمد کی چونگی بھی یکلخت معاف کردی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے تمام ممالکِ محروسہ میں تجارت خوب چمک اٹھی۔ اشیائے صَرف سستی ہوگئیں، تاجر خوشحال ہوگئے اور عوام النّاس سکھ کا سانس لینے لگے۔ محاصل سے متعلق اپنے تمام اقدامات کی اطلاع سلطان نے دربارِ خلافت میں تفصیل کے ساتھ لکھ بھیجی اور خلیفہ سے درخواست کی کہ تمام مساجد کے خطیبوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ اس کے ان اقدامات کی خوب تشہیر کریں۔ اس سے سلطان کا مقصد یہ تھا کہ تمام عالمِ اسلام میں لوگوں کو اس کے ممالکِ محروسہ میں مالِ تجارت پر درآمد اور برآمد کے محصول کی معافی کا علم ہو جائے اور وہ بے روک ٹوک ان کے ساتھ تجارت کر سکیں۔ مختلف ٹیکسوں میں غیر معمولی مراعات کی وجہ سے مملکتِ نوریہ کے بڑے بڑے صوبہ جات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی آمدنی میں جس قدر کمی ہوئی اس کی تفصیل مؤرخین نے اس طرح بیان کی ہے۔

دمشق خاص	تیس ہزار دینار
حلب	پچاس ہزار دینار
مصر	پچھتر ہزار دینار
حمص	چھبیس ہزار دینار
اعزاز	اکیس ہزار دینار
تل باشر	اکیس ہزار دینار
حران	پانچ ہزار دینار
معترہ	تین ہزار دینار
سنجار	ایک ہزار دینار
رحبہ	دس ہزار دینار
عدادالعرب	دس ہزار دینار

مجموعی طور پر معافی کی رقوم کی مقدار لاکھوں دینار تک پہنچتی تھی لیکن عالی حوصلہ سلطان نے رعایا کی خوشحالی کے مقابلہ میں اس خطیر رقم کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی۔

جو محاصل سلطان نے جاری رکھے ان کے بارے میں بھی تمام عمّال کو حکم دیا کہ ان کی وصولی کے لیے کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہ کریں، جہاں تک ہو سکے تشدّد سے کام نہ لیں اور جو کچھ وصول کریں حلال مال سے کریں۔ اگر سلطان کے علم میں کوئی ایسا واقعہ آ جاتا جس میں خراج و جزیہ وغیرہ کی وصولی کے لیے کسی پر بے جا سختی کی گئی ہو یا کوئی اور ناجائز طریقہ استعمال کیا گیا ہو تو وہ سخت دارو گیر کرتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸)

محکمۂ احتساب ومواخذہ

سلطان نے ملازمین حکومت اور عوام کی اصلاح اور تعمیر اخلاق کے لیے محکمۂ احتساب ومواخذہ قائم کیا۔ اس کا مقصد سرکاری ملازموں کے کاموں کی نگرانی' جرائم کا انسداد اور لوگوں کو اسلامی ضابطۂ حیات کا پابند بنانا تھا۔ ہر شہر اور قصبے میں سلطان کی طرف سے "محتسب" مقرر تھے جو اپنے اپنے علاقوں میں نہ صرف امن وامان قائم رکھنے کے ذمہ دار تھے بلکہ لوگوں کو فواحش ومنکرات سے روکنا اور شریعت مطہّرہ کی پابندی کرانا بھی ان کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا۔ سلطان نے جہاں یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ ملک میں کسی شخص پر بے جا سختی اور ظلم ہرگز نہ کیا جائے۔ وہاں اس نے یہ حکم بھی دے رکھا تھا کہ چوروں' ڈاکوؤں' فسادیوں' شراب خواروں' جوئے بازوں' کم تولنے اور کم ناپنے والے دکانداروں اور بددیانت تاجروں وغیرہ کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہ کی جائے۔ سلطان کی اس حکمتِ عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ خلافِ شرع کاموں سے اجتناب کرنے لگے اور ان میں زبردست دینی رجحان اور امورِ خیر میں سبقت کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ ملک سے شرّوفساد یکسر ناپید ہوگیا اور ہر طرف امن وامان کا دَور دَورہ ہوگیا۔ جن راستوں پر کبھی بڑے بڑے قافلوں کو زبردست حفاظتی انتظامات کے بغیر سفر کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی' ان پر اب اِکّا دُکّا مسافر بھی بے خوف وخطر سفر کر سکتے تھے۔ خواہ کوئی کھلے بندوں سونا اچھالتا جائے کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔

سلطان اپنے وقائع نگاروں کے ذریعہ سرکاری عہدیداروں پر بھی کڑی نظر رکھتا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اگر کسی سرکاری عہدیدار پر بدعنوانی کے ارتکاب کا شبہ ہوتا تو اس کا سخت محاسبہ کرتا اور جرم ثابت ہو جانے پر عبرت ناک سزا دیتا تھا چونکہ سلطان خود ایک مثالی مردِ مومن تھا اس لیے یہ ناممکن تھا کہ اس کے بینظیر عدل و دیانت' اِتّباعِ سُنّت' خدا ترسی اور دوسرے گوناگوں اوصافِ حمیدہ کا اثر عوام پر نہ پڑتا۔ اَلنَّـــاسُ عَـلٰـی دِیْـنِ مُلُوْکِھِمْ' (عوام اپنے فرمانرواؤں کے پیرو ہوتے ہیں۔) کے مصداق اس کی رعایا اور سرکاری عہدیدار سبھی اسلامی ضابطۂ اخلاق کے پابند ہو گئے تھے اور سلطنت نوریہ میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک خلفائے راشدین کے دورِ سعادت کی جھلک نمودار ہو گئی تھی۔

معروف سیرت نگار طالب الہاشمی کے گلریز قلم سے

خُلقِ خیرالخلائق ﷺ

- خطیبوں' واعظوں اور مقرروں کے لیے ایک تحفۂ گراں بہا
- طلبہ اور طالبات کے لیے مشعل راہ
- محبانِ رسول ﷺ کے لیے نشاط روح کا سامان
- آفتابِ رسالت ﷺ کے

خُلقِ عظیم

کے مختلف پہلوؤں کے زیرِ عنوان بے شمار ایمان افروز واقعات ایسے دلنشیں پیرائے میں کہ دلوں میں عشق رسول کی شمع روشن ہو جائے اور اسوہ خیرالبشر ﷺ کے اتباع کی تڑپ پیدا ہو جائے

سدا بہار

پاکیزہ پھولوں کا ایسا گلدستہ جو مشامِ جان کو معطر کر دیتا ہے

خود پڑھیے بچوں کو پڑھائیے

طٰہٰ پبلی کیشنز

22-A جلال دین بلڈنگ چوک اردو بازار لاہور فون: 7231391

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹)
محکمہ وقائع نویسی

محکمہ وقائع نویسی یا خفیہ خبر رسانی کی بنیاد مسلمان حکمرانوں میں سب سے پہلے خلیفۂ ثانی حضرت عُمرِ فاروقؓ نے رکھی۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ وہ ملک کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ سے باخبر رہیں اور اس طرح ایک طرف تو دشمن کی نقل و حرکت اور عُمّالِ حکومت پر کڑی نظر رکھ سکیں اور دوسری طرف عوام النّاس کی تکالیف کا تدارک کر سکیں چنانچہ انہوں نے ملک کے چپہ چپہ میں پرچہ نویس اور وقائع نگار مقرر کر رکھے تھے جن کو حکم تھا کہ اپنے علاقے کا ہر واقعہ بلا کم و کاست اور کسی بڑی سے بڑی شخصیّت کا لحاظ کیے بغیر انہیں لکھ کر بھیجتے رہیں۔ ان سب پر ایک افسرِ اعلیٰ ہوتا تھا جو دورہ کر کے تمام حالات کا بچشم خود ملاحظہ کرتا اور دربارِ خلافت کو مُطّلع کرتا۔ اس محکمہ کے تمام ملازم نہایت دیانتدار اور سمجھدار ہوتے اور کسی سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔ خلفائے بنو امیّہ و بنو عبّاس اور سلاجقۂ عظام کے زمانے میں بھی اس محکمے کو ہمیشہ بڑی اہمیّت حاصل رہی۔ نورالدین محمود کا نامور باپ عمادالدین زنگی شہیدؒ ایک انتہائی بیدار مغز حکمران تھا۔ وہ اپنے ملک کو ایک باغ اور اپنے آپ کو اس کا باغبان متصوّر کرتا تھا اور رعیت کے دکھ درد کو دور کرنا اپنا فرضِ منصبی سمجھتا تھا چنانچہ لوگوں کے مسائل سے باخبر رہنے کے لیے اس نے دور و نزدیک۔ ہر جگہ وقائع نگار مقرر کر رکھے تھے جو اس کو پل پل کی خبریں بھیجتے رہتے تھے۔ اس کے بعد نورالدین محمود نے اس محکمہ کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ پہلے سے زیادہ منظم بنیادوں پر استوار کیا چونکہ اس کی مملکت کی حدود بڑی وسیع ہو گئی تھیں اور پھر عیسائی اور دوسرے دشمن بھی شر انگیزی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے دیتے تھے اس لیے ہر قسم کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے نہایت مؤثر اور ہمہ گیر انتظامات کی ضرورت تھی۔ یہی ایک طریقہ تھا جس سے ہر قسم کے فتنہ و فساد اور دشمنوں کی دیسہ کاریوں کے خلاف بروقت احتیاطی تدابیر اختیار کی جا سکتی تھیں۔ چنانچہ سلطان نے ملک کے طول و عرض میں ایسے بے شمار اشخاص کو وقائع نگار مقرر کر رکھا تھا جن کی دیانت' صداقت اور اہلیتِ کار پر اس کو مکمل بھروسا تھا۔ اس نے ان وقائع نگاروں کی معقول تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں اور کوئی ترغیب و تحریص ان کو اپنا فرض ادا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ اپنے انہی مستعد اور دیانتدار وقائع نگاروں کے ذریعہ اس کو تمام ممالک محروسہ کے ایک ایک جزئی واقعہ تک کی خبر پہنچ جاتی تھی۔ اس طرح جہاں وہ دشمنوں کی نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھ سکتا تھا وہاں اپنے عُمّال اور جاگیرداروں کی بدعنوانیوں کا انسداد بھی کسی تاخیر کے بغیر کر سکتا تھا۔ سلطان کی ہنگامہ خیز زندگی میں اس کے محکمہ وقائع نویسی نے فی الحقیقت نہایت شاندار خدمات انجام دیں اور شر و فساد کو مٹانے اور دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کرنے میں اس کا پورا پورا ہاتھ بٹایا۔

بعض مؤرخین نے سلطان کے محکمہ وقائع نویسی اور محکمہ ڈاک کو ایک ہی محکمے کی دو شاخیں بتایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دو مختلف محکمے تھے۔ وقائع نگاروں یا اخبار نویسوں کی اپنی جگہ ایک مستقل حیثیت تھی' البتہ ان کو سرکاری خطوط بھیجنے کے لیے یا تو محکمہ ڈاک پر انحصار کرنا پڑتا تھا اور یا ان خاص ذرائع پر جو سلطان نے اس مقصد کے لیے مقرر کیے تھے مثلاً نامہ بر کبوتروں یا خاص ہرکاروں کے ذریعہ خطوط کی ترسیل۔ سلطان کے عہدِ حکومت میں ڈاک کے انتظام کی تفصیل الگ بیان کی جائے گی۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نامہ بر کبوتروں کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰)
نامہ بَر کبوتر

نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ مراسلت کا آغاز کب ہوا؟ اس کے متعلق روایتیں ہیں۔
بعض مؤرّخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے مصرِ قدیم میں کبوتروں کے ذریعہ مراسلت کا طریقہ ایجاد ہوا۔ کچھ دوسرے مؤرّخین کا خیال ہے کہ اس طریقے کی ایجاد کا سہرا قدیم یونان وروم کے سر ہے۔ اس مقصد کے لیے کبوتروں کو خاص طور پر سدھایا جاتا تھا اور پھر ضرورت کے وقت کسی سِدھائے ہوئے کبوتر کے گلے میں خط لکھ کر باندھ دیا جاتا اور اسے منزلِ مقصود کی جانب اڑا دیا جاتا تھا۔ عہدِ اسلامی میں عباسی اور سلجوقی سلاطین کے ادوارِ حکومت میں نامہ بر کبوتروں سے ایک محدود پیمانے پر کام لیا گیا۔ سلطان نورالدّین محمودؒ پہلا مسلم فرمانروا ہے جس نے نامہ بر کبوتروں سے نہایت وسیع پیمانے پر کام لیا اوراس عجیب وغریب ''تار برقی'' کی مدد سے اس نے یورپی حملہ آوروں کے حملوں کا نہایت مؤثّر طریقے سے سَدِّباب کیا۔ سلطان کی مدت سے خواہش تھی کہ عام ڈاک اور ہرکاروں کے بجائے خبر رسانی کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے دشمن کو اپنے فاسد اور مذموم ارادوں میں کامیاب ہونے کی مہلت نہ مل سکے۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کام کو ان بھولے بھالے معصوم جانوروں سے بڑھ کر بہتر طریقے سے کوئی انجام نہیں دے سکتا تو اس نے نامہ بر کبوتر تیار کرنے پر خصوصی توجہ دی اور اس مقصد کے لیے ماہرین کا ایک بڑا عملہ مقرر کیا جو کبوتروں کو نامہ بری کے لیے سدھاتا تھا اور ان کی مکمل نگہداشت کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے اپنی وسیع قلمرو میں جابجا چوکیاں قائم کیں اور ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک چوکی پر وقائع نویس مقرر کیے جو اپنے نواحی علاقوں کی خبریں سلطان کو پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ ان چوکیوں سے متصل اونچے اونچے مینار تعمیر کرا دیے گئے تا کہ نامہ بر کبوتر چوکی کو شناخت کر کے ان میناروں پر اتر سکیں۔ سلطان کے حکم سے ۵۶۷ھ میں کبوتروں کے ذریعہ باقاعدہ خبر رسانی کا آغاز کر دیا گیا۔ خبر رسانی کا طریقہ یہ تھا کہ اخبار نویس (وقائع نگار) کسی اہم اور فوری واقعہ کی اطلاع "ورق الطیر"[1] پر قلم بند کرتا اور اس کو کبوتر کے بازو میں باندھ کر اسے چھوڑ دیتا تھا۔ نامہ بر کبوتر تیزی سے اڑتا ہوا سیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا تھا[2] اور اس چوکی کا محافظ یا اخبار نویس اس کبوتر کے بازو سے ورق الطیر کھول کر دوسرے کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا تھا۔ وہ اگلی چوکی پر پہنچ جاتا وعلیٰ ہذا القیاس یہ خبر بڑی سرعت کے ساتھ سلطان تک پہنچ جاتی تھی۔ اگر کوئی خبر زیادہ طویل ہوتی تو ایک ساتھ دو کبوتر چھوڑے جاتے تھے اور ایک کبوتر کے خط میں دوسرے کبوتر کے خط کا حوالہ ضرور دیا جاتا تھا تا کہ ان میں سے اگر کوئی کبوتر دوسرے سے پیچھے رہ جائے تو اس کا انتظار کر لیا جائے۔ سلطان نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ سفر میں ہو یا حضر میں، بستر خواب پر ہو یا کھانا

---

[1] "ورق الطیر" ایک خاص قسم کا کاغذ تھا جو پانی میں بھیگ کر خراب نہ ہوتا تھا۔ اس کاغذ پر خبریں نہایت اختصار کے ساتھ قلم بند کی جاتی تھیں اور اس میں کوئی حاشیہ نہیں چھوڑا جاتا تھا۔ آغاز تحریر میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بجائے اس کا بندسہ (۷۸۶) لکھا جاتا تھا۔ مکتوب الیہ کے لیے کسی قسم کے القاب اور تعریفی جملے نہ لکھے جاتے البتہ خط کے آخر میں بطور تفاؤل "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل" ضرور لکھ دیتے تھے۔

[2] نامہ بر کبوتر کی رفتار معتدل موسم میں ۱۲۱۰ گز فی منٹ (یا اکتالیس میل دو فرلانگ فی گھنٹہ) ہوتی ہے۔

اگر سمت پرواز کی طرف تیز ہوا چل رہی ہو تو بعض کبوتر ایک منٹ میں ۱۹۸۰ گز (یا سرسٹھ میل چار فرلانگ فی گھنٹہ) کی رفتار سے بھی سفر کرتے دیکھے گئے ہیں۔ کبوتر اگر راستہ نہ بھولے تو بہت جلد منزلِ مقصود پر جا پہنچتا ہے اور جب تک اپنی منزل پر نہ پہنچ جائے راستہ میں کچھ نہیں کھاتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تناول کر رہا ہو' نامہ بر کبوتر کی آمد کی خبر اس کو فی الفور دی جائے چنانچہ جب کوئی نامہ بر کبوتر اقامت گاہِ سلطانی (یا دورانِ سفر میں اس کے کیمپ) کے منارہ پر اترتا تھا تو سلطان اپنے ہاتھ سے خط کو کھولتا تھا اور پڑھ کر اسی وقت مناسب احکام جاری کر دیتا تھا۔ ایک ایسے زمانے میں جب ہوائی جہاز' ریل گاڑی' موٹر کار' تار برقی' وائرلیس اور ریڈیو وغیرہ کا نام و نشان بلکہ تصور تک بھی نہ تھا' نامہ بر کبوتروں کے ذریعے سے بڑھ کر سرعت سے خبریں پہنچانے کا کوئی اور طریقہ نہ تھا۔[1] زیرک سلطان نے اس طریقہ سے پورا پورا کام لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن ابھی اپنے منصوبوں کو پایۂ تکمیل پہنچانے کے لیے پر تول ہی رہا ہوتا کہ سلطان کی افواج قاہرہ اس کے سر پر جا پہنچتیں اور اس کے ناپاک عزائم کا تارو پود بکھیر کر رکھ دیتی تھی۔ اس طرح سلطان کی سلطنت کے دور دراز علاقے بھی دشمن کی دستبرد سے محفوظ ہو گئے اور اس کا رعب حکومت دوست دشمن سب کے دلوں پر چھا گیا۔

نور الدین محمود کے بعد کم و بیش دو سو سال تک نامہ بر کبوتروں سے کام لیا جاتا رہا۔ یہ عجیب و غریب تار برقی کب بند ہوئی۔ مؤرخین نے اس کی تصریح نہیں کی۔ بہر صورت سلطان نور الدین نے جس طرح نامہ بر کبوتروں کی مدد سے بلادِ اسلامیہ کی حفاظت اور صلیبی جنونیوں کے دانت توڑنے کا کام کیا' وہ اس کی بیدار مغزی اور حُسنِ تدبّر کا بیّن ثبوت ہے۔

---

[1] موجودہ صدی کے آغاز میں بھی بعض یورپی طاقتوں مثلاً جرمنی' فرانس وغیرہ نے میدانِ جنگ میں کبوتروں سے خبر رسانی کا کام لیا اور یوں "کبوترانِ نامہ بر" کی افادیت کا عملی طور پر اعتراف کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۱)

ڈاک کا انتظام

ایک مہذب حکومت میں ڈاک کا انتظام سرکاری اور عوامی نقطۂ نگاہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سلطان نورالدین محمودؒ کی حکومت بِلاشبہ ایک انتہائی مہذب حکومت تھی اس لیے ناگزیر تھا کہ اس میں ڈاک بھیجنے اور وصول کرنے کا معقول انتظام ہوتا۔ چونکہ سلطان کو ہر اس کام سے دلچسپی تھی جس میں رفاہِ عام کا کوئی پہلو نکلتا ہو اس لیے اس نے محکمہ ڈاک پر خاص توجہ دی۔ یہ محکمہ سلطان کے پیشرو خلفائے بنوامیہ و بنوعباس اور سلاجقۂ عظام کے ادوارِ حکومت میں خاصی ترقی کر چکا تھا[1]۔ ان حکمرانوں نے محکمہ ڈاک کی تشکیل جن خطوط پر

---

[1] مسلمانوں نے تہذیب وتمدن کی ترقی اور انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے جو مہتم بالشان کارنامے انجام دیے ان میں محکمہ ڈاک کا قیام اور انتظام امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ ظہورِ اسلام سے قبل دنیا میں کئی ایسی حکومتیں قائم ہوئیں جن کو اپنی تہذیب وتمدن پر بڑا ناز تھا لیکن ان میں سے کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ ڈاک کا کوئی باقاعدہ نظام قائم کرتی۔ تاریخِ انسانی میں یہ شرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہوا کہ انہوں نے باقاعدہ محکمہ ڈاک قائم کیا۔ مسلمانوں کی یہ خدمت فی الواقع تہذیبِ انسانی پر ایک ایسا احسان ہے جس کے بارِگراں سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ مسلمان حکمرانوں میں سب سے پہلے خلیفۂ دوم حضرت عُمرِ فاروقؓ کے دل میں محکمہ ڈاک کے قیام کا خیال پیدا ہوا لیکن ان کا محکمۂ ڈاک محض سرکاری خطوط کی ترسیل تک محدود رہا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک باقاعدہ طریق کار متعین کیا اور ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں خبر رساں مقرر کر دیے جو تیز رفتار قاصدوں کے ذریعہ ان کو ہر قسم کی خبریں بھیجتے رہتے تھے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی تھی۔ سلطان نے اپنے محکمہ ڈاک کا ڈھانچہ بھی اس نہج پر استوار کیا۔

سلطان نورالدین نے اپنی وسیع وعریض سلطنت میں ڈاک کی بے شمار چوکیاں قائم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس طرح حضرت عمرؓ فاروقؓ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے دور دراز مقامات کے حالات پورے اطمینان کے ساتھ معلوم کر سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی طریقے پر عمل ہوتا رہا۔ امیر معاویہؓ کا دور حکومت آیا تو انہوں نے ڈاک کے دو شعبے قائم کیے۔ ایک تو وقائع نگاروں پر مشتمل تھا جو عُمّالِ حکومت کی کارروائیوں اور عام ملکی حالات سے دربارِ خلافت کو مطّلع کرتے رہتے اور دوسرا شعبہ صرف عوام النّاس (Public) کے لیے تھا۔ اس کے کارکنوں کا یہ کام تھا کہ لوگوں کے خطوط اور چیزیں لا کر ایک مخصوص جگہ پر جمع کریں اور پھران کو قاعدگی کے ساتھ مکتوب الیہ تک پہنچا دیں۔ ان لوگوں پر کئی محتسب مقرر تھے جو ان کی خفیہ نگرانی کرتے تھے تاکہ کوئی خط اور دوسری چیز ضائع نہ ہونے پائے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اس محکمہ کو بڑی ترقی دی۔ اس نے تمام ممالکِ محروسہ میں ڈاک خانوں کا جال بچھا دیا جن میں بتیس بڑے بڑے ڈاک خانے (General Post Offices) بھی شامل تھے۔ شہر میں جس دن ڈاک آتی منادی کرائی جاتی کہ لوگ اپنی ڈاک وصول کرنے کے لیے فلاں جگہ (بڑے ڈاک خانے میں) جمع ہو جائیں چنانچہ لوگ وقت مقررہ پر جمع ہو جاتے اور ان کے خطوط اور دوسری چیزیں ان کو دے دی جاتیں' دیہات میں جمعہ کے جمعہ (نمازِ جمعہ کے بعد) ڈاک تقسیم ہوتی۔ ڈاک ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کے لیے ہرکارے مقرر تھے جو پاپیادہ یا مخصوص خچروں' گھوڑوں اور اونٹوں پر سفر کرتے تھے۔ تمام صوبوں میں ڈاک کی سینکڑوں چوکیاں قائم تھیں جن میں ہر وقت تازہ دم جانور موجود رہتے تھے۔

خلفائے بنوعبّاس کے عہد میں ڈاک کا انتظام انتہائی عروج پر پہنچ گیا۔ مشہور سیّاح ابنِ بطوطہ کے بیان کے مطابق سلاطینِ عباسیہ کے دَور میں صرف محکمۂ ڈاک پر ہر سال ۱۵۹۱۰۰ دینار سرخ خرچ کیے جاتے تھے۔ جرجی زیدان "التمدّن الاسلامی" میں لکھتا ہے۔ "عباسیوں کے دَور میں ڈاک کے ۹۳ دستے مقرر تھے۔ ڈاک کی ترسیل اور تقسیم پیادہ ہرکاروں' اونٹوں اور گھوڑوں کے ذریعہ ہوتی۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئیں جہاں ہر وقت ڈاک لانے اور لے جانے کے لیے گھوڑے، خچریں، اونٹ اور ہرکارے موجود رہتے تھے۔ڈاک کے جانوروں کی نگہداشت کا خاص انتظام تھا اور شناخت کے لیے ہر جانور کے جسم پر ایک خاص نشان لگا دیا جاتا تھا۔اس کے ساتھ ہی ہر جانور کے گلے میں ایک گھنٹی لٹکا دی جاتی تھی جس کی آواز سے معلوم ہو جاتا تھا کہ ڈاک آ رہی ہے۔ڈاک کے ہرکاروں اور چٹھی رسانوں کا ایک مخصوص لباس ہوتا تھا اور ان کو ''سعاۃ'' کہا جاتا تھا۔سلطان کے حکم سے دمشق، موصل، حلب، حمص اور دوسرے تمام اہم شہروں اور قصبوں میں ڈاک خانے قائم کیے گئے جہاں مقررہ اوقات پر ڈاک آتی اور تقسیم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کشتیوں کو بھی اس مقصد کیلئے استعمال کیا جاتا تھا۔اگر محاصرے کی حالت ہوتی تو تیروں کے ذریعے خبریں پہنچائی جاتی تھیں۔ راستے میں ۵۰ جگہ جانور بدلے جاتے، ان کے لیے الگ الگ منزلیں مقرر تھیں۔ یہ جانور نہایت تیز رفتار ہوتے۔ ڈاک کے ہرکاروں کا انتخاب کرتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ وہ سخت محنت و مشقت کے عادی ہوں، نہایت تیز چل سکتے ہوں اور چھریرے بدن کے ہوں۔ یہ لوگ دن رات میں قریبا ۶۰ میل کا سفر طے کر لیتے تھے۔

عباسیوں نے عوام کی ڈاک کے لیے تمام مرکزی مقامات مثلاً مکّہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، حلب، موصل، دمشق، بغداد، حمص، غزنی، نیشاپور، اسکندریہ وغیرہ میں بڑے بڑے ڈاک خانے قائم کر دیے تھے۔ ان کے ماتحت بے شمار چھوٹے چھوٹے ڈاک خانے کام کرتے تھے۔ سرکاری اور خفیہ ڈاک کے شعبے الگ تھے۔محکمہ ڈاک کا نام ''دیوان البرید'' تھا اور اس کے افسرِ اعلیٰ کو ''صاحب البرید'' (پوسٹ ماسٹر جنرل یا ڈائرکٹر جنرل) کہتے تھے۔''صاحب البرید'' محکمۂ ڈاک کے علاوہ محکمہ وقائع نویسی کی نگرانی بھی کرتا تھا۔سلجوقی بادشاہوں نے بھی محکمۂ ڈاک پر خاص توجہ دی اور اس کے اعلیٰ معیارِ کارکردگی کو برقرار رکھا۔ان کے بعد آنے والے مسلم حکمران بھی محکمہ ڈاک کو ہمیشہ خاص اہمیت دیتے رہے۔غرض مسلمانوں نے محکمہ ڈاک کے قیام اور انتظام کے جو اصول وضوابط بنائے وہ آج بھی دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تھی۔ اس کی طرف سے ملک کے تمام جاگیرداروں اور صوبوں کے حکام اعلیٰ کو ہدایت تھی کہ وہ ڈاک کے ملازموں کے ساتھ مکمل تعاون کریں اور اس بات کا انتظام کریں کہ ان کی آمدورفت اور تقسیمِ ڈاک میں کسی قسم کا خلل نہ پڑے۔ سرکاری ڈاک کے لیے الگ انتظام تھا اور اثنائے راہ میں اس کی سخت حفاظت کی جاتی تھی۔ ہنگامی حالات میں سرکاری خط و کتابت نامہ برکبوتروں کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ (ان کا ذکر پیچھے آچکا ہے) غرض دوسرے رفاہی کاموں کی طرح سلطان نورالدین ؒ کے محکمہ ڈاک کی خوش انتظامی بھی ایک مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

معروف سیرت نگار طالب الہاشمی کے گلریز قلم سے

سیرۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

رحمتِ عالم ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آسمان ہدایت کے وہ روشن ستارے ہیں جنہیں دیکھ کر سفینۂ امت کے لیے منزل مقصود کا رخ متعین ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ انہی نفوس قدسی کی جماعت کے ایک معزز رکن ہیں۔ تاریخ اسلام میں ان کی شخصیت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کے سب سے زیادہ ارشادات امت تک پہنچائے۔ یہ کتاب اسی عظیم شخصیت کی سیرت ہے جسے ملک کے نامور سیرت نگار جناب طالب الہاشمی نے بڑی تحقیق و تفحص کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ انہوں نے سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ان پر منکرین حدیث کے اعتراضات کا ابطال بھی کیا ہے اور اس طرح سوانح نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں حضرت ابوہریرہ کی ڈیڑھ سو منتخب مرویات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ یہ معرکہ آرا کتاب ہر علمی اور دینی لائبریری کی زینت بننے کے لائق ہے۔

طٰہٰ پبلی کیشنز

22-A جلال دین بلڈنگ چوک اُردو بازار لاہور فون: 7231391

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۲)

دولتِ نُوریہ کی ہیئتِ انتظامیہ

سلطان نورالدین محمودؒ کا زمانہ مشرق و مغرب میں فیوڈل سسٹم (Feudal System) یعنی نظامِ جاگیرداری کا دَور تھا۔ یورپ کے متعدّد ملکوں میں مدتوں سے جاگیردارانہ نظام کی کارفرمائی تھی۔ مشرق میں سلجوقیوں نے عروج حاصل کیا تو انہوں نے بھی مصالح ملکی کی بنا پر اپنی مملکت میں اسی نظام کو جاری کر دیا۔ سلطان نورالدینؒ نے یہ نظام سلجوقیوں سے ورثے میں پایا۔ گو اس میں اس نے بہت سی اصلاحات کیں لیکن مجموعی طور پر اس کی ہیئتِ انتظامیہ کا ڈھانچہ جاگیردارانہ ہی رہا۔

سلطان نورالدین کے مقبوضات بہت سے صوبوں اور جاگیروں پر مشتمل تھے۔ ان مقبوضات کی دو قسمیں تھیں۔ ایک وہ جو براہِ راست سلطان کے زیرِ حکومت تھے مثلاً حلب' دمشق' حمص' رحبہ وغیرہ۔ دوسرے وہ جو اپنے داخلی معاملات میں کافی حد تک خودمختار تھے مثلاً موصل' سنجار' مصر وغیرہ تاہم سلطان کا نظامِ عدل کسی علاقے کی تخصیص کے بغیر تمام ممالکِ محروسہ میں نافذ تھا اور کسی حاکم' والی یا جاگیردار کو اس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ عوام اور زیردستوں پر کسی قسم کا جبر یا ظلم کرے۔ سلطان تمام علاقوں کے مالی معاملات پر کڑی نظر رکھتا تھا اور ان کے سربراہوں سے وقتاً فوقتاً حساب طلب کرتا رہتا تھا۔ سلطان نے ان پر پابندی بھی عائد کر رکھی تھی کہ وہ جو لڑائیاں لڑے گا طلب کیے جانے پر ان میں وہ خود بھی شریک ہوں گے اور اپنی فوجوں کو بھی ساتھ لائیں گے۔ اس کے علاوہ محاصل کی تحصیل و معافی' علم کی ترویج و اشاعت' احکامِ شرع کے نفاذ اور اوقاف سے متعلقہ امور

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی ان کو سلطان کے احکام اور حکمت عملی کی پابندی کرنی پڑتی تھی۔

سلطان نورالدین محمودؒ اگرچہ ایک وسیع سلطنت کا فرمانروا تھا لیکن وہ ایک مطلق العنان حکمران نہیں تھا۔ اس نے صائب الرائے امرا پر مشتمل ایک مجلسِ شوریٰ قائم کر دی تھی جو تمام اہم ملکی اور سیاسی مسائل میں اس کو مشورہ دیتی تھی۔ اسی طرح دینی مسائل میں وہ مختلف مسالک کے سربرآوردہ علما سے مشورہ کیا کرتا تھا جس کی رائے یا فتویٰ کو کتاب وسُنّت سے زیادہ قریب پاتا' اسی پر عمل کرتا تھا۔ نظامِ حکومت چلانے کے لیے اس نے مختلف محکمے قائم کر رکھے تھے جن میں سے کچھ اہم محکموں کا ذکر پیچھے آ چکا ہے۔ ان محکموں کے سربراہ وہ انہی لوگوں کو مقرر کرتا تھا جو ان کے چلانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ اس معاملہ میں اس کا دامن اقربانوازی سے بالکل پاک نظر آتا ہے۔ حقیقت میں وہ حکومت کو خدا کی طرف سے امانت سمجھتا تھا اور نااہل لوگوں کی سرپرستی کو اس امانت میں خیانت کے مترادف سمجھتا تھا۔

تمت بالخیر

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں جن کتابوں سے براہِ راست یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱-	تاریخ الکامل	ابنِ اثیرؒ
۲-	وفیات الاعیان	ابنِ خلّکانؒ
۳-	مختصر تاریخ البشر	ابوالفداؒ
۴-	تاریخ الخلفا	جلال الدین سیوطیؒ
۵-	حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ	جلال الدین سیوطیؒ
۶-	مقدمہ وتاریخ	ابنِ خلدونؒ
۷-	محاسنُ الیوسفیہ	ابنِ شداد
۸-	تاریخ الاُمّت	حافظ محمد اسلم جیراجپوری مرحوم
۹-	مسلمانوں کا عروج وزوال	مولانا سعید احمد مرحوم
۱۰-	تمدّنِ عرب	مترجمہ سیّد علی بلگرامی مرحوم
۱۱-	حروبِ صلیبیہ	مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم
۱۲-	کارزارِ صلیبیہ آرچر وکنگسفورڈ	مترجمہ آثر لکھنوی مرحوم
۱۳-	تاریخِ دمشق	خواجہ عباداللہ اختر مرحوم
۱۴-	حیاتِ نورالدّین محمودؒ	حکیم احمد حسین الہ آبادی مرحوم
۱۵-	حیاتِ صلاح الدّین	منشی سراج الدین احمد مرحوم
۱۶-	صلاح الدّین	محمد فرید ابوحدید مترجمہ: محمد عبدالقدوس قاسمی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۷- نگار لکھنؤ جنوری فروری ۱۹۵۴ء (فرمانروایانِ اسلام نمبر)

۱۸- نگار لکھنؤ جنوری فروری ۱۹۵۵ء (علوم اسلامی و علمائے اسلام نمبر)

۱۹- جواہرات — مولانا ظفر علی خاں مرحوم

۲۰- سفرنامہ — ناصر خسرو

۲۱- تاریخِ شام — فلپ کے حتی مترجمہ: غلام رسول مہر مرحوم

۲۲- تاریخِ لبنان — فلپ کے حتی مترجمہ غلام رسول مہر مرحوم

ENGLISH

1- A Short History of the Saracens,
By Sir Syed Amir Ali

2- The Decline and Fall of Roman Empire,
By Edward Gibbon

3- History of the Arabs,
by P.K. Hitti

4- A Short History of the Middle East
By G.E.Kirk

5- The Encyclopaedia of Islam,
Leyden & London 1913-35

6- Saladin, by Stanlay Lane-Poole.

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹- ج ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر ......17037...

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری دیگر مطبوعات

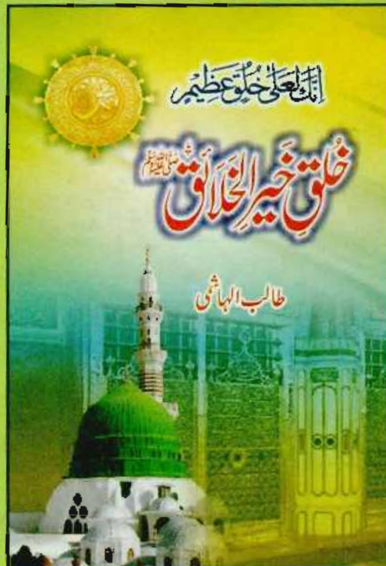

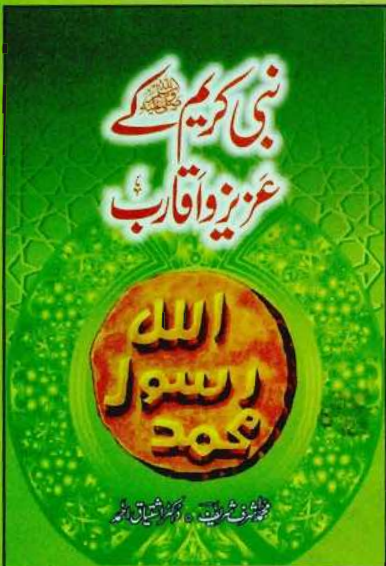

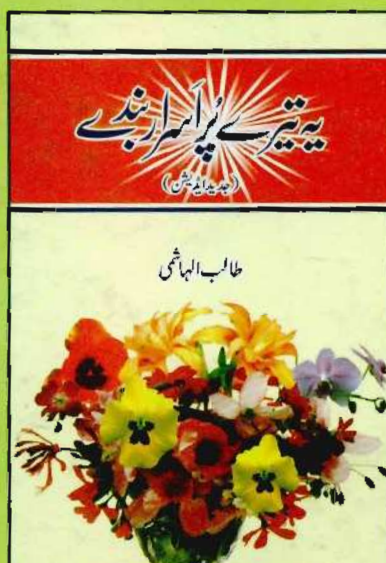

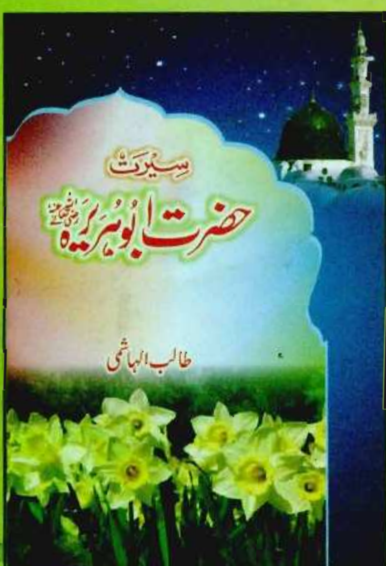

ISBN 969-8810-05-6
9789698810054

طٰہٰ پبلی کیشنز
اُردو بازار لاہور فون: 7231391